

عمران کا انتقام



محترم قارئین السلام علیکم

عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا نیا ناول ”عمران کا انتقام“ پیش خدمت ہے۔ اس مرتبہ پھر کافرستان نے پاکیشیا کی بڑھتی ہوئی دفاعی صلاحیت کو نقصان پہنچانے کی گھناؤنی سازش کی اور اپنی خطرناک ترین ایجنسی کو پاکیشیا کے نئے دفاعی پراجیکٹ کو تباہ کرنے کا حکم دیا جس پر رام رام ایجنسی نے اس مشکل مشن کی تکمیل کے لئے اپنے ایک سپر ایجنٹ کا انتخاب کیا جو کافی عرصہ سے مسلسل کامیابیاں حاصل کر کے خود کو ناقابل شکست سمجھنے لگا تھا۔ اس سپر ایجنٹ کا دعویٰ تھا کہ اس کی لغت میں ناکامی کا لفظ سرے سے ہی نہیں ہے۔ وہ پاکیشیا میں مشن مکمل کرنے اور اس طلسم کو توڑنے کا عزم رکھتا تھا کہ ایکسٹو اور عمران کے ملک میں کوئی غیر ملکی ایجنٹ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ وہ اپنے مشن میں کامیاب رہا لیکن عمران کے مقابلے میں دم دبا کر بھاگ نکلا تھا اور پھر جب عمران نے جواب آں غزل کے مصداق کافرستان کا رخ کیا تو کیپٹن ریوند لال کی ساری سپر آجینٹی اور ناقابل تسخیر ہونے کا دعویٰ خاک میں مل گیا اور وہ عمران سے زندگی کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو گیا۔ کیا عمران نے اسے معاف کر دیا۔ کیا عمران اور اس کے ساتھی اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ اس کا جواب تو آپ کو ناول پڑھ کر ہی

مل سکے گا۔

ناول پڑھیے اور پڑھنے کے بعد خط کے ذریعے اپنی تنقید، تبصروں اور آراء سے مجھے مطلع کیجئے کہ آپ کی تنقید سے میرے قلم کو نئے نئے راستے ملتے ہیں اور میرے ذہن کی آبیاری ہوتی رہتی ہے۔ شکریہ

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

صفدر شاہین

جس کے ناول، مابعدِ انجسٹ، بچوں کی کہانیاں، عمران میر نے
آئیڈیل پبلیک لا ڈسٹریبیوٹرز
0301-7283296
0334-9630911 عظیم احمد طارق

جولیا کے ذہن پر بوریٹ سوار تھی۔ وجہ اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ کوئی کیس نہ ہونے کے سبب سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبرز کی طرح وہ بھی بے کار تھی۔ سارا دن فلیٹ میں گزارنا اور صرف کھانا کھانے کے لئے ہوٹل تک جانے آنے کے سوا اس کے پاس کوئی کام نہ تھا۔ اس یکسانیت اور تنہائی نے اس پر اکتاہٹ طاری کر دی تھی۔ آج بھی وہ اسی کیفیت میں مبتلا تھی اور سوچ رہی تھی کہ کیوں نہ چند دن کی رخصت لے کر باہر سیر و تفریح کے لئے چلی جائے لیکن پھر اسے خیال آیا کہ کسی سانھی کے بغیر تنہا ملک سے باہر جانے کی ایکسٹو اجازت نہیں دے گا اس لئے عمران اور صفدر کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہئے تاکہ ملک سے باہر اسے تنہائی کا احساس نہ ہو چنانچہ اس نے میز پر رکھے فون کا رسیور اٹھایا اور صفدر کے نمبر

پریس کرنے لگی۔
 ”ہیلو۔ صفدر بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر صفدر کی آواز سنائی دی۔

”جولیا بول رہی ہوں صفدر“..... جولیا نے مسکرا کر کہا۔
 ”السلام علیکم مس جولیا۔ کیسے مزاج ہیں“..... دوسری طرف سے صفدر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ وہ جولیا کا بے حد احترام کرتا تھا۔ اس کی تین اہم وجوہات تھیں کہ اول تو جولیا ایک عورت تھی۔ دوسرا وہ اپنے وطن کو فراموش کر کے پاکیشیا کی خدمت کے لئے خود کو وقف کر چکی تھی اور تیسری وجہ سیکرٹ سروس میں جولیا کی بطور ڈپٹی چیف حیثیت تھی۔

”مزاج ٹھیک نہیں ہے۔ بے کاری کے سبب یکسانیت اور بوریت کا شکار ہوں اس لئے میں نے چند دن بیرون ملک تفریح کے لئے جانے کا پروگرام بنایا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ تم میرے ساتھ چلو تا کہ تنہائی محسوس نہ ہو“..... جولیا نے کہا۔
 ”بہتر۔ میں تیار ہوں لیکن کیا آپ نے چیف سے اجازت لی ہے“..... صفدر نے پوچھا۔

”نہیں۔ لیکن اب لے لوں گی“..... جولیا نے مسکرا کر کہا۔
 ”مجھے تو امید نہیں ہے کہ ملکی صورت حال کے پیش نظر چیف آپ کو بیرون ملک جانے کی اجازت دے البتہ عمران صاحب سفارش کریں تو شاید چیف مان جائے“..... دوسری طرف سے صفدر

نے کہا۔
 ”پھر تو میں ابھی اسے فون کرتی ہوں لیکن اس احمق نے ہمارے ساتھ جانے کی شرط رکھی تو پھر“..... جولیا نے کہا۔
 ”اگر وہ ساتھ جائیں تو اور بہتر ہے۔ وقت اچھا گزر جائے گا“۔ صفدر کی آواز سنائی دی۔

”لیکن وہ بے وقوف بہت تنگ کرتا ہے۔ اپنے ساتھ ہمیں بھی تماشا بنا ڈالے گا“..... جولیا نے مصنوعی غصے سے کہا۔ وہ خود بھی چاہتی تھی کہ عمران بھی اس کے ساتھ جائے کیونکہ وہ عمران کو اپنی نگاہوں سے دور رکھنا برداشت نہیں کر سکتی تھی حالانکہ وہ جانتی تھی کہ عمران سنگدل محبوب ہے اور اس کی محبت کا مذاق اڑاتا ہے۔

”چیف سے اجازت لینے کے لئے عمران صاحب کو ساتھ لے جانے میں کوئی حرج تو نہیں ہے مس جولیا۔ بے شک بعض اوقات وہ بہت ادور ہو جاتے ہیں لیکن برداشت کرنا پڑتا ہے۔ وہ مجموعی طور پر بے حد اچھے آدمی ہیں“..... صفدر نے ہنس کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم کہتے ہو تو میں اسے ساتھ چلنے کی دعوت دے دیتی ہوں۔ او کے“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور کریڈل پریس کر دیا۔ ٹون آنے پر وہ دوبارہ نمبر پریس کرنے لگی۔

”ہیلو۔ ماموں کا انجن بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر ایک بھاری آواز سنائی دی۔
 ”سوری۔ رائنگ نمبر“..... جولیا جلدی سے کریڈل پریس کر کے

رابطہ منقطع کرنے کے بعد دوبارہ نمبر پریس کرنے لگی۔

”یس سر۔ بلو گجر اسپیکنگ۔ آج شام آپ کو کتنے ڈرم دودھ بھیجا جائے“..... رابطہ قائم ہونے پر کسی بوڑھے کی بلغم زدہ آواز سنائی دی تو جولیا نے منہ بنایا اور ٹیلی فون ایکسچینج والوں کی کوتاہی پر افسوس کرتے ہوئے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔ نجانے کیوں غلط نمبر مل رہا تھا۔ دفعتاً اسے خیال آیا کہ شاید نمبر ملانے میں اسی سے غلطی ہوئی ہے چنانچہ اس نے رسیور اٹھایا اور پوری توجہ سے عمران کے نمبر پریس کرنے لگی۔

”ہیلو۔ علی عمران بمعہ اہل خانہ بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد عمران کی سدا بہار آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ شکر ہے نمبر مل گیا“..... جولیا نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کیا۔ آپ ہوش میں تو ہیں محترمہ۔ آپ کو ایک نمبر بھی نہیں مل سکتا۔ نمبر ایسے ہی نہیں مل جایا کرتے۔ ایک ایک نمبر کے لئے جان مارنا پڑتی ہے۔ کتابوں سے لڑنا پڑتا ہے اور پھر امتحان دینا پڑتا ہے۔ میرا خیال ہے پہلے آپ رشوت دے کر نمبر حاصل کرتی رہی ہیں لیکن اب نہ تو رشوت سے نمبر ملتے ہیں اور نہ امتحان میں کامیابی البتہ آپ امتحان کے بغیر ڈگری حاصل کر کے باسانی ایکشن لڑ سکتی ہیں بعد میں ڈگری جعلی ثابت ہو بھی گئی تو صرف اسمبلی کی سیٹ ہاتھ سے جائے گی لیکن میڈیا سے بے پناہ شہرت ملے گی۔ ہر

ٹی وی چینل پر آپ ہی نظر آئیں گی اور اگر آپ نے میڈیا کی آزادی کے حق میں بات کی تو میڈیا آپ کی جعلی ڈگری کو اصل ڈگری ثابت کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگا دے گا“..... دوسری طرف سے عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”بس کرو احمق آدمی۔ میں جولیا بول رہی ہوں“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ جولیا۔ جولیا سوڈا واٹر یا بلیک واٹر“..... عمران کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”بکو مت۔ کیا کر رہے ہو“..... جولیا نے اسے ڈانٹتے ہوئے پوچھا۔

”تمہیں یاد کر رہا تھا کیونکہ کنفیوشس نے کہا تھا“..... عمران نے دوسری طرف سے کہا۔

”سنو۔ ایک کام کرو“..... جولیا نے جلدی سے اس کی بات کاٹ دی۔

”حکم مت دو۔ ذرا پیار سے یوں کہو۔ میرا ایک کام کر دو نا۔ اپنا فلیٹ میرے نام کر دو نا“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تفریح کے لئے کہیں جانے کا موڈ ہے تمہارا“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بالکل ہے بلکہ میں تیاری کر چکا ہوں تمہارے فلیٹ پر جانے کی۔ چند منٹ میں پہنچ جاؤں گا“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”بکومت۔ میں تم سے ملک سے باہر جانے کے لئے پوچھ رہی ہوں۔ میرے ساتھ چلو گے“..... جولیا نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”ارے تمہارے ساتھ ملک سے باہر تو کیا، دنیا سے باہر بھی جا سکتا ہوں جولیا“..... عمران کی چپکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”جہنم میں جاؤ“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میرا مطلب بھی یہی ہے کیونکہ دنیا سے باہر صرف جنت اور جہنم ہی ایسی جگہیں ہیں جہاں جانے کے لئے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوتا اور نہ وہاں پہنچنے کے لئے طویل سفر کرنا پڑتا ہے، ایک لمحہ میں انسان وہاں پہنچ جاتا ہے۔ بولو کہاں جانا ہے“..... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”کیا تم سنجیدہ نہیں ہو سکتے“..... جولیا نے دانت پیس کر کہا۔

”سنجیدہ ہو گیا تو پھر بچوں کو یہیں چھوڑ کر جانا پڑے گا“۔ عمران نے جواب میں کہا

”کون سے بچے“..... جولیا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”وہی جو ہماری شادی کے بعد پیدا ہوں گے اور اگر تم نے انہیں ساتھ لے جانے پر اصرار کیا تو سکول سے چھٹی کرانا پڑے گا ورنہ غیر حاضری کے سبب سکول سے ان کا نام کٹ جائے گا۔ نا کٹ گیا تو“..... عمران کی آواز سنائی دی۔

”کیا تم شادی کے لئے تیار ہو“..... جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔

”نہیں تو۔ میں صرف تمہارے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں“..... عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تیار ہو جاؤ۔ میں چیف سے چند دن کی رخصت لے کر دوبارہ تمہیں فون کرتی ہوں“..... جولیا نے مسکرا کر کہا۔

”بہتر۔ اتنی دیر میں، میں تمہاری رخصتی کا گیت گاتا ہوں۔ چلی رے چلی رے چلی رے، جولیا دیس پیا کے چلی رے۔ ویسے چیف تمہیں ملک سے باہر جانے کی اجازت مشکل سے ہی دے گا“۔ عمران نے کہا۔

”کیوں۔ آج کل کوئی کیس تو ہے نہیں، پھر چیف کیوں اجازت نہیں دے گا“..... جولیا نے چونک کر کہا۔

”اس لئے کہ تمہارے وجود سے ہے سیکرٹ سروس میں رنگ۔ ٹرائی کر کے دیکھ لو“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”میں چیف کو فون کرتی ہوں۔ اگر وہ نہ مانا تو تم کوشش کرنا“۔ جولیا نے مسکرا کر کہا۔

”نہیں۔ میں سیکرٹ سروس کا ممبر نہیں ہوں کہ تمہارا چوہا میری بات مان لے“..... عمران کی آواز سنائی دی۔

”اچھا اچھا۔ زیادہ بہانے مت بناؤ۔ میں چیف سے بات کرتی ہوں۔ مجھے یقین ہے وہ میری بات مان لے گا“..... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

”کیوں نہیں مانے گا۔ وہ تمہارے ماموں کی خالہ کا بھتیجا ہے

نا..... عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”بکو مت۔ وہ میرا چیف ہے“..... جولیا نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا اور اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا اس نے کریڈل پر لیس کر دیا۔ دوبارہ ٹون آنے پر اس نے ایکسٹو کے نمبر پر لیس کئے اور انتظار کرنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں ایکسٹو خفا نہ ہو جائے۔

”لیس۔ ایکسٹو“..... چند سیکنڈ بعد رابطہ قائم ہونے پر ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”جولیا بول رہی ہوں چیف“..... جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”لیس جولیا۔ خیریت تو ہے“..... ایکسٹو نے نرمی سے کہا تو جولیا کو حوصلہ ہوا۔

”میں تفریح کے لئے چند دن ملک سے باہر جانا چاہتی ہوں چیف۔ مجھے ایک ہفتہ کی رخصت چاہئے۔ آج کل کوئی کیس تو ہے نہیں۔ بے کاری کے سبب اکتاہٹ کا شکار ہوں“..... جولیا نے کہا۔

”واقعی ان دنوں کیس کوئی نہیں ہے اور تمہاری طرح یقیناً دوسرے ممبرز بھی بور ہو رہے ہوں گے“..... ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

”لیس سر۔ صفر کو بھی میں نے اپنے ساتھ جانے پر آمادہ کر لیا ہے“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے اس کے جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن آج کل ملکی حالات بھی خراب ہیں اور سیاسی صورت حال بھی پیچیدہ ہے۔ ان حالات سے دہشت گرد فائدہ اٹھا رہے ہیں“..... ایکسٹو نے نہایت نگہبیر لہجے میں کہا۔

”لیس چیف۔ حالات تو واقعی خراب ہیں لیکن جیسے ہی کوئی کیس شروع ہوا میں فوراً واپس آ جاؤں گی“..... جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم دارالحکومت کی حدود میں جہاں چاہو جا سکتی ہو لیکن میں تمہیں باہر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا“..... ایکسٹو نے کہا۔

”لیکن چیف میں میں ملک سے باہر تفریح کے لئے جانا چاہتی ہوں“..... جولیا نے جلدی سے کہا۔

”جولیا۔ تمہیں پتا ہے میں اپنے الفاظ دہرانے کا عادی نہیں ہوں۔ یہ قطعاً ضروری نہیں ہے کہ تفریح صرف اپنے ملک سے باہر ہی ہو سکتی ہے۔ دوسرے ممالک سے ہزاروں لاکھوں لوگ سیر و تفریح کے لئے پاکیشیا آتے ہیں کیونکہ یہاں ہر قسم کی تفریحات میسر ہیں۔ بے شمار ایسے تفریحی مقامات ہیں جن کا تم نے صرف نام سنا ہے، دیکھے نہیں ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھو کہ نہ تم بیورو کریٹ ہو اور نہ سیاستدان بلکہ پاکیشیا کے سب سے اہم ادارے سیکرٹ سروس کی ڈپٹی چیف ہو۔ اس لحاظ سے تمہیں اپنی ذمے

”بکومت۔ چیف نے اجازت نہیں دی“..... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

”کوئی بات نہیں، ہم کورٹ میرج کر لیں گے۔ وہاں کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں پڑتی، بس دولہا دلہن کا راضی ہونا ضروری ہے یعنی میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی“..... عمران کی چپکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”اجتہاد آدمی۔ چیف نے جانے کے لئے رخصت نہیں دی۔“ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”لغت ہے اس چوہے پر۔ میں یہاں چیچ چیچ کر رخصتی کے گیت گا رہا ہوں اور اس نے تمہیں رخصت کرنے سے انکار کر دیا۔ ارے میں نے اپنا بوریا بستر بھی پیک کر لیا تھا اور سلیمان سے بھی کہہ دیا تھا کہ وہ کسی اور فلیٹ میں نوکری کر لے“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تم نے سلیمان سے کیوں کہا ہے“..... جولیا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”ظاہر ہے ایک میان میں دو تلواریں رکھوں گا تو ان کے آپس میں ٹکراؤ سے نقصان تو میرا ہی ہوگا۔ سلیمان ابھی سے میری شادی کی مخالفت کر رہا ہے۔ تم اس کی جگہ کچن سنبھالو گی تو وہ کیسے برداشت کر سکے گا“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”شٹ اپ۔ شرم نہیں آتی تمہیں بکواس کرتے ہوئے۔“ جولیا

داریوں کا احساس ہونا چاہئے اس کے باوجود بھی تمہارے ذہن پر باہر جانے کا بھوت سوار ہے تو بے شک جاؤ، میں تمہارا استغفی منظور کر لوں گا۔ دیش آل“..... ایکسٹو نے مسلسل بولتے ہوئے انتہائی سر دلہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا مگر جولیا کو گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔ وہ کئی لمحوں تک رسیور کان سے لگائے ساکت بیٹھی رہی اور اس کے دماغ میں ایکسٹو کا یہ جملہ ہتھوڑے کی طرح ضرر میں لگتا رہا کہ میں تمہارا استغفی منظور کر لوں گا۔ گویا وہ استغفی دے کر ہی اپنا شوق پورا کر سکتی تھی۔ ایکسٹو کا ایک ایک لفظ درست تھا اور وہ اس بات پر ندامت محسوس کر رہی تھی کہ اس نے سیکرٹ سروس میں اپنے کردار کو کیوں فراموش کر دیا تھا۔

دفعتاً اسے عمران کا خیال آ گیا تو اس نے کریڈل پریس کیا اور ایک لمحہ بعد عمران کے فلیٹ کے نمبر پریس کرنے لگی تاکہ اسے ایکسٹو کے جواب سے مطلع کرنے کے بعد صفدر کو بھی اطلاع کر دے۔

”ہیلو۔ عمران بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد عمران کی آواز سنائی دی۔

”جولیا بول رہی ہوں۔ کیا تم تیار ہو گئے ہو“..... جولیا نے مسکرا کر کہا۔

”میں تو تیار ہوں البتہ ابھی قاضی کا انتظام کرنا باقی ہے۔“ عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بقول غالب۔ پہلے آتی تھی ہر بات پر شرم مگر اب نہیں آتی۔ کیونکہ کنفیوشس کے قول سے ثابت ہو چکا ہے کہ شادی کے معاملے میں شرم کرنے والے کبھی کامیاب باپ نہیں بن سکتے۔ ماضی پر غور کرو۔ اگر ہمارے والدین شرم و حیا میں ڈوب کر شادیاں نہ کرتے اور کنوارے ہی رہتے تو کیا ہوتا“..... عمران نے بحث کرتے ہوئے کہا۔

”تم ہی بتاؤ کیا ہوتا“..... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

”نہ تو ہوتی، نہ میں ہوتا۔ ایکسٹو ایکسٹو نہ ہوتا کوئی گدھا ہوتا۔“

عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو جولیا کو غصہ آ گیا۔

”بکو مت۔ شرم نہیں آتی چیف کو گدھا کہتے ہوئے“..... جولیا

نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ہمیں گدھا بناتے ہوئے تمہارے چیف کو شرم کیوں نہیں

آتی۔ وہ ہمیں گدھا سمجھ کر ہر کیس کا بوجھ ہم پر ڈال دیتا ہے اور ہم

مجرموں کی تلاش میں ڈھینچوں ڈھینچوں کرنے لگتے ہیں۔ کتنے عرصہ

سے وہ چوہے کی طرح ہیڈ کوارٹر میں چھپا بیٹھا ہے اور سارا کیس

ہمیں حل کرنا پڑتا ہے مگر کیس کے اختتام پر ہمارا شکریہ ادا کرنے

کی بجائے اس طرح کیس کی تفصیلات بتاتا ہے جیسے وہ ہر ممبر کے

ساتھ ساتھ بھاگتا رہا تھا“..... عمران کی تلخ آواز سنائی دی۔

”بس خاموش ہو جاؤ۔ میں آ رہی ہوں“..... جولیا نے سخت

لہجے میں کہا۔

”لگ۔ کیوں۔ میں نے کوئی جرم تو نہیں کیا“..... جواب میں

عمران کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی تو جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

”میں تمہارے ساتھ لہجے کروں گی گدھے“..... جولیا نے ہنستے

ہوئے کہا۔

”سوری۔ تم گدھے کے ساتھ لہجے کر سکتی ہو لیکن میں کسی گدھے

کے ساتھ لہجے کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ تم اپنے گدھے چیف کے

ساتھ لہجے کرو جس کے خلاف تم میری کوئی بات برداشت نہیں

کرتیں“..... عمران نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”پہلے تو تم نے اسے چوہا کہا ہے“..... جولیا نے بے اختیار

مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں لیکن تمہارے پہنچنے تک چوہا بڑھ کر گدھے جتنا ہو چکا ہو

گا“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”بکو مت۔ میں پندرہ منٹ میں تمہارے فلیٹ پہنچ رہی

ہوں۔“ جولیا نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا اور فون کا رسیور رکھ دیا اور

پھر صوفے سے اٹھ کر جانے کی تیاری کرنے لگی۔ تیاری کے دوران

ہی اسے خیال آیا کہ صدر اس کی کال کا انتظار کر رہا ہو گا چنانچہ وہ

بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آئی تاکہ صدر کو پروگرام کینسل

ہونے کی اطلاع دے لیکن اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ جولیا سمجھ

گئی کہ صدر انتظار سے اکتا کر خود ہی اسے فون کر رہا ہے چنانچہ

اس نے آگے بڑھ کر رسیور اٹھالیا۔

”ہیلو۔ جولیا بول رہی ہوں“..... جولیا نے کہا۔

”ایکسٹو“..... دوسری طرف سے خلاف توقع ایکسٹو کی آواز

سنائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑی۔

”یس چیف۔ حکم فرمائیں“..... جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیا تم نے صفدر کو اطلاع دے دی ہے کہ تمہیں ملک سے

باہر جانے کی اجازت نہیں ملی“..... ایکسٹو نے پوچھا۔

”نوسر۔ اب فون کرنے لگی تھی کہ آپ کی کال آگئی“..... جولیا

نے جواب میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اب اطلاع دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم تمام

ممبرز کو الرٹ کر دو“..... ایکسٹو نے کہا۔

”رائٹ سر۔ کیا کوئی کیس شروع ہو چکا ہے“..... جولیا نے

چونکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اسی لئے میں نے تمہیں کہا تھا کہ کسی وقت بھی تمہاری

ضرورت پڑ سکتی ہے۔ باقی ہدایات بعد میں دوں گا۔ دیش آل“۔

ایکسٹو نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جولیا

نے بھی گہرا سانس لیا اور رسیور رکھ دیا۔

رات کے دو بجے بستی نما گاؤں کا زمیندار سردار ہاشم اپنے گھر میں بے تابی سے ٹہل رہا تھا۔ دوسرے کمرے میں اس کی بیوی اور بچے سو رہے تھے۔ گھر میں اور کوئی نہ تھا۔ ہاشم وقفہ وقفہ سے اپنی ریٹ وائچ پر نگاہ ڈال رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسے کسی مخصوص وقت کا انتظار تھا ورنہ شدید سردی میں محض ایک گرم چادر اوڑھ کر لحاف سے باہر وقت گزارنا عقلمندی نہیں تھی۔ ہاشم پاکیشیا کی شمالی سرحدوں کے قریب واقع اس پہاڑی گاؤں کا سردار تھا۔ یہ سرداری اسے وراثت میں ملی تھی کیونکہ اس کا باپ ریشم خان بھی مرنے سے پہلے گاؤں کا سردار تھا اور اسی نے گاؤں کا نام ریشم خیل رکھا تھا۔ ریشم خیل کی آبادی چالیس پچاس گھروں پر مشتمل تھی۔ اس گاؤں سے آگے پہاڑی جنگل تھا اور جنگل کی دوسری طرف کا علاقہ کافی دشوار گزار تھا۔ بلند پہاڑوں اور خطرناک کھائیوں سے گھرا جنگل

گیا۔ جگنو صرف پانچ مرتبہ ٹٹمایا اور اس کی روشنی غائب ہو گئی تو ہاشم نے فوراً نارچ کا رخ درختوں کی سمت میں کر کے پانچ مرتبہ نارچ جلائی بجھائی اور پھر نارچ جیب میں رکھ لی۔ ستاروں کی مدھم روشنی میں چند لمحوں بعد اس جانب چند انسانی ہیولے حرکت کرتے دکھائی دینے لگے۔ جلد ہی وہ ہیولے قریب آتے چلے گئے۔ یقیناً وہ چھ افراد تھے جو ایک قطار میں دائیں بائیں مڑتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور ان کا رخ مکان کی طرف ہی تھا۔ چند لمحوں بعد وہ افراد مکان کے قریب پہنچے اور پھر کھڑکی کے پاس رک گئے۔ سب سے اگلا شخص دوسروں کی نسبت زیادہ قد آور تھا۔

”سردار ہاشم“..... اس دراز قامت شخص نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”ہاں۔ اندر آ جاؤ“..... سردار ہاشم نے سر ہلاتے ہوئے آہستہ سے کہا اور کھڑکی پوری کھول کر ایک طرف ہٹ گیا۔ دراز قامت شخص اور اس کے پانچوں ساتھی ایک ایک کر کے کھڑکی کے راستے اندر آ گئے تو سردار ہاشم نے کھڑکی بند کر کے جیب سے پنسل نارچ نکالی اور روشن کر کے سوچ بورڈ بٹن پریس کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے کمرے میں بلب کی روشنی پھیل گئی اور سردار ہاشم نے نارچ بجھا کر جیب میں رکھنے کے بعد اندر آنے والے افراد کا غور سے جائزہ لیا۔ وہ سب افراد گرم اور لمبے اوور کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان کے لباس اور شکلیں انہیں سرحدی باشندے ظاہر کر رہی تھیں۔ دراز

سرحد تک پھیلا ہوا تھا۔ گاؤں میں سب سے بڑا مکان سردار ہاشم کا ہی تھا۔ علاقے میں بجلی نہیں تھی اور پورا گاؤں تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا لیکن سردار ہاشم کا گھر روشن تھا۔ اس نے گھر میں جزیئر نصب کر رکھا تھا جس سے ٹیلی وژن، استری اور دوسرے برقی آلات چلائے جاتے تھے۔ گاؤں کے دوسرے گھروں سے الگ تھلگ اور بستی کے آخری سرے پر واقع یہ مکان نسبتاً بلندی پر اور اس کا فرنٹ جنگل کے رخ پر تھا۔ سردار ہاشم کا چھوٹا بھائی شہر میں رہتا تھا اور پولیس انسپکٹر تھا۔ گاؤں سے لے کر سرحدی فورس کی چوکی تک کا علاقہ اسی کے تھانے کی حدود میں تھا جبکہ شہر کی جانب واقع سیکورٹی فورس کی چوکی کا انچارج سردار ہاشم کے بھائی قاسم خان کا گہرا دوست تھا۔

جیسے ہی سردار ہاشم کی گھڑی پر سوا دو بجے، اس نے رک کر اپنی جیب سے پنسل نارچ نکالی اور کمرے کی عقبی دیوار کی طرف بڑھ گیا وہاں کھڑکی کے قریب ہی دیوار پر سوچ بورڈ نصب تھا۔ سردار ہاشم نے بورڈ کا ایک بٹن پریس کیا تو کمرے میں گہری تاریکی پھیل گئی اور اس نے آہستہ سے کوئی آواز پیدا کئے بغیر کھڑکی آدھی کھول دی۔ دوسری جانب تاریکی اور ویرانی کا راج تھا۔ کھڑکی سے چند فٹ آگے چند قدم تک ڈھلان تھی اور پھر اس طرف واقع جنگل شروع ہو جاتا تھا۔ سردار ہاشم چند لمحوں تک کھڑکی کی سیدھ میں جنگل کے ابتدائی درختوں کی جانب ٹٹمکی باندھے دیکھتا رہا اور پھر ان درختوں کے پاس ایک جگنو سا ٹٹمانے لگا تو ہاشم یکدم الارٹ ہو

پیالیاں مہمانوں کے سامنے رکھنے لگا۔

”ہمارا پروگرام ہے کہ صبح کی روشنی پھیلنے اور بستی والوں کے بیدار ہونے سے پہلے ہی ہم یہاں سے آگے نکل جائیں“..... شمریز خان نے کہا۔

”لیکن تم نے تو کہا تھا کہ ایک دن یہاں ٹھہرو گے اور دوسری رات آگے جاؤ گے“..... سردار ہاشم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کہا تو تھا لیکن میرے مہمان جلد از جلد شہر پہنچنا چاہتے ہیں۔ انہیں ان کی منزل پر پہنچا کر مجھے واپس جانا ہے“..... شمریز خان نے جواب میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے تم لوگوں کی مرضی لیکن میں اس وقت تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا“..... سردار ہاشم نے کہا اور ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کیوں سردار۔ اس وقت جانے میں کیا حرج ہے“..... شمریز خان نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”دراصل میں راستے میں ملنے والوں کو یقین نہیں دلا سکوں گا کہ تم میرے مہمان ہو۔ گاؤں کی روایت کے مطابق مہمانوں کو شدید سردی میں رات کے وقت گھر سے رخصت نہیں کیا جاتا اور اسے نہایت معیوب سمجھا جاتا ہے اور میزبان پر بھی شبہ کیا جاتا ہے“۔ سردار ہاشم نے کہا تو شمریز خان نے دائیں جانب بیٹھے ساتھی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

قامت کے چہرے پر گھنی داڑھی مونچھیں تھیں اور وہ ادھیڑ عمر شخص تھا لیکن اس کے باقی ساتھی نوجوان نظر آ رہے تھے۔

”شمریز خان۔ آپ لوگ بیٹھیں۔ آپ لوگوں کے لئے قہوہ تیار ہے“..... سردار ہاشم نے شمریز خان سے مسکرا کر کہا تو شمریز خان اور اس کے ساتھی آگے بڑھے اور میز کے گرد رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”سردار ہاشم۔ کوئی خطرہ تو نہیں ہے“..... شمریز خان نے سردار ہاشم سے سے پوچھا۔

”نہیں شمریز خان۔ اب آپ لوگ میرے پاس پہنچ چکے ہیں، اس لئے کسی خطرے کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرے کمرے میں آپ لوگوں کے لئے بستر تیار ہیں۔ قہوہ پی کر آپ آرام کریں“۔ سردار ہاشم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمہارے گھر والے کہاں ہیں“..... شمریز خان نے کہا۔

”ان کا کمرہ الگ ہے مگر میرے بیوی بچے سو رہے ہیں۔ ان کے سوا یہاں کوئی نہیں رہتا۔ بستی والوں کے مکان بھی یہاں سے دور ہیں“..... سردار ہاشم نے جواب میں کہا اور میز پر رکھا پہلے سے تیار قہوے کا تھرماس اٹھا کر پیالیوں میں قہوہ ڈالنے لگا۔

”ٹھیک ہے سردار ہاشم البتہ ہمارا آرام کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے“..... شمریز خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیوں“..... سردار ہاشم نے چونک کر کہا اور قہوہ کی

تک جانے کے لئے خچر استعمال کئے جاتے ہیں۔ میرے پاس کافی تیز رفتار اور طاقتور خچر ہیں“..... سردار ہاشم نے قدرے ادب سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے لیکن راستے میں ملنے والوں کو ہمارے بارے میں کیسے مطمئن کرو گے“..... باس نے پوچھا۔

”اول تو عام لوگ مجھ سے پوچھنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتے کیونکہ میں گاؤں کا سردار ہوں اور سب لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں۔ کسی نے پوچھا بھی تو یہی بتاؤں گا کہ آپ لوگ میرے قریبی عزیز ہیں اور گاؤں میں ہی رہتے ہیں۔ راستے میں پولیس نے پوچھ گچھ کی تو میرے بھائی قاسم خان کا نام سن کر ہی مطمئن ہو جائے گی۔ وہ پولیس انسپکٹر ہے“..... سردار ہاشم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔ اس کی ڈیوٹی کس علاقے میں ہے“..... باس نے چونک کر کہا۔

”گاؤں سے لے کر پہلی چیک پوسٹ تک رات کے وقت وہ اسی علاقے میں گشت پر ہوتا ہے۔ اگلی چیک پوسٹ کا انچارج اس کا گہرا دوست ہے۔ آپ لوگوں کا سفر ہر طرح سے بے خطر طے ہو گا۔“ سردار ہاشم نے جواب میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جب تم پولیس کو مطمئن کر سکتے ہو تو اسی وقت ہمارے ساتھ چلو۔ ہمارے لئے دن کی نسبت رات کا سفر زیادہ بہتر ہے اس کے لئے تمہیں مزید ایک لاکھ روپے دیئے جاسکتے ہیں۔

”سردار ٹھیک کہہ رہا ہے شمریز خان“..... کشادہ پیشانی اور چمکدار آنکھوں والے ایک شخص نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو اس کے باقی ساتھیوں نے چونک کر اس آدمی کی طرف دیکھا اور اس شخص نے انہیں آنکھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کر دیا۔

”ٹھیک ہے باس“..... شمریز خان نے مودبانہ لہجے میں اس آدمی سے کہا۔

”سردار کی خدمت کا شکریہ ادا کر دو شمریز“..... اس شخص نے شمریز خان سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو سردار ہاشم سمجھ گیا کہ وہ آدمی جسے شمریز خان نے باس کہا تھا، ان لوگوں کا لیڈر ہے۔ باس کا حکم سن کر شمریز خان نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر کرنسی نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور سردار ہاشم کی طرف بڑھا دی۔

”چیک کر لو سردار۔ پورے ایک لاکھ ہیں“..... شمریز خان نے کہا تو سردار ہاشم نے گڈی لے کر اپنی جیب میں رکھ لی۔

”مجھے تم پر بھروسہ ہے شمریز خان“..... سردار ہاشم نے مسکرا کر کہا۔

”سردار ہاشم۔ تمہارے کہنے پر ہم آج رات آرام کرتے ہیں لیکن صبح ہمیں لازماً روانہ ہونا ہے۔ سفر کے لئے تمہارے پاس کیا انتظام ہے۔ کوئی گاڑی ہے“..... باس نے سردار ہاشم کو مخاطب کر کے نرم لہجے میں کہا۔

”گاڑی تو میرے پاس نہیں ہے جناب۔ یہاں سے پختہ سڑک

بولو۔“ باس نے سر ہلاتے ہوئے کہا تو سردار ہاشم سوچ میں پڑ گیا۔
 ”ٹھیک ہے جناب۔ اگر آپ کا اصرار ہے تو میں تیار ہوں لیکن
 راستے میں گشت کرنے والی پولیس پارٹی کو بھی نذرانہ دینا پڑے؟
 تاکہ وہ کوئی اعتراض یا رکاوٹ پیدا نہ کر سکے“..... چند لمحوں بعد
 سردار ہاشم نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔

”شمیر خان۔ اسے دو پیکٹ اور دے دو۔ ایک اس کے لئے
 اور دوسرا پولیس کا نذرانہ“..... باس نے شمیر خان کی طرف دیکھ کر
 کہا تو شمیر خان نے جیب سے نوٹوں کی دو گڈیاں نکال کر سردار
 ہاشم کے حوالے کر دیں اور سردار ہاشم کی آنکھیں خوشی سے چمکنے
 لگیں۔

”آپ لوگ چند منٹ انتظار کریں میں خچروں کا انتظام کر کے
 آتا ہوں“..... سردار ہاشم نے دونوں گڈیاں جیب میں ٹھونٹے
 ہوئے کہا اور کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ
 دروازہ کھول کر باہر گیا اور دروازہ بند ہو گیا۔

”بہت حریص آدمی ہے“..... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد شمیر
 خان نے آہستہ سے کہا۔

”میں نے پہلے ہی اندازہ کر لیا تھا کہ وہ مزید رقم کے لالچ میں
 اسی وقت سفر کے لئے آمادہ ہو جائے گا“..... باس نے مسکرا کر کہا۔
 ”باس۔ میرا خیال ہے کہ پولیس کو رشوت دینے کا محض بہانہ
 ہے اور وہ نذرانے کی رقم بھی اپنے پاس رکھے گا“..... سامنے والی

کرسی پر بیٹھے آدمی نے کہا۔
 ”تم ٹھیک کہتے ہو لیکن تین لاکھ روپے میں سے وہ ایک روپیہ
 بھی خرچ نہ کر سکے گا“..... باس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔
 ”اوہ۔ میں سمجھا نہیں باس“..... شمیر خان نے چونکتے ہوئے
 کہا۔

”میں نے پروگرام تبدیل کر دیا ہے۔ میں ذرا اس کے بیوی
 بچوں کو دیکھتا ہوں“..... باس نے کہا اور کرسی سے اٹھ کر درمیانی
 دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ قریب پہنچ کر اس نے کوئی آہٹ پیدا
 کئے بغیر دروازہ کھولا اور دوسرے کمرے میں جھانکا۔ اندر نائٹ
 لیپ کی ہلکی روشنی میں دو چار پائیاں دکھائی دیں۔ ایک چار پائی پر
 خوبصورت اور نوجوان عورت سو رہی تھی جس نے گردن تک لحاف
 اوڑھا ہوا تھا۔ دوسری چار پائی پر یقیناً سردار ہاشم کے بچے تھے لیکن
 ان کے چہرے لحاف میں چھپے ہوئے تھے۔ باس دبے پاؤں کمرے
 میں داخل ہو گیا۔

شمیر خان اور اس کے باقی چاروں ساتھی خاموشی سے باس کا
 انتظار کر رہے تھے۔ تقریباً تین منٹ بعد باس کمرے سے باہر آیا
 اور دروازہ بند کر کے اپنی کرسی پر آ بیٹھا تو اس کے ساتھی اس کی
 طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگے لیکن باس نے ان سے کوئی
 بات نہ کی۔ تھوڑی دیر بعد کمرے کے عقب سے جانوروں کے چلنے
 کی آہٹیں بلند ہونے لگیں۔ یقیناً ہاشم خان خچروں کو لے آیا تھا۔

جانب پہنچے تو ہاشم خان نے جیب سے فلش لائٹ نارچ نکالی اور روشن کر لی۔ اس طرف چٹانوں کے درمیان جگہ جگہ گڑھے اور گہری کھائیاں تھیں۔ راستہ بھی پیچیدہ اور اتنا تنگ تھا کہ خچر برابر برابر نہیں چل سکتے تھے اس لئے وہ ایک قطار کی صورت میں آگے بڑھ رہے تھے۔ شمریز خان کا خچر سب سے پیچھے تھا اور اس کے آگے باس کا خچر تھا۔ شمریز خان نے ایک پنل نارچ روشن کر رکھی تھی۔ تقریباً نصف گھنٹہ کے بعد وہ بلند پہاڑوں کے درمیان پہنچ گئے۔ یہاں راستہ کافی کشادہ تھا۔ باس نے پلٹ کر شمریز خان کو ہاتھ سے قریب آنے کا اشارہ کیا تو شمریز خان اپنا خچر بڑھا کر اس کے قریب آ گیا اور باس آہستہ آواز میں شمریز خان کو اپنے آئندہ پروگرام کے بارے میں بتانے لگا۔

چند منٹ بعد وہ صحن کی جانب سے کمرے کا دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا تو باس اور اس کے ساتھیوں نے ہاشم کی طرف دیکھا۔

”اس طرف سے باہر چلیں“..... سردار ہاشم نے کھڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آہستہ سے کہا اور کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ باس اور اس کے ساتھی کرسیوں سے اٹھے اور کھڑکی کے پاس پہنچ گئے۔ سردار ہاشم نے سوئچ بورڈ کا ایک بٹن پریس کیا اور بلب بجھ گیا تو اس نے کھڑکی کھول دی۔ دوسری طرف چند قوی ہیکل خچر کھڑے تھے۔ سردار ہاشم نے ایک طرف ہٹ کر ان لوگوں کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا تو وہ سب باری باری کھڑکی پر چڑھ کر دوسری طرف اتر گئے۔ سردار ہاشم نے کھڑکی بند کی اور کمرے کا بلب دوبارہ روشن کر کے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

سردار ہاشم گھر سے نکل کر مکان کے عقب میں پہنچا تو باس اور اس کے ساتھی خچروں کے پاس کھڑے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کے آنے پر وہ سب ایک ایک خچر پر سوار ہو گئے۔ ساتویں خچر پر سردار ہاشم سوار ہوا اور ان لوگوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے اپنا خچر آگے بڑھا دیا۔ مکان کے عقب سے نکل کر وہ فرنٹ پر پہنچے اور مشرقی سمت میں روانہ ہو گئے۔ سردار ہاشم کا خچر سب سے آگے تھا۔ خچر سست رفتاری سے چلتے ہوئے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر واقع چٹانوں کے پاس پہنچے اور ان کے گرد گھوم کر دوسری

کے چند ممبرز بھی مہم پر گئے ہوئے ہیں لیکن ناصر کو ان کے مشن کی تفصیلات حاصل نہیں ہو سکی تھیں۔ اس رپورٹ سے عمران پریشان ہو گیا تھا کیونکہ رپورٹ نامکمل تھی اور اس سے یہ اندازہ کرنا بے حد مشکل تھا کہ کیپٹن ریوند لال کا خطرناک مشن کس نوعیت کا تھا جس پر اسے پاکیشیا بھیجا گیا اور وہ پاکیشیا پہنچ چکا تھا یا نہیں۔ یہ باتیں معلوم کرنا ایکسٹو کے ایجنٹ ناصر کے لئے آسان نہ تھا۔

رام رام ایجنسی کا فرستان سیکرٹ سروس کے مقابلے میں زیادہ پاور فل اور خطرناک تھی اور چند برس قبل قائم ہونے والی اس ایجنسی سے عمران اچھی طرح وقف تھا۔ کیپٹن ریوند لال کے بارے میں بھی عمران جانتا تھا کہ وہ نوجوان ایجنٹ کتنا ذہین اور عیار تھا۔ اگرچہ عمران کا اس سے کبھی ٹکراؤ نہیں ہوا تھا لیکن اس کی معلومات کے مطابق کیپٹن ریوند لال کے کئی خطرناک کارناموں کی بنا پر اسے سپر ایجنٹ کا درجہ دیا گیا تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ آج تک وہ کسی مشن میں ناکام نہیں ہوا تھا۔ کیپٹن ریوند لال کی شہرت اور کامیابیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عمران نے یہ اندازہ قائم کیا تھا کہ اس کا موجودہ مشن انتہائی خطرناک اور تباہ کن ہو گا چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ ناشتے کے بعد فوری طور پر اس معاملے کو دیکھے گا۔

”سلیمان۔ ذرا جلدی کرو۔ ناشتا کر کے مجھے جانا ہے۔“ عمران نے بلند آواز سے سلیمان کو مخاطب کر کے کہا۔

جولیا کو ایکسٹو کی آواز میں فون کرنے کے بعد عمران واپس سنگ روم میں آ بیٹھا اور ناشتے کا انتظار کرنے لگا لیکن اس کا ذہن چند منٹ پہلے ملنے والی اس اطلاع میں الجھا ہوا تھا جو اسے بلیک زیرو نے فون پر دی تھی۔ اسی اطلاع کی بنیاد پر اس نے جولیا کو حکم دیا تھا کہ وہ تمام ممبرز کو الارٹ رہنے کی ہدایات کر دے۔ بلیک زیرو نے عمران کو بتایا تھا کہ کافرستان میں موجود پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ایجنٹ ناصر علی سے ملنے والی رپورٹ کے مطابق کافرستان کی ایک خفیہ ایجنسی رام رام کا سپر ایجنٹ گزشتہ دو روز سے غائب تھا۔ ناصر علی کو اس کے مخبر سے اطلاع ملی کہ کیپٹن ریوند لال دارالحکومت میں موجود نہیں ہے تو ناصر نے اس کے بارے میں تحقیق کی اور بڑی مشکل سے اتنا معلوم ہو سکا کہ کیپٹن ریوند لال کسی خطرناک مشن پر پاکیشیا جا چکا ہے۔ اس سپر ایجنٹ کے ساتھ رام رام ایجنسی

”جلدی کرنا شیطان کا کام ہے صاحب اور میں شیطان نہیں سلیمان ہوں“..... سلیمان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو عمران کو حیرت ہوئی کہ سلیمان پہلی آواز پر ہی ناشتا لے کر آگیا تھا۔

”ارے۔ اتنی جلدی ناشتا لے آئے ہو۔ اتنی جلدی تو شیطان بھی نازل نہیں ہوتا۔ کہیں تم شیطان کے باپ تو نہیں ہو“۔ عمران نے کہا۔

”نہیں صاحب۔ میں باپ کیسے بن سکتا ہوں۔ ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی“..... سلیمان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”تو پھر شیطان تمہارا باپ ہو گا۔ اس کی تو شادی ہو چکی ہے نا“۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

”آپ کو زیادہ علم ہو گا۔ آپ تو اس کے چھوٹے بہنوئی تھے جب اس کی شادی ہوئی تھی“..... سلیمان نے ناشتا میز پر لگاتے ہوئے کہا۔

”کیا بک رہے ہو احق۔ میں نے شیطان کی مثال دی تھی۔ تم جواب میں یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ تمہارے پاس الہ دین کا چراغ ہے لیکن تم نے مجھے شیطان کا رشتہ دار بنا ڈالا“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں کیسے کہہ سکتا تھا صاحب۔ میرے پاس الہ دین کا کوئی چراغ نہیں ہے، صرف الہ دین کے یل والی نارچ ہے“..... سلیمان

نے جلدی سے کہا۔

”اوہ۔ تو تم نے نارچ سے اتنی جلدی ناشتا تیار کر لیا۔ کمال ہے“..... عمران حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں صاحب۔ تیار تو دو دن پہلے کیا تھا۔ آج تو صرف گرم کیا ہے“..... سلیمان نے مخصوص انداز میں کہا۔

”کیا۔ دو دن پہلے کا ناشتا۔ کجخت تم مجھے باسی ناشتے سے مارنا چاہتے ہو“..... عمران نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”نہیں صاحب۔ ناشتے سے بھلا کسی کو مارا جا سکتا تو لوگ پستول بندوق کیوں استعمال کریں“۔ سلیمان نے اطمینان سے کہا۔

”لیکن باسی ناشتے سے آدمی کو ہیضہ ہو جاتا ہے“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”تو بہ بھی۔ آپ بہت وہم کرتے ہیں صاحب۔ گزشتہ روز آپ کو کیوں ہیضہ نہیں ہوا حالانکہ کل جو آپ نے ناشتا کیا تھا وہ

چار دن پہلے تیار کیا تھا“..... سلیمان نے بے زاری سے سر جھٹک کر کہا تو عمران کی آنکھیں پھیل گئیں۔

”سلیمان کے بچے۔ اٹھاؤ یہ ناشتا۔ مجھے تازہ ناشتا چاہئے۔ تازہ مکھن، سلاکس اور انڈے“..... عمران نے یکدم غراتے ہوئے

کہا۔

”بالکل نامکن۔ آپ تو کیا اکیمریمیا جیسے طاقتور ملک کے صدر کو

بھی یہ چیزیں تازہ نہیں ملتیں“..... سلیمان نے نفی میں سر ہلاتے

ہوئے کہا۔

”اپنی بات کی دلیل دو۔ اگر تم ثابت نہ کر سکتے تو میں تم پر ایسا خوفناک حملہ کروں گا کہ تم فلیٹ سمیت تباہ ہو جاؤ گے“..... عمران نے دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے صاحب اور اگر میں نے ثابت کر دیا تو آئندہ آپ کو ایک ہفتہ کا باسی بیٹنگن کا بھرتہ اور دس دن کی پرانی باسی وال بھی کھانا پڑے گی۔ کیا آپ کو یہ شرط قبول ہے“..... سلیمان نے شوخ لہجے میں کہا۔

”بالکل قبول ہے۔ چاہے وہ ایک مہینہ کی باسی وال ہی ہو۔“ عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اچھا تو سنئے۔ ذیل روٹی جو میں نے آج صبح خریدی تھی، بیکری والے نے ایک دن پہلے تیار کی تھی، اس لحاظ سے وہ ایک دن کی باسی تھی۔ اسی طرح یہ دیسی مرغی کے انڈے جن کے بارے میں آپ کا خیال ہے کہ فارمی انڈوں سے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں، ایک ماہ کے باسی ہیں۔ کسان کی مرغی نے ایک مہینہ پہلے انڈے دینا شروع کئے تھے اور آپ کو پتا ہے کہ مرغی ایک دن میں ایک ہی انڈا دیتی ہے چنانچہ تیس دن میں کسان کے پاس تیس انڈے جمع ہوئے تب وہ انڈے شہر میں لے آیا اور بیکری والے کو دے گیا۔ میں نے پرسوں بیکری سے یہی انڈے خریدے تھے۔ ایکریمیا والوں کی مرغیاں خلائی مخلوق نہیں ہیں کہ ایک ایک دن میں تیس

انڈے دیں۔ وہاں بھی مرغیاں اسی رفتار میں انڈے دیتی ہیں اور بیکری والے سے ایوان صدر پہنچتے ہیں تو اکتیس دن کے پرانے ہوتے ہیں لیکن ایکریمین صدر آپ کی طرح آنکھیں بند کر کے کھا جاتا ہے“..... سلیمان نے دلائل دیتے ہوئے کہا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو سلیمان پاشا“..... عمران نے شکست خوردہ لہجے میں کہا تو سلیمان مسکرانے لگا۔

”اب مکھن کا حال بھی سن لیجئے“..... سلیمان نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”بس کرو بھینس کے بچے۔ دفع ہو جاؤ اور مجھے ناشتا کرنے دو ورنہ مزید باسی ہو جائے گا“..... عمران نے یکدم دھاڑتے ہوئے کہا تو سلیمان گھبرا کر فوراً دروازے کی طرف دوڑا اور کمرے سے نکل گیا۔ عمران مسکرایا اور ناشتا کرنے گا لیکن وہ ناشتے سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اچانک کھنٹی بج اٹھی اور عمران نے جلدی سے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔ عمران بول رہا ہوں“..... اس نے کہا لیکن دوسری طرف سے فون کی ٹون سن کر چونک پڑا۔

”نہ جانے کون کبخت شریر تھا۔ فون کر کے فوراً بند کر دیا۔“

عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”صاحب۔ مس کال ہو گی۔ مجھے بھی کئی لڑکیاں روزانہ مس کال دیتی ہیں“..... باہر سے سلیمان کی آواز ابھری تو عمران چونک

”چھوڑو۔ یہ کیا بد تمیزی ہے“..... فیاض نے عمران کو خود سے جدا کرتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ معاف کرنا سوپر۔ تمہارے آنے کی خوشی میں خیال ہی نہیں رہا کہ تمہاری یونیفارم میں سلوٹ پڑ رہے ہیں“..... عمران نے کہا۔

”بکو مت۔ اندر چلو۔ تم سے ضروری بات کرنے آیا ہوں۔“ فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”کرنے کی کیا ضرورت ہے سوپر۔ میری طرف سے بات پکی سمجھو۔ لڑکی کیسی ہے“..... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”صاحب۔ میری بات بھی پکی کر لیجئے۔ میں جہیز کے بغیر بھی رشتہ قبول کر لوں گا“..... سلیمان نے کچن سے ہانک لگائی۔

”خاموش رہو باورچی خانے کی پیداوار۔ سوپر فیاض پولیس پکستان ہیں، نکاح خواں نہیں کہ تم سے تین مرتبہ قبول ہے کہلوائیں“..... عمران نے فیاض کے ساتھ سٹنگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

”ٹھنڈ۔ ٹھیک ہے صاحب۔ آپ صرف اپنی بات پکی کر لیں اور میری کچی رہنے دیں۔ مجھے ایسی لڑکی بالکل قبول نہیں ہے جس سے شادی کے بعد مجھے بار بار اندر باہر ہونا پڑے“..... کچن سے سلیمان کی گھبرائی ہوئی آواز ابھری۔

”اوقات میں رہو خبیث ورنہ اندر آ کر دانت توڑ دوں گا۔“

پڑا مگر اسی لمحے دوبارہ ٹیل بج اٹھی تو عمران کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ کیونکہ ڈور ٹیل بجائی گئی تھی۔

”صاحب۔ اب کس کی مس کال ہے“..... باہر سے سلیمان نے پوچھا۔

”مس کال کے بچے۔ ڈور ٹیل بجائی ہے کسی نے۔ تم دیکھتے ہو یا میں جاؤں“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آپ ہی دیکھیں صاحب۔ میری نگاہ تو اتنی کمزور ہے کہ مجھے اپنی آنکھیں تک نظر نہیں آتیں“..... سلیمان نے جواب میں کہا تو عمران غصے سے سر جھٹک کر صوفے سے اٹھا اور کمرے سے نکل کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ سلیمان کچن میں ناشتا کر رہا تھا اور عمران اس بحث میں پڑ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسے دانش منزل جانا تھا تاکہ کافرستانی ایجنٹوں کے معاملے میں کوئی قدم اٹھایا جائے۔ اس نے قریب پہنچ کر دروازہ کھولا تو باہر کھڑے سوپر فیاض کو دیکھ کر چونک پڑا۔

”آہا۔ سوپر پیاز“..... عمران نے یکدم خوشی سے چیختے ہوئے کہا اور بڑھ کر فیاض سے لپٹ گیا تو فیاض گھبرا گیا۔

”پیاز بہت مہنگا ہو گیا صاحب۔ سستا پیاز آپ کو صرف کچرے میں مل سکتا ہے“..... سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”ارے گھامڑ۔ پیاز نہیں، سوپر فیاض کہہ رہا ہوں“..... عمران نے فیاض کو بانہوں میں دباتے ہوئے کہا۔

کیپٹن فیاض نے دانت پیستے ہوئے کہا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ صوفے پر بیٹھا تو عمران اس کے سامنے بیٹھ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ فیاض اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔

”چائے پیو گے“..... عمران نے چند لمحوں بعد پوچھا۔
 ”نہیں۔ تم سناؤ۔ سیکرٹ سروس آج کل کیا کر رہی ہے۔“ فیاض نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”پکوڑا تلیت“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب“..... فیاض نے چونک کر کہا۔

”پکوڑے کا مطلب بتاؤں یا تلنے کا“..... عمران نے پوچھا۔

”بکو مت۔ تم سنجیدہ نہیں ہو سکتے احمق۔ میں تمہارے لئے

ایک اہم خبر لایا ہوں“..... فیاض نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”میں برسوں سے سنجیدہ ہوں۔ تم اخبار سناؤ“..... عمران نے

مسکرا کر کہا تو فیاض نے اسے گھورا اور پھر بتانے لگا۔ وہ مسلسل بولتا

رہا اور عمران خاموشی سے سنتا رہا لیکن ساتھ ہی اسے یقین ہوتا جا

رہا تھا کہ کافرستان سے ملنے والی ایکسٹو کے ایجنٹ کی رپورٹ کا

تعلق اسی واقعہ سے تھا۔ فیاض کے بیان کے مطابق پہاڑی گاؤں

ریشم خیل میں وہاں کے زمیندار سردار ہاشم کو قتل کر دیا گیا تھا۔ قاتل

چھ افراد تھے۔ پرسوں رات سردار ہاشم ان افراد کے ساتھ خجروں پر

شہر کی طرف سفر کر رہا تھا۔ راستے میں گشتی پولیس پارٹی کو سردار

ہاشم نے اپنے ساتھیوں کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ لوگ اس کے

رشتہ دار ہیں اور کسی عزیز کی تدفین میں شرکت کے لئے شہر جا رہے ہیں۔ قریبی قصبہ کی سڑک تک ان لوگوں نے خجروں پر سفر کیا اور انہیں قصبہ سے بس کے ذریعے شہر جانا تھا لیکن قصبہ کو جانے والی سڑک پر پہنچ کر سردار ہاشم کو اس کے ساتھیوں نے قتل کر دیا۔

اس کی لاش گزشتہ دوپہر کے وقت دریافت ہوئی۔ اس کے رشتہ دار غائب تھے اور ان کے خجرا دھر ادھر گھوم رہے تھے۔ وہاں کی پولیس

چیک پوسٹ کا انچارج چونکہ مقتول کا بھائی انسپکٹر قاسم خان تھا اس

لئے سفر کے دوران گشتی پولیس نے سردار ہاشم اور اس کے ساتھیوں

کو روکنے اور پوچھ گچھ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ انسپکٹر قاسم کے

بیان کے مطابق ریشم خیل گاؤں میں ان کا کوئی رشتہ دار نہیں رہتا

تھا اور نہ ہی شہر میں کسی عزیز کی وفات ہوئی تھی۔ اگر کوئی عزیز

فوت ہوتا تو سب سے پہلے قاسم خان کو اطلاع ملتی۔ قاسم خان کو

تحقیقات سے معلوم ہوا کہ گزشتہ صبح سردار ہاشم کے گھر کی صفائی

کرنے والی گاؤں کی ایک عورت سردار ہاشم کے گھر پہنچی تو خلاف

معمول مکان کے صحن میں کوئی نہ تھا جبکہ سورج نکلے دو گھنٹے ہو چکے

تھے اور گھر کے مکین اس وقت دھوپ سینکنے کے لئے صحن میں موجود

ہوتے تھے۔ نوکرائی اندر گئی تو ایک کمرے میں سردار ہاشم کی بیوی

اور دو بچے بے ہوش پڑے تھے جبکہ سردار ہاشم کے کمرے میں ایک

میز پر چائے کی چھ پیالیاں موجود تھیں جن میں قہوہ پیا گیا تھا۔

انسپکٹر قاسم خان نے اپنی بھابی یعنی مقتول سردار ہاشم کی بیوہ کے

ہوش میں آنے پر اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ وہ بچوں کے ساتھ معمول کے مطابق شام سات بجے کے بعد سو گئی تھی۔ سردار ہاشم نے اس سے کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جس سے ظاہر ہوتا کہ گھر میں کچھ مہمان آنے والے ہیں۔ اسی طرح گاؤں والے بھی لاعلم تھے کیونکہ وہ لوگ سردی کے باعث شام کے بعد گھروں سے نہیں نکلتے تھے اور چھ سات بجے تک سو جاتے تھے۔ قاسم خان کی رپورٹ کے مطابق کمرے میں چائے کی خالی پیالیاں اور پختہ سڑک پر خچروں کی موجودگی سے ثابت ہوا تھا کہ چھ افراد رات کے کسی پہر میں سردار ہاشم کے پاس پہنچے تھے۔ وہاں انہوں نے قبوہ پیا اور سردار ہاشم کے خچروں پر وہاں سے شہر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ ساتویں خچر پر یقیناً سردار ہاشم خود سوار تھا۔

”سوپر۔ مجھے سردار ہاشم کے قتل کا سن کر بہت دکھ ہوا ہے۔ خدا اسے جنت اور تمہیں اس کی جزا دے۔ آمین“..... فیاض کا بیان سن کر عمران نے گلوگیر لہجے میں کہا اور فیاض ہونٹ بھیجنے کر اسے گھورنے لگا۔

”میں تم سے دعا کرانے نہیں آیا احمق آدمی“..... فیاض نے ایک لمحہ بعد غصیلے لہجے میں کہا۔

”اچھا۔ پھر تم نے مجھے صبح ہی صبح اتنی غناک خبر کیوں سنائی۔“
عمران نے چونک کر کہا۔

”اس لئے کہ ملٹری انٹیلی جنس والوں نے ہم سے رابطہ کیا ہے۔ ایم آئی والوں کا خیال ہے کہ سردار ہاشم کے وہ مہمان غیر ملکی ایجنٹ تھے اور سردار ہاشم کی مدد سے بحفاظت بارڈر ایریا سے باہر نکل کر شہر جانا چاہتے تھے۔ پولیس کی گشتی پارٹی کے بیان کے مطابق سردار ہاشم کے ساتھی حلیئے اور شکلوں سے سردار کے ہم قوم سرحدی باشندے لگتے تھے جبکہ ملٹری انٹیلی جنس کو شبہ ہے کہ وہ غیر ملکی دہشت گرد ہو سکتے ہیں۔ وہ لوگ یا تو بہادرستان کے باشندے تھے یا پھر ان کے بھیس میں پڑوسی ملک کے تخریب کار۔ اس لئے انٹیلی جنس والوں نے ہمارے محکمے کو خبردار کیا ہے کہ ہم ہوشیار رہیں اور ان لوگوں کو فوری طور پر تلاش کر کے گرفتار کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ مشتبہ لوگ مختلف شہروں تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں اور خودکش دھماکوں کا سلسلہ شروع ہو جائے“..... فیاض نے جواب میں کہا۔

”لیکن تم مجھے کیوں بتا رہے ہو۔ تمہارے محکمے کو ہوشیار کیا گیا ہے تو ہوشیار رہو۔ مجھے کیوں ہوشیار کر رہے ہو“..... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”اس لئے کہ تم سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتے ہو اور تم یہ خبر ایکسٹو تک پہنچا دو“..... فیاض نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہتر۔ میں اسے اطلاع دے دوں گا۔ اور کوئی حکم“..... عمران نے سر ہلا کر کہا تو فیاض صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”اب میں چلتا ہوں“..... فیاض نے پی کیپ سر پر جماتے

جلدی سے کہا۔

”بکو مت ورنہ سوپر کو پھر غصہ آ جائے گا اور وہ کپ تمہارے منہ پر دے مارے گا“..... عمران نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”میں تو خود کو بچالوں گا صاحب اس لئے آپ کو میری بجائے اپنے قیمتی کپ کی فکر کرنی چاہئے“..... سلیمان نے مخصوص لہجے میں ہنستے ہوئے کہا اور مڑ کر کمرے سے نکل گیا۔ فیاض نے خاموشی سے چائے ختم کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

”عمران۔ اس معاملے میں سیکرٹ سروس کو کوئی کامیابی ہو تو مجھے ضرور مطلع کرنا“..... فیاض نے کہا۔

”بہتر۔ اگر کوئی اہم بات ہوئی تو میں تمہیں رات کے وقت گولڈن ہوٹل میں ڈنر کے دوران بتاؤں گا۔ تم وہاں کس وقت آؤ گے“..... عمران نے بڑے خلوص سے کہا اور صوفے سے اٹھ کر فیاض کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں نو بجے گولڈن ہوٹل پہنچ جاؤں گا“..... فیاض نے سر ہلا کر کہا۔

”کپتان صاحب۔ میں بھی نو بجے ہوٹل پہنچوں گا اور آپ کے زیر سایہ ڈنر کروں گا“..... بکن سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”بکو اس مت کرو۔ سوپر رشوت لیتے ہیں نہ دیتے ہیں اس لئے ادھر کا رخ مت کرنا ورنہ رشوت کھانے کے جرم میں تمہیں ڈنر کی بجائے جیل کی دال کھلائیں گے“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا

ہوئے کہا۔

”نہیں کپتان صاحب۔ چائے پیئے بغیر میں آپ کو نہیں جاؤں دوں گا“..... دفعتاً سلیمان نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو عمران اور فیاض نے چونکتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا۔

سلیمان طشتری میں چائے کا کپ رکھے آ رہا تھا۔

”ارے گھامڑ۔ سوپر کو رشوت نوش سمجھتے ہو“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں صاحب۔ کپتان صاحب رشوت نوش ہیں نہ رشوت خور۔ یہ چائے تو میں نے بڑے خلوص سے ان کے لئے تازہ بنائی ہے۔ مجھے ان سے کیا لینا ہے کہ میں انہیں رشوت پیش کروں۔“

سلیمان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور قریب آ کر چائے کا کپ میز پر رکھ دیا۔

”پی لو سوپر۔ تم خوش نصیب ہو کہ سلیمان تمہارے لئے تازہ چائے بنا کر لایا ہے۔ مجھے تو کبخت نے پرسوں کا باسی ناشتا دیا ہے۔“ عمران نے فیاض سے کہا۔

”تم دونوں اول درجے کے نوسر باز ہو“..... فیاض نے بے ساختہ مسکراتے ہوئے کہا اور صوفے پر بیٹھ کر کپ اٹھالیا۔

”نہیں کپتان صاحب۔ مالک اور ملازم دونوں ایک ہی درجے کے نہیں ہو سکتے ورنہ صاحب کے ساتھ میری بات بھی پکی ہو جاتی اور میں آپ کو چائے کی بجائے مٹھائی پیش کرتا“..... سلیمان نے

اور بیرونی دروازے پر پہنچ کر فیاض کو رخصت کرنے کے بعد واپس سنگ روم میں آ گیا اور صوفے پر بیٹھ کر مقتول ہاشم خان کے مہمانوں کے بارے میں سوچنے لگا۔ چند لمحوں بعد اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پر لیس کرنے لگا۔

”لیس۔ ایکسٹو“..... چند لمحوں بعد دوسری طرف سے بلیک زیرو نے ایکسٹو کے لہجے میں کہا۔

”عمران بول رہا ہوں طاہر۔ نئی خبر سنو“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور فیاض سے سنا ہوا واقعہ بیان کرنے لگا۔

”اوہ۔ کہیں سردار ہاشم کے قاتل وہی کافرسانی ایجنٹ تو نہیں ہیں جن کے بارے میں ہمارے ایجنٹ ناصر نے اطلاع دی تھی۔“ بلیک زیرو نے عمران کے خاموش ہونے پر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میرا بھی یہی خیال ہے۔ پاکیشیا کے سابق صدر نے بھی چند دن پہلے یقین ظاہر کیا تھا کہ کافرستان ہمارے ملک میں تخریب کاروں کو بھیجتا ہے اور اس کے ایجنٹ یہاں دہشت گردی کرتے ہیں۔ وہ ایجنٹ خود مرنا نہیں چاہتے اس لئے وہ ہمارے سرحدی باشندوں کی برین واشنگ کر کے اور انہیں دولت کا لالچ دے کر خودکش حملوں کی ترغیب دیتے ہیں۔ بہر حال تم فوری طور پر ممبرز کو ان چھ افراد کی تلاش میں لگا دو“..... عمران نے کہا اور چند ہدایات دے کر فون بند کر دیا۔

خوبصورت فرنچیز سے آ راستہ کمرے میں ایک آفس ٹیبل کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر ایک نقاب پوش بیٹھا سامنے کرسیوں پر بیٹھے چار افراد کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ چاروں پاکیشیائی تھے۔ ان میں سے ایک کے چہرے پر فرنچ کٹ داڑھی مونچھیں تھیں، دوسرے کی صرف گھنی مونچھیں تھیں، باقی دو افراد کلین شیو تھے اور ان میں سے ایک گنجا تھا۔ چہروں سے ان کی عمریں بھی مختلف لگتی تھیں البتہ جسمانی طور پر وہ کافی صحت مند اور قوی الجذہ معلوم ہو رہے تھے۔

”شکر۔ کیا تم نے مقامی ممبرز سے بات کی ہے“..... نقاب پوش نے فرنچ کٹ داڑھی والے سے کہا۔

”لیس باس۔ آپ کے حکم کے مطابق میں نے انہیں آپ کی آمد کی اطلاع دے کر الٹ رہنے کی ہدایات دی ہیں“..... شکر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”یہاں ہمارے کتنے ممبرز ہیں“..... نقاب پوش نے پوچھا۔
 ”چھ دارالحکومت میں اور چار چاروں صوبوں میں ہیں۔ کیا ان کے نام بتاؤں“..... شکر نے جواب میں کہا۔

”نہیں لیکن ایک بات تم سب کو یاد رکھنی چاہئے کہ تم لوگ ان سے صرف فون یا ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرو گے۔ انہیں صرف اپنا سیل فون نمبر بتاؤ گے لیکن اس عمارت اور یہاں کے فون نمبر کا مقامی ساتھیوں کو ہرگز علم نہ ہونے پائے۔ مجھ سے وہ ٹرانسمیٹر پر بات کر سکیں گے لیکن کسی خاص وجہ کے بغیر مجھے کال نہیں کریں سے کہا۔
 ”رائٹ سر“..... راون نامی شخص نے اپنا گنجا سر ہلاتے ہوئے گے۔“ باس نے سخت لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ ہم آپ کی ہدایات پر عمل کریں گے۔ میں مؤدبانہ لہجے میں کہا تو باس اسے مزید ہدایات دینے لگا۔
 دوسرے ممبرز کو بھی بتا دوں گا“..... شکر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”مشن کے لئے ہمیں کم از کم دو درجن ورکرز کی ضرورت ہے۔ کے لئے کل سہ پہر کی کسی بھی فلائٹ سے نشستیں بک کروا
 مقامی ممبرز سے کہہ دو کہ وہ ان افراد کا انتظام کر لیں۔ انہیں شام لینا“..... باس نے کہا۔
 تک کا وقت دے دو تاکہ جلد کام شروع کیا جاسکے“..... باس نے
 ”گ“..... راون نے پوچھا۔
 ایک لمحہ کے وقفہ کے بعد کہا۔

”بہتر لیکن ورکرز کو ایڈوانس پے منٹ کرنا ہوگی۔ دوسری بات
 یہ ہے کہ مجھے ہی کسی گروہ سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا تاکہ ہمارے
 مقامی ممبرز جو مختلف حیثیتوں میں یہاں عرصہ سے کام کر رہے ہیں تبدیل کرنا پڑے گا“..... راون نے جھجکتے ہوئے کہا۔
 کسی کی نظر میں نہ آئیں اور محفوظ رہیں“..... شکر نے کہا۔
 ”کیا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو بے وقوف آدمی“..... باس نے
 ”ٹھیک ہے۔ انہیں محفوظ ہی رہنا چاہئے۔ تم خود ورکرز بلکم غراتے ہوئے کہا تو راون بوکھلا گیا۔

بندوبست کرو۔ پے منٹ کے لئے تم کسی بھی ماتحت سے مطلوبہ رقم حاصل کر سکتے ہو۔ مین ایجنٹ کے پاس رقم کا پورا انتظام ہوگا کیونکہ ہیڈ کوارٹر سے اسے احکامات مل چکے ہوں گے“..... باس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”رائٹ سر۔ سمجھ گیا“..... شکر نے کہا۔

”راون۔ تم اپنی ایجنسی چلے جاؤ۔ وہاں سے تمہیں سفری کاغذات حاصل کرنے ہیں“..... باس نے شکر کے قریب بیٹھے شخص سے کہا۔
 ”رائٹ سر“..... راون نامی شخص نے اپنا گنجا سر ہلاتے ہوئے گے۔“ باس نے سخت لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ ہم آپ کی ہدایات پر عمل کریں گے۔ میں مؤدبانہ لہجے میں کہا تو باس اسے مزید ہدایات دینے لگا۔
 دوسرے ممبرز کو بھی بتا دوں گا“..... شکر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”مشن کے لئے ہمیں کم از کم دو درجن ورکرز کی ضرورت ہے۔ کے لئے کل سہ پہر کی کسی بھی فلائٹ سے نشستیں بک کروا
 مقامی ممبرز سے کہہ دو کہ وہ ان افراد کا انتظام کر لیں۔ انہیں شام لینا“..... باس نے کہا۔
 تک کا وقت دے دو تاکہ جلد کام شروع کیا جاسکے“..... باس نے
 ”گ“..... راون نے پوچھا۔
 ایک لمحہ کے وقفہ کے بعد کہا۔

”بہتر لیکن ورکرز کو ایڈوانس پے منٹ کرنا ہوگی۔ دوسری بات
 یہ ہے کہ مجھے ہی کسی گروہ سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا تاکہ ہمارے
 مقامی ممبرز جو مختلف حیثیتوں میں یہاں عرصہ سے کام کر رہے ہیں تبدیل کرنا پڑے گا“..... راون نے جھجکتے ہوئے کہا۔
 کسی کی نظر میں نہ آئیں اور محفوظ رہیں“..... شکر نے کہا۔
 ”کیا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو بے وقوف آدمی“..... باس نے
 ”ٹھیک ہے۔ انہیں محفوظ ہی رہنا چاہئے۔ تم خود ورکرز بلکم غراتے ہوئے کہا تو راون بوکھلا گیا۔

پہنچ جائے اور مجھے ٹھکانہ تبدیل کرنا پڑ جائے“..... باس نے سخت لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ کیا اس بات کا بھی امکان ہے کہ کوئی ہمارا تعاقب کرے گا“..... شکر نے چوسکتے ہوئے کہا۔

”شکر۔ تم یہاں پہلے بھی کئی مرتبہ آ چکے ہو۔ پھر تم یہ کیوں بھول جاتے ہو یہ پاکیشیا ہے اور یہاں کی سیکرٹ سروس کو دنیا میں پہلی پوزیشن حاصل ہے جس کا چیف ایکسٹو دنیا بھر میں سب سے مافوق الفطرت اور خطرناک ترین شخص ہے۔ سیکرٹ سروس کے ممبرز بھی انتہائی ذہین اور جنگجو ہیں۔ خاص طور پر سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والا علی عمران ایک ناقابل تسخیر آدمی ہے جس کی عیار یوں کے سامنے زیرو لینڈ کے بین الاقوامی شہرت یافتہ ایجنٹ تھریسیا اور سنگ ہی جیسے مجرم بھی نہیں ٹھہر سکتے اور انہیں شکست کھا کر فرار ہونا پڑتا ہے۔ عمران نے انہیں بھی اپنے ملک میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ ایکریسیا جیسے ملک کے سپر ایجنٹ اور وہاں کی ایجنسیاں آج تک عمران پر قابو نہیں پاسکیں“..... باس نے گہمیر لہجے میں شکر کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”باس۔ آپ دشمن کی اس قدر تعریف کر رہے ہیں“..... شیام نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو باس ہنس پڑا۔

”شیام۔ میں دشمن کی تعریف نہیں کر رہا بلکہ حقیقت بتا رہا ہوں۔ میری کامیابی کا راز یہی ہے کہ میں دشمن کی خامیوں سے

”سوری باس۔ میں نے تو ایک امکان ظاہر کیا تھا“..... راوہ

نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہانس۔ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ میں نے گزشتہ برسوں میں کتنے خطرناک اور ناقابل یقین مشن انجام دیئے ہیں اور میں آج تک کسی مشن میں ناکام نہیں ہوا کیونکہ ناکامی کے لفظ یہی میں بیزار ہوں۔ ناکامی میری موت ہے“..... باس نے پر غر لہجے میں کہا۔

”یس باس۔ آپ نے بالکل ٹھیک کہا ہے“..... شکر نے ہلاتے ہوئے کہا۔

”باس۔ دراصل راوہ نے اس سے پہلے آپ کے ساتھ کم مشن میں کام نہیں کیا اس لئے یہ آپ کی صلاحیتوں سے انکار ہے۔“ راوہ کے ساتھ بیٹھے شخص نے جس کے چہرے پر گہم موٹھیں تھیں، مودبانہ لہجے میں کہا تو باس اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”شیام۔ تمہیں ابھی ٹارگٹ کی طرف جانا اور اس کی نگرانی کرنا ہے۔ نگرانی کے دوران تم مجھے ہر گھنٹہ بعد ٹرانسمیٹر پر رپورٹ دو۔“ لیکن نگرانی کا کام بڑی احتیاط سے کرنا ہوگا“..... باس نے راوہ آدمی سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”بہت بہتر باس“..... شیام نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”یہ بات بھی سن لو کہ میری اجازت کے بغیر تم لوگ اس طرف کا رخ نہیں کرو گے تاکہ کوئی تمہارا پیچھا کرتا ہو اس عمارت تک۔“

زیادہ اس کی صلاحیتوں کو مد نظر رکھ کر کام کرتا ہوں اگرچہ عمران اور ایکسٹو کافرستان، اکیرمیا اور اسرائیل کے بدترین دشمن ہیں لیکن اپنے ملک کے لئے ہم سے زیادہ محبت وطن ہیں۔ حقیقت میں صرف عمران اور ایکسٹو کے وجود سے ہی پاکیشیا اب تک قائم ہے اور انہی کے خوف سے دنیا کے تمام ایجنٹ پاکیشیا کا رخ کرنے سے کئی کتراتے ہیں کیونکہ انہیں اپنے مشن کی کامیابی اور باسلامت واپسی کا یقین نہیں ہوتا۔ جو بھی ایجنٹ یہاں آتا ہے آنے سے پہلے اپنے پس ماندگان کے لئے وصیت چھوڑ کر آتا ہے“..... باس نے جواب میں مسلسل بولتے ہوئے کہا تو چند سیکنڈ کے لئے اس کے چاروں ماتحت پریشان ہو گئے۔

”اوہ۔ پھر تو ہماری کامیابی بھی مشکوک ہے باس“..... چوتھے ماتحت نے فکر مندانہ لہجے میں کہا۔

”مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے دیکھ کمار۔ عمران اور ایکسٹو کے بارے میں بتانے کا مطلب یہ نہیں کہ میں ان سے ڈرتا ہوں میں ہر صورت میں کامیابی حاصل کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ میں یہ تاثر ختم کرنے آیا ہوں کہ پاکیشیا میں کوئی ایجنٹ کامیاب نہیں ہو سکتا میں نے اس طرف آنے سے پہلے ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر نا کام ہوا تو واپس جانے کی بجائے خود کو گولی مار لوں گا لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی البتہ تم لوگوں کو انتہائی ہوشیاری اور برق رفتاری سے کام لینا ہوگا“..... باس نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

”باس۔ آپ اطمینان رکھیں۔ ہم آپ کے اعتماد پر پورا اتریں گے“..... راون نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

”مجھے اپنے نام کی بجائے ملک کا مفاد عزیز ہے راون۔ ہم جس مشن پر آئے ہیں اسے ہر صورت میں مکمل کرنا ہمارا قومی فریضہ ہے فرض کی تکمیل میں ہمیں اپنی جان کی بھی پروا نہیں کرنی چاہئے۔ ہمارا ہر اقدام کافرستان کے عوام اور دیش کی حفاظت کے جذبہ سے لبریز ہونا ضروری ہے۔ ہمیں بین الاقوامی برادری کو ناراض کئے بغیر اپنے دشمن پر وار کرنا ہوتا ہے اس لئے اس قسم کے مشن کو خفیہ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ گویا سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے کے مصداق ہمیں مشن بھی مکمل کرنا ہے اور اپنی حفاظت کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھنا ہے کہ دشمن کو پتہ نہ چل سکے کہ اس پر ضرب لگانے والے کون ہیں اور ان کا تعلق کس ملک سے ہے تاکہ ہمارے ملک پر الزام نہ آئے اس لئے ہمیں بہادرستان کی طرف سے پاکیشیا میں داخل ہونے کے لئے سرحدی باشندوں کے روپ میں اس طرف آنا پڑا۔ اس صورت میں ہم راستے میں پکڑے بھی جاتے تو ہمیں بہادرستانی دہشت گرد سمجھا جاتا۔“ باس نے دوبارہ تقریر کر ڈالی۔

”آپ بے فکر رہیں باس۔ اب بھی کسی کو ہماری شناخت نہیں ہو سکے گی“..... دیکھ نے پر عزم لہجے میں کہا۔

”ہونی بھی نہیں چاہئے کیونکہ چیف کی اجازت سے میں نے پورے محکمہ سے صرف تم لوگوں کو اس مشن کے لئے منتخب کیا تھا۔ چیف نے مجھے کتنے زیادہ اختیارات دے کر تم لوگوں کا پارٹی لیڈر بنایا ہے، اس سے تم لوگ بخوبی واقف ہو لہذا اگر تم لوگوں نے کسی بھی موقع پر بزدلی اور ناکامی کا مظاہرہ کیا اور اپنی شناخت کی حفاظت سے غفلت کی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا“..... باس نے حتیٰ لہجہ میں کہا۔

”یس سر۔ چیف نے ہمیں آپ کے احکامات کی تعمیل کرنے کا پابند کیا ہے“..... راون نے سر ہلا کر مودبانہ لہجہ میں کہا۔

”ایک اور اہم بات۔ گزشتہ روز کے واقعہ کی آج کے اخبارات میں خبر شائع نہیں ہوئی لیکن مجھے یقین ہے کہ تمام خفیہ اداروں کو پولیس کی طرف سے سردار ہاشم کے قتل کی خبر مل چکی ہوگی اور انٹیلی جنس ایجنسیاں تحقیقات میں مصروف ہو چکی ہوں گی چنانچہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مشن کی تکمیل تک خفیہ ایجنسیوں کی سرگرمیوں سے باخبر رہیں“..... باس نے کہا۔

”یس باس۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ گزشتہ روز ہاشم کی لاش ملنے ہی اس کا بھائی انسپکٹر قاسم سردار ہاشم کے گھر گیا ہوگا اور وہاں میز پر قہوہ کی خالی پیالیوں یا سڑک کے پاس گھومنے والے خچروں کو دیکھ کر اس نے انٹیلی جنس کو اطلاع دے دی ہوگی“..... شکر نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اب تم فوری طور پر ایک ایک آدمی کو انٹیلی جنس بیورو اور ملٹری انٹیلی جنس کے اہم آفیسرز کی نگرانی پر مامور کر دو تاکہ ان کے اقدامات سے ہم باخبر رہیں“..... باس نے سر ہلا کر کہا اور چند ہدایات دیں۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی نگرانی کے لئے ساتھیوں کو بھیجتا ہوں۔“ شکر نے مودبانہ لہجہ میں کہا۔

”او کے۔ اب تم لوگ روانہ ہو جاؤ۔ اگر میں فون پر نہ مل سکوں تو لائٹرنائسمیٹر پر رابطہ قائم کرنا۔ دیش آل“..... باس نے آخر میں کہا تو اس کے چاروں ممبرز کرسیوں سے اٹھے اور دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ ان کے جانے کے بعد باس نے میز کے کنارے نصب بٹن پر پریس کیا اور دروازہ خود بخود بند ہو گیا تو اس نے میز کی دراز سے پاکٹ سائز ریڈیو کی جسامت و شکل کا بڑا ٹرانسمیٹر نکالا اور اسے آن کر کے اس پر مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد کال کرنے لگا۔

”ہیلو چیف۔ کیپٹن ریوند لال کالنگ۔ اوور“..... اس نے کہا۔
 ”یس کیپٹن ریوند۔ کرنل پھوکر داس رسیونگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک بوڑھی اور بھاری مردانہ آواز بلند ہوئی۔
 ”چیف۔ ہم بخیریت منزل پر پہنچ چکے ہیں۔ اوور“..... باس کیپٹن ریوند نے مودبانہ لہجہ میں کہا۔
 ”اوہ۔ کیا تم آج پہنچے ہو۔ تمہیں تو گزشتہ روز وہاں پہنچنا تھا۔“

اور،..... کرنل پھوکر داس کی چوکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”نوسر۔ ہم گزشتہ روز ہی یہاں پہنچ گئے تھے لیکن پہاڑوں میں طویل سفر کے سبب کافی تھکاوٹ تھی پھر آفس سیٹ کرنے میں شام ہو گئی لہذا رات بھر آرام کیا۔ اب ہم نے کام شروع کیا ہے۔ اور،..... کیپٹن ریوند نے جواب میں کہا۔

”رائٹ۔ مشن کی تکمیل میں کتنا وقت لگے گا۔ اور،..... دوسری طرف سے اس کے چیف کرنل پھوکر داس نے پوچھا۔

”آج رات ہی مشن مکمل کر لیا جائے گا چیف۔ کل ہم واپس روانہ ہو جائیں گے۔ کیا آپ نے ایمیسڈر کو ہمارے لئے نئے پاسپورٹس کے سلسلے میں ہدایات دے دی ہیں۔ اور،..... کیپٹن ریوند نے کہا۔

”یس کیپٹن۔ میں نے گزشتہ روز ہی اس سے بات کر لی تھی۔ تمہارے تمام سفری کاغذات تیار ہو چکے ہوں گے۔ اور،..... کرنل پھوکر داس نے کہا۔

”میں نے کاغذات لینے اور لنکا سری کے لئے نشستیں ریزرو کرانے کے لئے ایک ممبر کو روانہ کر دیا ہے۔ اور،..... کیپٹن ریوند نے مطمئن ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مشن کی تکمیل ہونے پر مجھے فوراً خوشخبری دینا۔ کل صبح میں تمہاری رپورٹ کا منتظر رہوں گا۔ اور اینڈ آل“..... کرنل پھوکر داس نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو

کیپٹن ریوند لال نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر کے میز کی دراز میں رکھا اور ایک سگریٹ سلگا کر کچھ سوچنے لگا۔ اس کی سوچ کا محور پاکیشیا سیکرٹ سروس اور علی عمران تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پرپس کرنے لگا۔

لجے میں کہا کیونکہ ایکسٹو کے اختیارات آرمی چیف سے بھی زیادہ تھے۔

”برگیڈیئر راشد عثمانی۔ میرا ایک نمائندہ علی عمران آپ کے آفس پہنچنے والا ہے۔ سیکرٹ سروس کو آپ سے کچھ معلومات چاہئیں وہ معلومات میرے نمائندے کو فراہم کر دی جائیں“..... ایکسٹو نے حکمانہ لہجے میں کہا تو راشد عثمانی چونک پڑا۔

”رائٹ سر“..... راشد عثمانی نے جواب میں کہا۔

”دیش آل“..... دوسری طرف سے ایکسٹو نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا تو راشد عثمانی نے رسیور رکھا اور انٹر کام کا رسیور اٹھا کر ایک بٹن پر پریس کر دیا۔

”یس سر“..... فوراً ہی دوسری طرف سے آپریٹر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

”گیٹ پر اطلاع دے دو کہ سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کا ایک نمائندہ علی عمران یہاں آنے والا ہے۔ اسے فوراً میرے پاس پہنچا دیا جائے اور اس سے کسی قسم کا سوال نہ کیا جائے“..... راشد عثمانی نے حکمانہ لہجے میں کہا اور انٹر کام آف کر دیا اور پھر وہ بے چینی سے ایکسٹو کے نمائندے کا انتظار کرتے ہوئے سوچنے لگا کہ ایکسٹو کو کس معاملے میں اور کس قسم کی معلومات درکار ہیں۔ تقریباً پانچ منٹ بعد دروازہ کھلا اور ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ راشد عثمانی کے لئے وہ شخص اجنبی نہ تھا۔ عمران کے بارے میں وہ کافی

ملٹری انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر میں برگیڈیئر راشد عثمانی اپنے آفس میں بیٹھا ایک فائل کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ کمرے میں اس کے سوا کوئی ذی روح نہ تھا البتہ دروازے کے باہر ایک مسلح گن مین موجود تھا۔ دفعتاً میز پر رکھے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو برگیڈیئر راشد عثمانی نے فائل سے نگاہیں ہٹائے بغیر ہاتھ بڑھایا اور فون کا رسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

”ہیلو۔ راشد عثمانی بات کر رہا ہوں“..... اس نے سخت لہجے میں کہا۔

”ایکسٹو فرام دس اینڈ“..... دوسری طرف سے باوقار بھرائی ہوئی آواز سنائی دی تو راشد عثمانی نے بے اختیار چونکتے ہوئے تیزی سے فائل بند کی اور الرٹ ہو گیا۔

”یس آفیسر۔ حکم فرمائیے“..... راشد عثمانی نے انتہائی مؤدبانہ

کچھ جانتا تھا اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ عمران انجیلی جنس بیورو
ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمن کی اکلوتی اولاد ہے۔

”السلام علیکم“..... عمران نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”وعلیکم السلام مسٹر علی عمران۔ میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا“
راشد عثمانی نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”شکریہ جناب۔ ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے۔ جو انتظار

کرتے ہیں ملک صاحب کا“..... عمران نے قریب آ کر رکھ
ہوئے کہا اور راشد عثمانی سے مصافحہ کیا۔

”تشریف رکھیں۔ یہ ملک صاحب کون ہیں“..... راشد عثمانی چونک کر کہا۔

نے چونکتے ہوئے کہا اور خالی کرسی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔

”میں نے صرف اس کا نام ہی سنا ہے، ملنے کا وقت نہیں ملا۔ بے کار سا آدمی ہوں“..... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو

اس لئے اب تک وقت کا انتظار کر رہا ہوں“..... عمران نے جواب راشد عثمانی ہنس پڑا۔

میں کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں“..... راشد عثمانی نے اپنی سیٹ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بیٹھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مطلب تو ملک صاحب سے ملاقات ہونے کے بعد ہی جاننے کا خرچہ نکال جائے“..... عمران نے مخصوص کہا۔

سکوں گا جناب۔ فی الحال تو بزرگوں کی اس ہدایت پر عمل کر رہا

ہوں کہ ہر مسلمان کو ہر وقت ملک صاحب کا منتظر رہنا چاہئے کیونکہ مجھے یا چائے وغیرہ“..... راشد عثمانی نے سے ساختہ ہنستے ہوئے کہا۔

اس کے آنے کا قدرت نے ایک وقت مقرر رکھا ہے اور زندگی میں ”وقت کم ہے اس لئے آپ صرف وغیرہ پلا دیں“..... عمران

کسی دن بھی وہ آخری ملاقات کے لئے آ سکتا ہے۔ ہر انسان کے لئے جلدی سے کہا۔

لئے وہ صرف ایک مرتبہ آتا ہے اس کے بعد آدمی چاہے بھی تو وہ
نہیں آئے گا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ سمجھ گیا۔ آپ ملک الموت کو ملک کہہ رہے ہیں۔ آپ

بہت دلچسپ اور مشہور آدمی ہیں“..... راشد عثمانی نے بے اختیار
ہنستے ہوئے کہا۔

”میں بھلا کس قابل ہوں آفیسر۔ یہ تو آپ کی حسین رن

ہے“..... عمران نے انکساری سے مخصوص لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ میری حسین رن ہے۔ کیا مطلب“..... راشد عثمانی نے

چونک کر کہا۔

”میرا مطلب ہے یہ آپ کا حسن ظن ہے ورنہ میں تو بہت ہی

”میں نے صرف اس کا نام ہی سنا ہے، ملنے کا وقت نہیں ملا۔ بے کار سا آدمی ہوں“..... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو

اس لئے اب تک وقت کا انتظار کر رہا ہوں“..... عمران نے جواب راشد عثمانی ہنس پڑا۔

میں کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں“..... راشد عثمانی نے اپنی سیٹ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بیٹھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مطلب تو ملک صاحب سے ملاقات ہونے کے بعد ہی جاننے کا خرچہ نکال جائے“..... عمران نے مخصوص کہا۔

سکوں گا جناب۔ فی الحال تو بزرگوں کی اس ہدایت پر عمل کر رہا

ہوں کہ ہر مسلمان کو ہر وقت ملک صاحب کا منتظر رہنا چاہئے کیونکہ مجھے یا چائے وغیرہ“..... راشد عثمانی نے سے ساختہ ہنستے ہوئے کہا۔

اس کے آنے کا قدرت نے ایک وقت مقرر رکھا ہے اور زندگی میں ”وقت کم ہے اس لئے آپ صرف وغیرہ پلا دیں“..... عمران

کسی دن بھی وہ آخری ملاقات کے لئے آ سکتا ہے۔ ہر انسان کے لئے جلدی سے کہا۔

”وغیرہ۔ اوہ۔ میرا مطلب تھا کہ آپ کے لئے ٹھنڈا منگواؤں یا گرم“..... راشد عثمانی نے چونکتے ہوئے کہا۔

”میں ہمیشہ پہلے گرم پیتا ہوں اور بعد میں ٹھنڈا“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”اوہ۔ لوگ تو پہلے ٹھنڈا پیتے ہیں“..... راشد عثمانی نے پھر حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”لوگ اپنی صحت خراب کرتے ہیں اور میں اپنی صحت کا بہت خیال رکھتا ہوں جناب۔ سرد موسم میں پہلے ٹھنڈا پی لیا تو نمونیہ، بخار اور تپ دق ہو جائے گا اور مجھے سب کام چھوڑ کر ہسپتال میں ایڈمٹ ہونا پڑ جائے گا اس لئے میں پہلے گرم پیوں گا“..... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”تو کیا بعد میں ٹھنڈا نقصان نہیں دے گا“..... راشد عثمانی نے مسکرا کر پوچھا۔

”نہیں جناب۔ پہلے گرم پینے سے مجھے گرمی لگے گی اور گرمی دور کرنے کے لئے ٹھنڈا پیوں گا لیکن اس وقت مجھے نہ ٹھنڈا پینا ہے نہ گرم۔ صرف وہ کام کرنا ہے جس کے لئے مجھے اس ہدایت کے ساتھ بھیجا گیا ہے کہ آپ کو صحت و تندرستی کے معاملات میں وقت ضائع کرنے کی بجائے جلدی واپس چیف کے پار پہنچوں“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”بہتر۔ فرمائیے، آپ کو کس قسم کی معلومات چاہئیں“..... راشد

عثمانی نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔
”سرحدی علاقے میں پرسوں رات جو قتل ہوا ہے اس کی تفصیلی رپورٹ“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”کیا سردار ہاشم خان والا معاملہ“..... راشد عثمانی نے چونک کر کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ راشد عثمانی نے ایک اور میز کے کونے پر رکھی ایک فائل اٹھا کر عمران کے آگے رکھ دی۔

”اتفاق سے اس کیس کی فائل کل سے یہیں پڑی ہے۔ ہمیں جو بھی معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ اس فائل میں موجود ہیں۔“ راشد عثمانی نے کہا تو عمران نے فائل اٹھائی اور کھول کر دیکھنے لگا۔ اس نے چند منٹ میں ساری رپورٹ پڑھ ڈالی لیکن کوئی نئی بات معلوم نہ ہوئی۔ فائل میں وہی باتیں تھیں جن کے بارے میں وہ فیاض سے سن چکا تھا۔ اس نے فائل بند کر دی۔

”تھینک یو بریگیڈیئر صاحب۔ اجازت دیجئے“..... عمران نے کھڑے ہو کر کہا اور راشد عثمانی سے مصافحہ کر کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرے میں نکل کر وہ گیٹ پر پہنچا اور باہر آ کر اپنی اسپورٹس کار میں بیٹھ کر وہاں سے واپس روانہ ہو گیا۔ اس کا ذہن الجھا ہوا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ کافرستانی ایجنٹوں کا کیسے سراغ لگایا جائے۔ اگر ان ایجنٹوں تک پہنچنے میں تاخیر ہو گئی تو وہ لوگ اپنا معلوم مشن مکمل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ایک چوراہے سے بائیں جانب مڑتے ہوئے اس نے یونہی بیک دیو مرر میں

نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ٹکٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ریوالور کی گولی ٹکٹ بن کر تمہاری گردن میں داخل ہو جائے گی اور کسی کو پتا نہیں چلے گا کیونکہ ریوالور پر سائیلنر نصب ہے۔ کیا سمجھے“..... اس آدمی نے خت لہجے میں کہا۔

”مم۔ مگر۔ میں ابھی اتنا طویل سفر نہیں کر سکتا۔ سخت بیمار ہوں۔“ عمران نے گھبرا کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر تم سفر کے قابل نہیں ہو تو میرے چند سوالوں کے جواب دو“..... ادھیڑ عمر شخص نے مسکرا کر کہا۔

”پپ۔ پوچھو۔ ویسے حساب میں میں بہت کمزور ہوں۔“ عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ملٹری انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر کیوں گئے تھے۔ بولو“..... مسلح شخص نے پوچھا۔

”اپنی پالتو بلی کو تلاش کرنے کے لئے درخواست دینے گیا تھا۔ کیا تم نے میری بلی کو کہیں دیکھا ہے“..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔ سچ بتاؤ ورنہ میں فائر کر دوں گا“..... ادھیڑ عمر شخص نے عمران کو غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”تم بار بار دھمکی دیتے ہو۔ آخر تم ہو کون یا“..... عمران نے ناگوار لہجے میں کہا۔

..... عمران

عقب کا جائزہ لینے کے لئے دیکھا ہی تھا کہ اچانک اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اور اس نے چہرہ پیچھے موڑنے کی کوشش کی مگر اسی لمحے کوئی چیز اس کی گردن سے آگئی۔

”نہیں علی عمران۔ سامنے دیکھتے رہو“..... عقب سے ایک تحکمانہ آواز ابھری تو عمران کے جسم میں سنناہٹ سی پھیل گئی۔

اس نے سامنے نصب آئینے کی طرف دیکھا تو عقبی نشست پر بیٹھے شخص کو دیکھ کر بے اختیار چونک پڑا۔ اس شخص کے ہاتھ میں

ریوالور تھا جس کی نال عمران کی گردن سے چپکی ہوئی تھی۔ ریوالور بردار ادھیڑ عمر پاکیشیائی تھا۔ عمران نے بریک لگانے کی کوشش کی۔

”خبردار۔ فی الحال چلتے رہو۔ رکنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ ادھیڑ عمر شخص نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”ب۔ بہتر سر۔ آپ نے کہاں جانا ہے“..... عمران نے بریک پیدل سے پاؤں ہٹاتے ہوئے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”بعد میں بتا دوں گا۔ فی الحال سیدھے چلتے رہو“..... ادھیڑ عمر شخص نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سیدھا چلتا رہا تو ہم سیدھے دوسری دنیا میں پہنچ جائیں گے۔“ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”بکو مت۔ ایکسیڈنٹ ہونے سے پہلے میں تمہیں دوسری دنیا میں پہنچا دوں گا“..... ادھیڑ عمر شخص نے غراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ ٹکٹ کے بغیر میں وہاں کیسے جا سکتا ہوں“..... عمران

”موت کا فرشتہ“..... ادھیڑ عمر شخص نے غصے سے عمران کو گھورتے ہوئے کہا تو عمران یکدم دہشت زدہ ہو گیا۔

”مم۔ موت کا نف۔ فرشتہ“..... عمران نے خوف سے ہلکا ہونے کی آواز میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے یکدم پوری قور سے بریک پیدل پریس کر دیا تو کار ایک زور دار جھٹکے کے ساتھ گھوم کر رک گئی لیکن جھٹکا اتنا شدید تھا کہ ادھیڑ عمر شخص اچھل کر ر کے بل اگلی سیٹ سے آٹکرایا اور اپنی نشست سے نیچے لڑھک گیا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور بھی نکل گیا تھا۔ کار رکے ہی عمران ڈرائیونگ سیٹ سے اٹھا اور اس نے مڑ کر ادھیڑ عمر شخص کو گردن سے دبوچ لیا۔ اس آدمی نے سنبھل کر عمران کی گرفت سے اپنا گردن چھڑانے کی کوشش کی لیکن عمران نے فوراً ہی اسے اپنی جانب کھینچ کر اس کے سر میں زور سے مکا مارا تو وہ شخص کراہتا ہو منہ کے بل عقبی نشست کی سیٹ سے جا ٹکرایا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ اس میں پڑنے والی ککے کی ضرب نے اس پر بے ہوشی طاری کر دی تھی۔ عمران نے جلدی سے اس کے ریوالور پر قبضہ کیا اور اسے کمر کر سیٹوں کے درمیان کار کے فرش پر لٹا دیا۔

اتنی دیر میں عقب میں آنے والی کئی گاڑیاں رک چکی تھیں اور ان کے ڈرائیور ہارن بجا رہے تھے۔ وجہ یہی تھی کہ عمران کی طرح حالت میں سڑک کے درمیان اس طرح رکی ہوئی تھی کہ دونوں جانب سے دوسری گاڑیوں کے گزرنے کے لئے جگہ باقی

نہیں رہی تھی اور سڑک بلاک ہو کر رہ گئی تھی۔ عمران نے فوراً ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار پیچھے ہٹائی اور سیدھی کر کے آگے بڑھا دی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ادھیڑ عمر شخص کون ہے۔ بظاہر وہ مقامی پاکیشانی لگتا تھا لیکن اس کا تعلق کسی مقامی مجرم گروہ سے تھا یا غیر ملکی تنظیم سے۔ چند لمحوں بعد اس نے یہی اندازہ قائم کیا کہ چونکہ وہ ملٹری انٹیلی جنس سے گزشتہ رات سرحدی علاقے سے شہر کی طرف آنے والوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے گیا تھا اور ان لوگوں پر کافرستانی ایجنٹ ہونے کا شبہ تھا اس لئے اس آدمی کا تعلق کیپٹن ریوند لال سے ہی ہو سکتا تھا۔ البتہ عمران یہ اندازہ نہ لگا سکا کہ وہ شخص کب سے اس کے پیچھے تھا اور اس کی کار میں کب داخل ہوا تھا۔ فلیٹ سے چلتے وقت تو عمران کو وہ اپنی کار میں نظر نہیں آیا تھا اور جب عمران ایم آئی کے آفس سے نکل کر کار میں بیٹھا تو اس وقت اس نے نشستوں پر توجہ نہیں دی تھی البتہ یہ ممکن تھا کہ جب وہ آفس کے سامنے سڑک کی دوسری جانب فٹ پاتھ کے ساتھ کار کھڑی کر کے دروازہ لاک کئے بغیر آفس کے اندر گیا تھا تو اس شخص کو کار میں داخل ہونے کا موقع میسر آیا اور وہ ڈرائیونگ سیٹ کے عقب میں فرش پر دراز ہو گیا ہوگا۔ چونکہ ایم آئی کے ہیڈ کوارٹر کا گیٹ بند رکھا جاتا تھا اور گیٹ گارڈز بھی اندر ہی کھڑے رہتے تھے اس وجہ سے اس شخص کو کار میں داخل ہوتے وقت کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ بھی تھا کہ وہ شخص پہلے سے ایم آئی

”گگ۔ گردن مت توڑنا چچا۔ یہ تو پہلے ہی ٹوٹی ہوئی ہے جسے میں نے ایلٹی سے جوڑا ہوا ہے“..... عمران نے خوف سے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بکو مت۔ شرافت سے ریوالور نکال کر میرے حوالے کر دو“۔ ادھیڑ عمر شخص نے غراتے ہوئے کہا۔

”شش۔ شرافت تو میرے گھر کے واش روم میں لگی ہوئی ہے۔ تمہارا ریوالور میری جیب میں ہے“..... عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا اور ایک ہاتھ نیچے کیا۔

”نہیں۔ ہاتھ بلند رکھو ورنہ گردن توڑ دوں گا“..... اس شخص نے یکدم دھاڑتے ہوئے کہا۔

”تم عجیب گدھے ہو چچا۔ کیا ہاتھ کی بجائے پاؤں سے ریوالور نکالوں“..... عمران نے برا سامنہ بنا کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ تم ہاتھ نیچے کرنے کی کوشش مت کرنا۔ میں خود نکال لیتا ہوں“..... اس آدمی نے سخت لہجے میں کہا اور عمران کی گردن سے ایک ہاتھ ہٹا کر عمران کے کوٹ کی جیب میں ڈال دیا۔

کے ہیڈ کوارٹر کی نگرانی کر رہا تھا اور عمران کو پہچانتا تھا اسی لئے اس نے عمران سے اسلحہ کے زور پر یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ عمران وہاں کس مقصد کے تحت آیا تھا۔

ایک چوراہے سے عمران نے کار دانش منزل جانے کے لئے دائیں جانب کی سڑک پر موڑ دی۔ دو بج چکے تھے اور سڑک پر ٹریفک کا رش بڑھ جانے کے سبب اس نے شارٹ کٹ راستہ اختیار کیا تھا۔ چند لمحوں بعد اس نے بائیں جانب ایک گلی میں کار موڑ دی۔ یہ گلی دانش منزل والی سڑک پر ختم ہوتی تھی اور اتفاق سے اس وقت سنان پڑی تھی لیکن ابھی وہ اسی گلی کے تقریباً درمیان میں ہی پہنچا تھا کہ اچانک کسی نے عقب سے اس کی گردن جکڑ لی۔ عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی گردن شکنجے میں پھنس گئی ہو۔ اس نے بوکھلا کر بریک پیڈل پر پیس کرتے ہوئے سامنے لگے آئینے پر نگاہ ڈالی تو عقب میں وہی ادھیڑ عمر شخص دکھائی دیا جسے چند منٹ پہلے اس نے بے ہوش کر کے نشستوں کے درمیان فرش پر لٹایا تھا لیکن اب اس آدمی نے عمران کی گردن دونوں ہاتھوں میں مضبوطی سے جکڑ رکھی تھی۔

”خبردار۔ کوئی حرکت کی تو ایک ہی جھٹکے میں گردن توڑ دوں گا“ عمران۔ ہاتھ بلند کر لو۔ ہری اپ“..... کار رکتے ہی اس شخص نے خونخوار لہجے میں کہا تو عمران نے فوراً ہاتھ بلند کر لئے اور ساتھ ہی اس کے چہرے پر خوفزدگی کے تاثرات نمودار ہو گئے۔

کافرستانی سفارت خانے کا گیٹ صرف اتنا ہی کھلا ہوا تھا کہ اس میں سے ایک وقت میں صرف ایک شخص گزر سکتا تھا۔ گیٹ کے باہر پاکیشیائی پولیس کے دو مسلح گارڈز کھڑے تھے۔ احاطے کی بیرونی دیوار کے ساتھ پارکنگ لائن میں چند گاڑیاں کھڑی تھیں جن میں سے بعض کے ڈرائیور وہیں ٹہل رہے تھے۔ اس صورت میں کسی بھی عورت کا سفارت خانے کے باہر کھڑا رہنا وہاں موجود لوگوں کے لئے شک و حیرت کا باعث بن سکتا تھا۔ جولیا میکسی سے وہاں پہنچی تھی اور ایکسٹو کے حکم کے مطابق اسے سفارتخانے میں آنے جانے والے افراد کی نگرانی کرنا تھی۔ ایکسٹو نے اسے میک اپ کرنے کی ہدایت کی تھی اور جولیا میک اپ میں فوجوان کی بجائے ادھیڑ عمر عورت نظر آ رہی تھی چنانچہ وہ سفارتخانے کے گیٹ سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی سوچ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا

چاہئے۔ یہاں قریب میں کوئی دکان یا سٹال بھی نہ تھا کہ وہ کسی بہانے وہاں زیادہ دیر تک ٹھہر سکتی۔ اسے بخوبی علم تھا کہ غیر ملکی سفارتخانوں کے باہر نہ صرف پاکیشیائی انٹیلی جنس کے آدمی ڈیوٹی دیتے تھے بلکہ سفارتخانے کے اپنے ایجنٹ بھی آنے جانے والوں پر نگاہ رکھتے تھے اور وہ اس کی وہاں بلا وجہ موجودگی محسوس کر کے اس کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کر سکتے تھے۔ ان خدشات کے باوجود اسے اپنا فرض ادا کرنا اور ایکسٹو کے حکم کی تعمیل کرنا تھی اس لئے چند لمحوں تک سوچنے کے بعد وہ سفارتخانے کی دیوار اور فنٹ پاتھ کے درمیان خالی جگہ بنے ہوئے گراسی پلاٹ میں بیٹھ گئی۔ یہاں سے سفارتخانے کا گیٹ واضح نظر آ رہا تھا اور وہ اندر آنے جانے والوں کو بخوبی دیکھ سکتی تھی۔ ایک گھنٹہ کے دوران وہاں کئی گاڑیاں اور لوگ آئے اور گئے۔ ان میں زیادہ تعداد پاکیشیائی باشندوں اور کچھ غیر ملکیتوں کی تھی لیکن جولیا کو کوئی ایسا چہرہ نظر نہ آیا جو مشتبہ ہوتا۔ جولیا پر اکتاہٹ سوار ہونے لگی تھی۔ اس نے سوچا کہ ایکسٹو کو رپورٹ دینی چاہئے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی رپورٹ سے مایوس ہو کر اسے نگرانی ختم کرنے کا حکم دے چنانچہ وہ اٹھ کر چند قدم کے فاصلے پر واقع ٹیلی فون بوتھ کی طرف بڑھ گئی۔ ایکسٹو کو کال کرنے کے لئے ٹیلی فون بوتھ کے سوا وہاں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں وہ دوسروں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتی۔

وہ آرام سے نارمل انداز میں قدم اٹھاتی ہوئی فون بوتھ کے

قریب پہنچی ہی تھی کہ اچانک عقب سے ایک شخص تیزی سے آگے بڑھا اور بوتھ میں داخل ہو گیا۔ بوتھ کا شیشے کا دروازہ سڑک کے رخ پر تھا جبکہ جولیا بوتھ کے دائیں جانب تھی۔ وہ بوتھ کے پہلو میں رک کر بوتھ میں موجود شخص کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بے اختیار چونک پڑی۔

”راون بول رہا ہوں باس“..... فون بوتھ سے ابھرنے والی ہلکی سی آواز جولیا کو سنائی دی تھی اور جولیا کے چونکنے کی وجہ اس شخص کا لہجہ اور باس کا لفظ تھا۔ شکل و صورت سے وہ گنجا شخص ایکریمین معلوم ہوتا تھا لیکن اس کا لہجہ کافرستانی اور مار واڑیوں جیسا تھا جو پاکیشیائی لہجے سے کافی زیادہ مختلف تھا چنانچہ جولیا نے فوراً بوتھ کی دیوار کے ساتھ کان لگا دیا۔

”یس باس لیکن ایمپیسڈ رراٹھور صاحب موجود نہیں ہیں۔ وہ کسی کام سے وزارت خارجہ کے آفس گئے ہوئے ہیں اور ان کی واپسی کا کوئی وقت نہیں بتایا گیا“..... اندر موجود شخص کی آواز دوبارہ سنائی دی اور خاموشی چھا گئی۔

”نوسر۔“ جی نے کسی کو اپنی شناخت نہیں بتائی اور نہ ہی عمارت کے اندر گیا ہوں۔ مجھے گیٹ سے ریسپشن کلرک نے بتا دیا تھا کہ سفیر صاحب موجود نہیں ہیں اور آپ کی اجازت کے بغیر میں نے کسی دوسرے آفیسر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہیں کی“..... چند لمحوں بعد اندر فون کرنے والے راون نامی شخص کی آواز ابھری تو

جولیا چونک پڑی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اندر ہونے والی گفتگو یقیناً ایکسٹو کے لئے اہم ہے اور شاید اسی لئے ایکسٹو نے اسے وہاں نگرانی کے لئے بھیجا تھا۔

”بہت بہتر باس۔ میں شام کے وقت دوبارہ ٹرائی کروں گا۔ اس وقت یقیناً سفیر صاحب موجود ہوں گے“..... چند سیکنڈ بعد راون کی مودبانہ آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی بوتھ میں خاموشی پھیل گئی تو جولیا دبے پاؤں تیزی سے قدم بڑھا کر بوتھ کے عقب میں پہنچ گئی پھر دوسری طرف بڑھتے ہوئے اس نے کن انکھوں سے بوتھ کی طرف دیکھا تو راون اسی کی سمت میں آ رہا تھا۔ جولیا رکے بغیر کچھ دور آ کر فٹ پاتھ پر رک گئی اور اسی طرح دائیں بائیں دیکھنے لگی جیسے کسی ٹیکسی کی تلاش ہو۔ راون قریب آ کر وہاں سے گزرنے لگا تو اس نے گہری نگاہوں سے جولیا کی طرف دیکھا لیکن رکے بغیر آگے بڑھ گیا۔ چند قدم آگے جا کر وہ پارکنگ لائن میں کھڑی نیلے رنگ کی کیڈلاک کے پاس رکا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے کار ریورس کی اور سڑک پر لے آیا۔ اسی لمحے ایک خالی ٹیکسی کو آتے دیکھ کر جولیا نے اسے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ٹیکسی اس کے قریب آ کر رک گئی۔ راون کی کار وہاں سے روانہ ہو رہی تھی۔

”اس نیلی کیڈلاک کے پیچھے چلو“..... جولیا نے تیزی سے ٹیکسی کی عقبی نشست پر بیٹھ کر کہا تو ڈرائیور نے میئر بدل کر ٹیکسی آگے

آخر میں واقع سیڑھیوں کے قریب دکھائی دیا۔ اسے سیڑھیاں چڑھتے دیکھ کر جولیا سمجھ گئی کہ وہ اوپر کسی فلور پر جا رہا تھا البتہ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ کس فلور پر جائے گا۔ جولیا نے سوچا کہ کہیں وہ اوپر جا کر غائب نہ ہو جائے اور اس کی تلاش میں وقت ضائع کرنا پڑے چنانچہ وہ بھی سیڑھیوں کی طرف تیزی سے قدم اٹھانے لگی۔ راون نے ابھی چند سیڑھیاں ہی طے کی تھیں کہ وہ رکا اور مڑ کر واپس آنے لگا تو جولیا نے جلدی سے ادھر ادھر دیکھا اور وہ قریب ہی خالی میز کی طرف لپکی۔ کرسی پر بیٹھ کر اس نے راون کی طرف دیکھا تو وہ کاؤنٹر پر پہنچ چکا تھا۔ کاؤنٹر سیڑھیوں کے قریب ہی تھا۔ راون نے کاؤنٹر پر موجود کلرک سے کچھ کہا اور مڑ کر دوبارہ سیڑھیوں کے طرف بڑھ گیا تو جولیا نے اس کے پیچھے جانے کی کوشش نہ کی۔

راون سیڑھیاں چڑھ کر اس کی نگاہوں سے اجھل ہو گیا تھا تو جولیا کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگی۔ کلرک نے ایک ویٹر کو طلب کر کے اس سے کچھ کہا اور ویٹر ہال کے عقبی حصے کی طرف چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی ویٹر چائے کی ٹرے اٹھائے واپس آیا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا تو جولیا کو یقین ہو گیا کہ راون نے ہی کاؤنٹر کلرک کو چائے کا آرڈر دیا تھا چنانچہ وہ کرسی سے اٹھی اور ویٹر کے پیچھے بڑھیاں چڑھنے لگی۔ ویٹر جولیا سے چھ سات قدم آگے تھا۔ فرسٹ فلور پر پہنچ کر ویٹر دائیں جانب بڑھتا نظر آیا تو جولیا سیڑھیوں کے

بڑھائی اور نیلی کار کے پیچھے دوڑانے لگا۔ اگلے چوراہے سے نیلی کار دائیں جانب مڑ گئی تو ڈرائیور نے بھی ٹیکسی ادھر موڑ دی۔ اب ٹیکسی اور نیلی کار کے درمیان دو اور گاڑیاں دوڑ رہی تھیں اور جولیا کو اطمینان تھا کہ راون کو اپنے تعاقب کا شبہ نہ ہو سکے گا۔ ٹیکسی ڈرائیور نے اگلی گاڑیوں کو اوور ٹیک کرنے کے لئے رفتار بڑھانے کی کوشش کی تو جولیا نے اسے منع کر دیا۔

”نیلی کار کے قریب جانے کی ضرورت نہیں ڈرائیور۔ مجھے صرف اس کی منزل معلوم کرنی ہے۔ اسے نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دینا جو بل بنے گا اس سے دوگنا دوں گی“..... جولیا نے کہا تو ڈرائیور نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اس نے یہ معلوم کرنے کی ضرورت نہ سمجھی کہ جولیا نیلی کار کی منزل کیوں معلوم کرنا چاہتی تھی اور اس کار میں کون تھا۔ نیلی کیڈلاک دس بارہ منٹ تک مختلف سڑکوں پر دوڑنے کے بعد ایک بڑے سے ہوٹل کے قریب پہنچی اور گیٹ سے ہوٹل کے احاطے میں داخل ہو گئی تو جولیا نے ٹیکسی ہوٹل سے باہر ہی رکوائی اور ڈرائیور سے کرایہ دریافت کر کے دوگنی رقم اس کے حوالے کرنے کے بعد ٹیکسی سے اتری اور ہوٹل کے گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ وہ احاطے میں داخل ہوئی تو نیلی کیڈلاک پارکنگ میں کھڑی دکھائی دی۔ راون ہال کے دروازے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی جولیا بھی تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھی اور ہال میں داخل ہوئی تو راون ہال کے

پاس ہی رک گئی۔ ویٹر چوتھے کمرے کے دروازے پر رکا اور دستک دینے کے بعد دروازہ کھول کر کمرے میں چلا گیا تو جولیا سمجھ گئی کہ راون اسی کمرے میں ہے لیکن تصدیق کرنا ضروری تھا۔ چند لمحوں بعد ویٹر کمرے سے نکلا اور واپس سیڑھیوں کی طرف آنے لگا تو جولیا اس کی مخالف سمت میں بڑھنے لگی۔ راہداری کے اختتام پر پہنچ کر وہ واپس مڑی تو ویٹر نیچے جا چکا تھا چنانچہ جولیا راون کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی لیکن سیڑھیوں کے قریب واش روم دیکھ کر اسے خیال آیا کہ پہلے ایکسٹو کو رپورٹ دینی چاہئے چنانچہ اس نے واش روم کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ بولٹ چنھا کر وہ سامنے والی دیوار کے قریب آئی اور ڈانچ ٹرانسمیٹر آن کر کے ایکسٹو کی فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے لگی۔

”ہیلو چیف۔ جولیا کالنگ۔ اوور“..... جولیا نے ٹرانسمیٹر منہ کے قریب کر کے آہستہ سے کہا۔

”یس جولیا۔ ایکسٹو اسٹینڈنگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔

”رپورٹ سر۔ اوور“..... جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور راون کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگی۔

”گلد۔ اسے تم پر شبہ تو نہیں ہوا۔ اوور“..... ایکسٹو نے کہا۔

”نوسر۔ شبہ ہوتا تو وہ مجھے ڈانچ دینے کی کوشش کرتا۔ اوور“۔

جولیا نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

”آل رائٹ۔ میں چوہان کو بھیج رہا ہوں۔ اس کے آنے تک تم راون کی نگرانی کرو۔ چوہان تمہاری جگہ لے گا اور تم اپنے فلیٹ چلی جانا۔ تم ہال میں بیٹھ کر چوہان کا انتظار کرو۔ اس آدمی کے چائے سے فارغ ہونے تک چوہان وہاں پہنچ جائے گا۔ اور اینڈ آل“..... ایکسٹو نے ہدایات دیتے ہوئے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو جولیا نے بھی ٹرانسمیٹر آف کیا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی لیکن جونہی وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی تو سائیڈ سے کسی نے یکدم اس کی کپٹنی سے ریوالور کی نال لگا دی۔ جولیا نے چونکتے ہوئے ریوالور بردار کی طرف دیکھا اور یکدم ساکت ہو گئی کیونکہ وہ راون ہی تھا اور طنزیہ نگاہوں سے جولیا کو گھور رہا تھا۔

”ریوالور پر سائیلنسر ہے اس لئے تمہارے منہ سے بھی کوئی آواز نہیں نکلتی چاہئے۔ جولیا فٹز واٹر“..... راون نے دھمکی بھرے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ کون ہو تم“..... جولیا نے اپنے نام پر چونکتے ہوئے کہا۔ یقیناً راون نے اسے میک اپ میں بھی پہچان لیا تھا۔

”اپنا تعارف کمرے میں پہنچ کر کرا دوں گا۔ فی الحال تم خاموشی سے میرے کمرے کی طرف چلو۔ کوئی غلط حرکت کی تو زندہ نہیں چھوڑوں گا“..... راون نے سخت لہجے میں کہا اور جولیا کی کپٹنی سے ریوالور ہٹا کر اس کے پہلو سے لگا دیا۔ جولیا نے فی الحال اس کے

کا۔..... راون نے بے پروائی سے کہا اور جولیا پر نگاہیں گاڑے آگے بڑھا لیکن جونہی وہ جھک کر پرس اٹھانے لگا۔ جولیا نے بجلی کی سی تیزی سے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ٹھوکر جمائی اور اس آدمی کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دروازے کے قریب جا گرا۔ راون تیزی سے سیدھا کھڑا ہوا ہی تھا کہ جولیا نے اس پر چھلانگ لگائی اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا مگر دوسرے ہی لمحے اس نے سنبھل کر جولیا کے چہرے پر گھونسا مارا اور جولیا کے حلق سے تیز کراہ نکل گئی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی پیچھے پڑی کرسی سے جا ٹکرائی تو راون غصے سے جبرے بھینچتا ہوا جولیا کی طرف بڑھا لیکن جولیا نے فوراً ہی سنبھل کر میز سے شیشے کا بھاری ایش ٹرے اٹھایا اور اس کے چہرے پر دے مارا۔ راون خود کو بچاتے ہوئے یکدم جھک گیا اور ایش ٹرے اس کے عقب میں دیوار سے جا ٹکرایا۔ اپنا وارنا کام ہوتے دیکھ کر جولیا نے کوئی وقفہ نہ کیا اور راون کے سر اٹھانے سے پہلے ہی تیزی سے اچھل کر اس کے چہرے پر ٹھوکر رسید کر دی۔ راون کراہتا ہوا پشت کے بل پیچھے فرش پر جا گرا اور جولیا نے فوراً ہی اس پر چھلانگ لگا دی لیکن راون تیزی سے کروٹ بدل گیا اور جولیا اس کی چھوڑی ہوئی جگہ پر آگری تو راون نے مڑتے ہوئے جولیا کی گردن پر کھڑی ہتھیلی کا وار کر دیا۔ یقیناً وہ کرائے میں مہارت رکھتا تھا لیکن جولیا بھی مارشل آرٹ سے انجان نہ تھی۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے دوسری جانب کروٹ لے کر اپنی گردن

حکم کی تعمیل کرنا ہی مناسب سمجھا اور بے پروائی سے سر جھٹک کر راون کے آگے آگے اس کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔ راون اس کے پہلو سے ریوالور لگائے ساتھ ساتھ قدم اٹھا رہا تھا۔ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جولیا کمرے میں داخل ہوئی تو راون بھی اندر آ گیا اور اس نے ایک ہاتھ پیچھے کر کے دروازہ بند کر دیا۔ کمرے میں ان دونوں کے سوا کوئی تیسرا فرد موجود نہیں تھا۔ میز پر چائے کے برتن دیکھ کر جولیا میز کے قریب رکی اور اس کی طرف مڑ گئی۔

”تم کون ہو اور مجھے کیوں یہاں لائے ہو؟.....“ جولیا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”انجان مت بنو جولیا۔ میں وہی ہوں جس کے بارے میں تم اپنے چیف کو رپورٹ دے چکی ہو حالانکہ میں تمہاری کال کے دوران دخل دیتا تو تم اپنے چیف کو یہ بھی بتانے سے رہ جاتیں کہ تم کس ہوٹل میں ہو۔ اپنا پرس فرش پر ڈال دو“..... راون نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو جولیا نے ہونٹ بھیچے اور پرس فرش پر ڈال دیا۔

”وہ ٹرانسمیٹر کہاں ہے جس پر تم نے اپنے چیف سے بات کی تھی؟.....“ راون سخت لہجے میں کہا۔

”پرس میں ہے۔ لیکن تمہارے لئے وہ بے کار ہے“..... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

”کوئی بات نہیں۔ میں اسے تمہارے لئے بھی بے کار بنا دوں

بچائی اور کھڑی ہتھیلی کی ضرب فرش پر پڑی تو راون کے حلق سے تیز کراہ نکلی اور اس نے اپنا ہاتھ تھام لیا۔ اسی لمحے جولیا نے اٹھے بغیر اپنے جسم کو گھمایا اور اس کی لات راون کے سینے میں پڑی تو وہ کراہتا ہوا فرش پر لڑھک گیا۔

جولیا اچھل کر کھڑی ہوئی اور اس نے پھرتی سے راون کے پہلو میں ٹھوکر لگائی تو راون کے حلق سے تیز کراہ نکلی اور وہ کروٹ بدل گیا اور پھر جیسے ہی اس نے سیدھے ہو کر اٹھنے کی کوشش کی جولیا نے اس کے سینے میں ٹھوکر رسید کر دی لیکن اس مرتبہ راون نے پھرتی سے دونوں ہاتھ بڑھائے اور جولیا کا پاؤں گرفت میں لے کر یکدم موڑ دیا۔ جولیا درد کی شدت سے کراہتی ہوئی فرش پر آگری اور راون نے تیزی سے جولیا پر جست لگا دی۔ ٹھیک اسی لمحے جولیا سیدھی ہو گئی اور اس نے دونوں پاؤں اٹھا کر راون کو اپنے پیروں پر روکتے ہوئے جھٹکے سے پیچھے دھکا دیا تو راون لڑکھڑاتا ہوا عقب میں دیوار سے جا لگا اور جولیا اچھل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ راون تیزی سے جولیا کی طرف بڑھا اور اس نے جولیا کے چہرے پر گھونسا رسید کر دیا مگر جولیا اپنے دفاع کے لئے تیار تھی وہ یکدم فرش پر بیٹھ گئی اور مد مقابل کا وار خالی گیا تو وہ اپنی جھونک میں آگے کی طرف جھک گیا۔ جولیا نے فوراً اس کے پیٹ سے اپنا سر لگایا اور یکدم انگی تو راون کا جسم جولیا کے سر سے پھسل گیا اور وہ سر کے بل عقب میں فرش پر جا گرا۔ جولیا برقی سرعت سے اس کی طرف مڑی اور

اس نے راون کے چہرے پر زور دار ٹھوکر جمائی تو وہ درد کی شدت سے بلبلانے لگا۔ اس کا ہونٹ پھٹ گیا تھا اور وہاں سے خون بہنے لگا تھا لیکن جولیا نے اسے سنہلنے کی مہلت نہ دی۔ اس وقت وہ خونخوار شیرینی بنی ہوئی تھی اور اس کے ذہن پر درندگی سوار تھی چنانچہ اس نے فوراً ہی راون کی پسلیوں میں ٹھوکر رسید کر دی مگر اس مرتبہ اس کی ٹھوکر اپنے ہدف کو نہ چھو سکی کیونکہ راون پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ جولیا کا وار خالی گیا اور وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور کمر کے بل فرش پر گر گئی۔

اس کے فرش پر گرتے ہی راون نے اپنے ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی اور دروازے کی قریب فرش پر پڑا ریوالور اٹھا لیا لیکن جونہی اس نے ریوالور لے کر جولیا کی طرف رخ کیا، جولیا یکدم اپنی جگہ سے اچھل کر راون کے ساتھ جانمکرائی تو اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا عقب میں دروازے سے جانمکرایا۔ جولیا بھی فرش پر گری لیکن وہ پھرتی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی مگر اسی لمحے راون نے خونخوار انداز میں دانت کچکپکاتے ہوئے جولیا پر چھلانگ لگائی اور جولیا کو دبوچے فرش پر آگرا۔ جولیا نے گرتے ہی یکدم تڑپ کر کروٹ لی اور وہ جولیا کے اوپر سے دائیں جانب لڑھک گیا۔ جولیا پھرتی سے اچھل کر کھڑی ہوئی اور اس نے راون کے ریوالور کی طرف چھلانگ لگا دی وہ ریوالور اٹھا کر راون کی طرف مڑی ہی تھی کہ راون فرش سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”او کے۔ کیا میں روزی کو باہر بلا لوں“..... راون نے کہا اور
بائیں دیوار میں واقع واش روم کی طرف دیکھا جس کا دروازہ تھوڑا
سا کھلا ہوا تھا۔

”کون روزی؟“..... جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

”خود دیکھ لینا۔ روزی باہر آ جاؤ اور جولیا سے اپنا تعارف
کراؤ“..... راون نے بلند آواز سے کہا تو جولیا نے احتیاطاً چہرہ موڑ
کر واش روم کی طرف دیکھا مگر اسی لمحے راون نے یکدم دروازہ
کھولا اور باہر چھلانگ لگا دی۔ جولیا نے تیزی سے مڑ کر فائر کر دیا
لیکن بے آواز گولی بے کار گئی۔ راون باہر نکلتے ہی سائیڈ پر ہو گیا
تھا۔ جولیا فوراً دروازے کی طرف لپکی لیکن اسی لمحے باہر سے راون
نے ہاتھ بڑھایا اور دروازہ بند کر دیا۔ جولیا دوڑتی ہوئی دروازے
سے جا نکل رہی لیکن اس نے خود کو گرنے سے بچا لیا اور تیزی سے
دروازہ کھول کر باہر آئی تو راہداری سنسان پڑی تھی اور وہاں کوئی
ذی روح نظر نہ آ رہا تھا۔

”خبردار۔ اب کوئی حرکت مت کرنا ورنہ بھیجہ اڑا ڈالوں گی“
جولیا نے ریوالور اس پر تان کر غراتے ہوئے کہا تو اس کے ہاتھ
میں ریوالور دیکھ کر راون کا چہرہ سپاٹ رہا لیکن اس کی آنکھوں سے
خوف جھلکنے لگا۔

”میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا“..... راون نے جبرے بھیجے
ہوئے کہا۔

”اپنی فکر کرو۔ فوراً ہاتھ اٹھا لو ورنہ میں فائر کر دوں گی“.....
جولیا نے اسے گھورتے ہوئے خونخوار لہجے میں کہا تو راون نے
خوفزدہ ہو کر جولیا کے حکم کی تعمیل کی اور ہاتھ بلند کر لئے۔ جولیا
اندازہ تھا کہ چوہان وہاں پہنچنے ہی والا ہو گا۔

”چلو۔ سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ ہری اپ“..... جولیا نے سخت
لہجے میں کہا تو راون جولیا کو پھاڑ کھانے والی نگاہوں سے گھورتا،
دیوار کی طرف الٹے پاؤں بڑھنے لگا۔ وہ دروازے کے بائیں
جانب دیوار کے پاس پہنچ کر رک گیا۔

”ہاتھ نیچے کرنے یا بھاگنے کی کوشش مت کرنا ورنہ گولی کھوپڑی
کے پار ہو جائے گی“..... جولیا نے اسے وارننگ دیتے ہوئے کہا
”کیسے گولی مارو گی۔ ریوالور خالی ہے۔ چیک کر لو“..... را
نے منہ بنا کر کہا۔

”شٹ اپ۔ میں تمہارے جھانے میں نہیں آ سکتی“.....
نے اسے ڈانٹتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

بھی کر رکھے تھے اور پرائیویٹ اداروں اور کمپنیوں میں ملازم بھی ہو گئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے مقامی سرحدی باشندوں کے ساتھ رشتہ داریاں بھی قائم کر لی تھیں اور اس طرح انہیں پاکیشیائی ہم قوموں کی سپورٹ مل گئی تھی۔ صفدر، ایکسٹو کی ہدایت پر مختلف ہوٹلوں میں ان کا فرستانی ایجنٹوں کا جو قبائلی باشندوں کے میک اپ میں سرحدی بارڈر سے شہر میں داخل ہوئے تھے، کھوج لگانے کی کوشش کرتا ہوا یہاں پہنچا تھا کیونکہ ایکسٹو کا خیال تھا کہ کا فرستانی ایجنٹ اپنی شناخت چھپانے کے لئے اب بھی قبائلی باشندوں کے میک اپ میں ہی ہوں گے اور رہائش کے لئے بھی وہ ایسے علاقے کو ترجیح دیں گے جہاں مقامی قبائلی باشندوں میں گھل مل کر محفوظ رہ سکیں۔

صفدر خاموشی سے کھانا کھانے میں مصروف بہادرستانی شخص کے قریب آ کر کرسی پر بیٹھ گیا تو اس نے چونک کر صفدر کی طرف دیکھا۔

”کھانا کھاؤ خان“..... اس شخص نے ایک لمحہ بعد صفدر کو مخاطب کر کے کہا۔

”شکریہ۔ میں کھا چکا ہوں۔ اب یہاں چائے پینے آیا ہوں۔“
صفدر نے بہادرستانی لب و لہجے میں کہا اور اسی لمحے ایک ویٹر آ گیا تو صفدر نے اسے چائے لانے کی ہدایت کی۔ چند منٹ بعد چائے آ گئی اور اس میز پر بیٹھا شخص کھانے سے فارغ ہو کر اٹھ گیا۔ وہ

دلجان ہوٹل کے ہال میں داخل ہو کر صفدر نے ہال کا جائزہ لیا تو اکثر میزیں آباد تھیں۔ ایک میز پر صرف ایک آدمی بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ کوئی مناسب جگہ نہ پا کر صفدر اس میز کی طرف بڑھ گیا۔ اس وقت وہ قبائلی باشندے کے میک اپ میں تھا اور لباس سے بھی بہادرستانی لگ رہا تھا۔ دلجان ہوٹل بہادرستانی پناہ گزینوں کی بستی کے بالکل قریب تھا اور ان مہاجرین کی وہاں عارضی آباد کاری کے بعد بنایا گیا تھا اس لئے ہوٹل میں آنے والوں کی اکثریت بھی مہاجر بہادرستانیوں کی تھی جو روسیہ کے بہادرستان پر قبضہ کے بعد ہجرت کر کے پاکیشیا میں آئے تھے اور حکومت نے ان مسلمان بھائیوں کے لئے اس علاقہ میں عارضی بستی قائم کی تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہادرستانی مہاجروں نے یہاں عمارتیں بنا لی تھیں اور مستقل طور پر یہاں آباد ہو گئے تھے۔ انہوں نے کاروبار

آدمی نے جواب میں کہا۔

”تو کیا آپ کو کسی لیڈر کا علم نہیں ہے۔ ہمارے بیشتر لیڈر دشمن کے خلاف لڑتے رہے ہیں“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ البتہ ایک لیڈر مقصود خان کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ پاکیشیا میں ہی ہے لیکن اس کا اتنا پتا معلوم نہیں ہو سکا۔ میں اس کے گروہ میں شامل ہو کر جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو تو معلوم ہو گا کہ وہ کہاں رہتا ہے کیونکہ آپ مجھ سے پہلے اس علاقے میں آئے تھے“..... اس شخص نے کہا۔

”افسوس۔ میں اس کے ٹھکانے سے انجان ہوں۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ ہمارے کون کون سے اور کتنے لیڈر یا گروہ یہاں موجود ہیں البتہ میرا ایک دوست یہاں رہتا ہے اور اسے مقصود خان کے علاوہ بھی کئی رہنماؤں کا علم ہے۔ مقصود خان کا ٹھکانہ بھی وہ جانتا ہے۔ آپ کو مقصود خان کا ایڈریس چاہئے تو میں ابھی اسے فون کر کے معلوم کر لیتا ہوں“..... صفدر نے پیش کش کرتے ہوئے کہا۔

”آپ کا بڑا احسان ہو گا خان۔ میرا نام حکمت خان ہے۔“ اس آدمی نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”مجھے رستم خان کہتے ہیں اور میں آپ پر کوئی احسان نہیں کر رہا۔ یہ تو میرا فرض ہے“..... صفدر نے کہا۔

بل ادا کرنے کے لئے کاؤنٹر کی طرف گیا تو صفدر چائے پینے ہال میں بیٹھے افراد کا غور سے جائزہ لینے لگا۔ چند منٹ بعد ایک اور شخص آیا اور صفدر کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا تو صفدر اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ شخص بھی بہادرستانی تھا۔ اس کے چہرے پر چھوٹی چھوٹی گھنی داڑھی اور مونچھیں تھیں اور وہ نوجوان اور قوی الجشہ تھا۔ اس شخص نے ویٹر کو طلب کر کے چائے کا آرڈر دیا۔ اس دوران صفدر کی باریک بین نگاہوں نے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ شخص میک اپ میں ہے کیونکہ اس کی داڑھی اور مونچھیں مصنوعی تھیں۔ ویٹر چائے لے آیا تو اس کے جانے کے بعد وہ شخص چائے پینے لگا۔

”آپ کہاں رہتے ہیں برادر“..... چند لمحوں بعد اس شخص نے صفدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”میں قریبی مہاجر بستی میں رہتا ہوں۔ اور آپ“..... صفدر نے بھی بہادرستانی زبان میں کہا۔

”میں تو ابھی ایک ماہ پہلے اپنے اہل خانہ کے ساتھ یہاں آیا ہوں اور ایک کیمپ میں ٹھہرا ہوا ہوں لیکن کیمپ میں لوگ ہر وقت لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں اس لئے میرا ارادہ ہے کہ کوئی ہم وطن رہنما مل جائے تو واپس بہادرستان چلا جاؤں۔ یہاں اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں مرنے سے بہتر ہے کہ بہادرستان میں غیر ملکی غاصبوں سے لڑتا ہوا مارا جاؤں۔ آپ کا کیا خیال ہے“..... اس

”کیا آپ کے پاس سیل فون ہے؟“..... حکمت خان نے پوچھا۔
 ”نہیں۔ باہر ایک پنی سی او کی دکان ہے۔ میں اکثر وہیں سے
 فون کرتا رہتا ہوں۔ آپ بیٹھیں، میں فون کر کے ابھی آتا ہوں اور
 ہاں چائے کا بل میں دوں گا آپ کا“..... صفدر نے مسکراتے
 ہوئے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ حکمت خان بھی مسکرا دیا اور صفدر
 دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ہوٹل سے باہر نکل کر اس نے دائیں
 بائیں کا جائزہ لیا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک گلی دیکھ کر وہ اس طرف
 بڑھنے لگا۔ اصل میں وہ ایکسٹو کو حکمت خان کے بارے میں
 رپورٹ دینا چاہتا تھا اس لئے فون کے بہانے وہ ہوٹل سے باہر آیا
 تھا۔ وہ گلی میں داخل ہوا تو گلی میں کوئی ذی روح موجود نہ تھا۔ چند
 قدم چلنے کے بعد اس نے رک کر وایج ٹرانسمیٹر آن کیا اور ایکسٹو کو
 کال کرنے لگا

”ہیلو چیف۔ صفدر کالنگ۔ اور“..... اس نے آہستہ آواز میں
 کہا لیکن اس کی نگاہیں گلی سے باہر سڑک پر مرکوز تھیں۔
 ”یس صفدر۔ ایکسٹو انیڈنگ یو۔ اور“..... چند سیکنڈ بعد
 ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی تو صفدر کسی تمہید میں
 پڑے بغیر حکمت خان کے بارے میں رپورٹ دینے لگا۔

”ٹھیک ہے۔ تم اسے مقصود خان کا ایڈریس بتاؤ پھر اس کا
 احتیاط سے پیچھا کرو۔ اور“..... اس کے خاموش ہونے پر ایکسٹو
 نے کہا۔

”رائٹ سر۔ لیکن میں یہاں بائیک پر آیا ہوں چیف اور وہ مجھے
 اپنے پیچھے دیکھ کر پہچان لے گا۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کے
 پاس اپنی کوئی سواری ہے یا وہ ٹیکسی میں سفر کرے گا۔ اور“.....
 صفدر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”تم بھی ٹیکسی کر لینا۔ بائیک وہاں سے کوئی اور ممبر لے آئے
 گا۔ اس شخص کا ٹھکانہ معلوم کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ تعاقب کے
 دوران تمہیں ڈانچ دینے کی کوشش کرے تو اسے گرفت میں لے کر
 دانش منزل پہنچا دینا۔ اور اینڈ آل“..... ایکسٹو نے آخر میں کہا اور
 اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے بھی وایج ٹرانسمیٹر آف
 کر دیا اور گلی سے نکل کر ہوٹل کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ہوٹل میں داخل
 ہوا تو حکمت خان اپنی جگہ بیٹھا تھا اور چائے سے فارغ ہو چکا تھا۔
 صفدر اس کے قریب پہنچ کر رکا تو حکمت خان نے سوالیہ نگاہوں
 سے اس کی طرف دیکھا۔

”مقصود خان کا ایڈریس معلوم ہو گیا ہے حکمت خان“..... صفدر
 نے مسکرا کر کہا اور اسے ایڈریس بتا دیا۔
 ”بہت بہت شکریہ رستم خان۔ کیا چائے پیئیں گے؟“..... حکمت
 خان نے خوش ہو کر کہا۔

”نہیں۔ مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے“..... صفدر نے
 مسکرا کر کہا اور اس سے مصافحہ کر کے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ اپنا
 اور حکمت خان کا بل ادا کر کے وہ ہوٹل سے نکلا اور اسی گلی کی

طرف بڑھ گیا۔ گلی کی کنڑ پر آڑ میں رک کر وہ ہوٹل کے گیٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑا اور چند لمحوں بعد حکمت خان ہوٹل سے نکلا تو صفدر نے چہرہ آڑ میں کر لیا پھر اس نے احتیاط سے باہر دیکھا تو حکمت خان سیاہ رنگ کی بیوک کار کی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول رہا تھا۔ وہ کار میں بیٹھا اور انجن اشارت کر کے گلی کی مخالف سمت میں روانہ ہو گیا۔ صفدر فوراً گلی سے نکلا اور ہوٹل کے باہر کھڑی ٹیکسی کی طرف بڑھ گیا۔ ٹیکسی خالی ہی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر عقبی نشست پر بیٹھا اور ڈرائیور کو اس سمت میں چلنے کی ہدایت کی جس طرف سیاہ بیوک جا رہی تھی تو ڈرائیور نے انجن اشارت کیا اور اس سمت روانہ ہو کر رفتار میں اضافہ کرنے لگا۔

”بس اس کار کے پیچھے پیچھے چلو۔ درمیانی فاصلہ کچھ بڑھا لو۔ کرایہ کی فکر مت کرنا“..... سیاہ بیوک کے قریب پہنچتے ہی صفدر نے ٹیکسی ڈرائیور کو ہدایت کرتے ہوئے کہا تو اس نے رفتار کم کر کے ٹیکسی کا سیاہ بیوک کار سے فاصلہ بڑھا لیا اور تقریباً پچاس قدم پیچھے ہو کر اگلی کار کا تعاقب کرنے لگا۔ چند منٹ بعد بیوک کار ایک گلی میں داخل ہوئی تو صفدر نے ٹیکسی گلی کے باہر رکوائی اور تیزی سے کرایہ کی رقم ڈرائیور کے حوالے کر کے ٹیکسی سے باہر آیا اور پھر گلی کی طرف بڑھ گیا۔ گلی کی کنڑ پر پہنچ کر اس نے گلی میں جھانکا تو سیاہ کار ایک کوٹھی کے باہر رکی ہوئی تھی لیکن اس میں حکمت خان نظر

نہیں آ رہا تھا۔ یقیناً وہ کوٹھی کے اندر جا چکا تھا۔ صفدر گلی میں داخل ہوا اور آگے بڑھنے لگا۔ کوٹھی کے گیٹ کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے بند گیٹ کی طرف سرسری نگاہوں سے دیکھا اور گیٹ کے پہلو میں لکھا کوٹھی کا نمبر ذہن نشین کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ چند قدم آگے جا کر وہ مڑا اور واپس سڑک کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ گلی سے نکل کر سڑک پر پہنچا تو سڑک کی دوسری طرف واقع ایک ٹیلی فون بوتھ دیکھ کر اس طرف بڑھ گیا۔ بوتھ میں داخل ہو کر اس نے واج ٹرانسمیٹر آن کیا اور ایکسٹو کو کال کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا اور اس نے ایکسٹو کو تعاقب کی رپورٹ دی۔

”گڈ۔ اب تم اس کوٹھی کے کینوں کے بارے میں معلومات حاصل کر دلیکن احتیاط سے۔ اسی گلی کے کسی بھی گھر سے پوچھ سکتے ہو کہ وہاں کون رہتا ہے اور حکمت خان کا اس سے کیا تعلق ہے۔ اور“..... رپورٹ سن کر ایکسٹو نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ اور“..... صفدر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”معلومات حاصل کر کے مجھے رپورٹ دو۔ باقی ہدایات بعد میں دوں گا۔ اور اینڈ آل“..... ایکسٹو نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ صفدر نے واج ٹرانسمیٹر آف کیا اور فون بوتھ سے نکل کر گلی کی طرف بڑھا۔ سڑک پار کر کے وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ گلی سے حکمت خان کی کار باہر آتی دکھائی دی تو صفدر فوراً

گلی سے چند قدم دور ہٹ گیا۔ چونکہ گلی تنگ تھی اس لئے کار ریورس گیر میں باہر آ رہی تھی۔ کار باہر آ کر سیدھی ہوئی اور صفدر کی مخالف سمت میں روانہ ہو گئی تو صفدر پریشان ہو گیا۔ اس پاس کوئی سواری دستیاب نہیں تھی چنانچہ اس نے فوراً واج ٹرانسمیٹر آن کیا اور ایکسٹو کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو چیف۔ صفدر کالنگ اوور“..... صفدر نے واج ٹرانسمیٹر والا ہاتھ سینے پر رکھ کر آہستہ سے کہا تاکہ کوئی محسوس نہ کر سکے۔

”یس صفدر۔ ایکسٹو اینڈنگ یو۔ اوور“..... رابطہ قائم ہونے پر ایکسٹو کی آواز سنائی دی تو صفدر نے حکمت خان کی رواجی کی اطلاع دی۔

”ٹھیک ہے۔ اس کا تعاقب جاری رکھو۔ اوور“..... ایکسٹو نے کہا۔

”چیف۔ سڑک پر کوئی ٹیکسی بھی نظر نہیں آ رہی کہ اس کا پیچھا کر سکو۔ اوور“..... صفدر نے پریشان لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم فی الحال کوشی کے مکینوں کے بارے میں معلوم کرو۔ اگر اس میں کوئی موجود نہ ہو تو اندر کا جائزہ لو۔ میں تمہاری رپورٹ کا منتظر رہوں گا۔ اوور اینڈ آل“..... ایکسٹو نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے بھی ٹرانسمیٹر آف کیا اور گلی کی طرف بڑھ گیا۔ گلی میں داخل ہو کر وہ مطلوبہ کوشی کے قریب پہنچا تو کوشی کا گیٹ بند تھا اور اس پر قفل لگا ہوا تھا۔ گویا اندر اور کوئی موجود نہ تھا

چنانچہ صفدر نے اندر داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اس وقت گلی نسان پڑی تھی اور کوشی کا گیٹ تقریباً آٹھ فٹ بلند تھا۔ صفدر گیٹ کے قریب آیا اور پھرتی سے گیٹ پر چڑھ کر اندر اتر گیا۔ اندر کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور محتاط نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔ برآمدے سے آگے راہداری میں کئی کمرے تھے لیکن ان کے دروازے بند تھے۔ صفدر راہداری میں داخل ہوا اور اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن وہ لاک تھا اور اس میں نصب قفل خودکار سسٹم والا تھا۔ اس نے دوسرے کمروں کے دروازے چیک کئے تو وہ بھی مقفل تھے اور ان میں تاریکی تھی البتہ ایک کمرے میں کی ہول سے اندر جھانکنے پر سورج کی ہلکی روشنی دکھائی دی جو کمروں میں روشن دان سے اندر پہنچ رہی تھی۔ اس کمرے کے وسط میں ایک میز پر ٹیلی فون اور میز کے گرد صوفے رکھے دکھائی دے رہے تھے چنانچہ صفدر نے اس کمرے میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا کہ اس ڈرائنگ روم نما کمرے کا جائزہ لینے سے کچھ معلومات حاصل ہو سکتی تھیں۔

اس نے ریوالور کی نال قفل کے سوراخ پر رکھ کر فائر کیا اور بے آواز ریوالور کی گولی نے قفل بے کار کر دیا۔ صفدر نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ کمرے کی دائیں بائیں دیواروں میں دروازے تھے۔ ان کے دروازے کھلے تھے۔ صفدر آگے بڑھا اور

دائیں جانب والے کمرے میں داخل ہوا اس کمرے میں ایک بیڈ سائڈ ٹیبل اور دیوار کے پاس رکھی الماری کے سوا کچھ نہ تھا۔ صفر چند لمحوں تک کمرے کا جائزہ لیتا رہا اور پھر الماری کی طرف بڑھ گیا جس کا دروازہ بند تھا مگر اسی لمحے باہر سے کسی کار کے انجن کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور صفر چونک پڑا۔ دوسرے ہی لمحے وہ مڑا اور ڈرائنگ روم میں آ کر دروازے سے باہر نکل آیا۔ راہداری میں آ کر کار کے انجن کی آواز واضح سنائی دینے لگی۔ یقیناً وہ کار کونٹری کے گیٹ پر موجود تھی۔ نہ جانے آنے والا کون تھا۔ صفر نے خود کو پوشیدہ رکھنے کے لئے برآمدے میں واقع واش روم کا رخ کیا اور اندر داخل ہو کر اس نے واش روم کا دروازہ بند کر لیا لیکن باریک سی جھری رہنے دی جس سے وہ باسانی برآمدے اور کمپاؤنڈ کے کچے حصے کو دیکھ سکتا تھا۔ انجن کی آواز گیٹ کے باہر پہنچ کر بند ہو چکی تھی۔ چند لمحوں بعد گیٹ کھلنے کی آواز سنائی دی اور پھر قدموں کی آہٹیں ابھرنے لگیں۔ صفر نے آہٹیں قریب آنے پر جھری سے باہر دیکھا تو بے اختیار چونک پڑا۔ برآمدے کی طرف بڑھنے والے دو افراد تھے۔ ان میں ایک تو وہی حکمت خان تھا اور دوسرا پاکیشانی شہری لگ رہا تھا۔ اس نے براؤن رنگ کا سوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ صفر نے جھری سے چہرہ پیچھے ہٹا لیا۔ چند لمحوں بعد ان دونوں کے قدموں کی آہٹیں قریب آ گئیں۔ صفر نے محسوس کیا کہ وہ دونوں برآمدے میں داخل ہو رہے تھے۔

”مجھے تو ذرا واش روم میں جانا ہے۔ کس طرف ہے واش روم؟“ اچانک باہر سے حکمت خان کے ساتھی کی آواز سنائی دی۔ ”وہ سامنے ہے واش روم“..... حکمت خان کی آواز ابھری تو صفر بوکھلا گیا۔ ان دونوں نے آپس میں بہادرستانی زبان کی بجائے پاکیشانی زبان میں بات کی تھی لیکن ان کا لہجہ کافرستانی تھا۔ صفر کی پریشانی بجا تھی کیونکہ برآمدے میں ایک ہی واش روم تھا جس میں وہ موجود تھا اور اس واش روم میں چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی کہ وہ حکمت خان کے ساتھی کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتا۔ اس آدمی کے قدموں کی آہٹیں قریب آتی جا رہی تھیں اور صفر پر اضطراب طاری تھا۔ اس نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور پھر دروازے کی آڑ میں ہو کر دیوار سے پشت لگا لی۔ بے آواز ریوالور اس کے ہاتھ میں کسی بھی خطرے سے نمٹنے کے لئے تیار تھا۔ جلد ہی قدموں کی آہٹیں واش روم کے دروازے کے پاس آ پہنچیں اور صفر کے جسم میں یکدم بجلیاں کوندنے لگیں۔ اس کی یہ کیفیت صرف اس لمحے ہوتی تھی جب وہ کسی دشمن کو دبوچنے یا اس پر حملہ کرنے کے لئے ذہنی اور جسمانی طور پر انتہاری الرٹ ہوا کرتا تھا۔ ”اوہ۔ کیا میری غیر موجودگی میں یہاں کوئی آیا تھا دیکھ“..... حکمت خان کی آواز ابھری۔ ”نہیں تو۔ کیا ہوا؟“..... واش روم کے باہر موجود شخص نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”لاک ٹوٹا ہوا ہے۔ شاید کسی نے اسے فائر کر کے ناکارہ بنا دیا ہے۔“ حکمت خان کی آواز سنائی دی جو راہداری سے ابھری تھی۔ اس کے ساتھ ہی باہر کھڑے دپک نامی شخص کے قدموں کی آہٹیں وہاں سے دور ہونے لگیں۔ یقیناً وہ راہداری کی طرف جا رہا تھا۔ ”یہ دیکھو۔ کی ہول پر بارود کا سفوف نظر آ رہا ہے۔ کوئی اندر موجود ہے۔“ چند لمحوں بعد حکمت خان کی آواز سنائی دی تو صفدر نے دروازے کی جھری سے باہر دیکھا۔ سامنے راہداری میں دو دونوں ڈرائنگ روم کے دروازے کے باہر کھڑے تھے اور ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

”یقیناً ریوالور سے فائر کیا گیا ہے۔“ دپک نے کہا۔ ”میں اندر جاتا ہوں۔ تم ہوشیار رہو۔“ حکمت خان نے کہا اور پھر یکدم دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے کے باہر کھڑا دپک بے حد چونکا دکھائی دے رہا تھا اور صفدر سوچ رہا تھا کہ اسے واش روم سے نکل جانا چاہئے۔ ”اندر کوئی نہیں ہے۔“ چند لمحوں بعد حکمت خان نے واپس دروازے میں آ کر دپک سے کہا۔

”ہونا بھی نہیں چاہئے شکر۔ کوئی چور اتنی دیر اندر نہیں رہ سکتا۔“ دپک نے ہنس کر کہا۔

”نہیں۔ وہ چور نہیں تھا اور اندر سے کوئی چیز غائب نہیں ہوئی۔ پھر چور اتنے جرات مند نہیں ہوتے کہ دن دھاڑے قفل کھولنے کے

لئے ریوالور اور وہ بھی سائیلنسر ڈ سے فائر کریں کیونکہ سائیلنسر کے بغیر ریوالور سے فائر کیا جاتا تو فائر کی آواز دور تک سنائی دیتی اور فائر کی آواز سن کر اس ایریا میں رہنے والے کچھ نہ کچھ لوگ یہاں ضرور موجود ہوتے یا ان کی اطلاع پر پولیس یہاں آ چکی ہوتی۔“ حکمت خان نے جواب میں کہا۔ دپک نے اسے شکر کہا تھا جو یقیناً اس کا اصل نام تھا۔

”پھر تو وہ واقعی چور نہیں تھا شاید وہ ہمارے یہاں پہنچنے سے پہلے نکل گیا تھا۔“ دپک نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”لیکن احتیاط کے طور پر ہمیں پوری عمارت کو چیک کرنا ہو گا۔ ارے ہاں یاد آیا۔ یہاں سے رخصت ہوتے وقت میں نے واش روم کا دروازہ لاک نہیں کیا تھا۔ دیکھو وہ کھلا ہوا لگ رہا ہے۔“ شکر نے یکدم چونکتے ہوئے کہا اور صفدر اس کی بات سن کر چونک پڑا۔

”تم نے لاک نہیں کیا تھا تو کیا یونہی بند کر کے گئے تھے۔“ دپک نے چونک کر پوچھا۔

”نہیں۔ اس وقت وہ پورا اوپن تھا۔ میں چیک کرتا ہوں۔ تم باہر کپاؤنڈ میں دیکھو۔ گیٹ کے پاس پھولوں کے پودے بھی کسی کو آڑ کا کام دے سکتے ہیں۔“ شکر نے جلدی سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو وہ دونوں راہداری سے نکل کر برآمدے میں آئے اور دپک برآمدے سے باہر کپاؤنڈ میں چلا گیا۔ شکر ہاتھ میں ریوالور لئے

واش روم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ صفدر دوبارہ دروازہ کے پیچھے دیوار سے لگ کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ جلد ہی شکر کے قدموں کی آہٹیں قریب آ گئیں پھر باہر سے یکدم دروازے کو دھکا دیا گیا اور دروازہ کھل کر صفدر سے آ ٹکرایا تو اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا۔ پختہ فرش پر ریوالور گرنے سے اچھی خاصی آواز بلند ہوئی اور صفدر کے سنبھلنے سے پہلے ہی شکر نے تیزی سے اندر آ کر صفدر پر ریوالور تان لیا۔ صفدر طویل سانس لے کر رہ گیا۔

”خبردار۔ کوئی حرکت مت کرنا مسٹر رستم خان ورنہ میں فائر کر دوں گا۔ ہاتھ اٹھا لو“..... شکر نے صفدر کو حیرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تو اس کی آواز اس قدر بلند تھی کہ فوراً ہی باہر سے دوڑتے قدموں کی آہٹیں بلند ہونے لگیں۔ یقیناً دپیک نے اس کی آواز سن لی تھی۔ صفدر کے لئے شکر کے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس کے اندازے کے برعکس شکر کافی عقلمند ثابت ہوا تھا۔ اس طرح صفدر کا شکر پر قابو پانے کا ارادہ ناکام ہو گیا تھا اور اب وہ خود شکر کے ریوالور کے نشانے پر تھا چنانچہ اس نے ہاتھ بلند کر لئے۔ شکر اس سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اتنے میں دپیک اندر آ گیا اور وہ صفدر کو دیکھ کر بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ تو یہ ہے وہ چور“..... دپیک نے حیرت بھرے لہجے میں کہا اور صفدر پر ریوالور تان لیا۔

”باہر چلو رستم خان“..... شکر نے صفدر کو گھورتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا تو دپیک نے باہر نکل کر پوزیشن لے لی۔ صفدر باہر آیا تو دپیک کے ریوالور کا رخ صفدر کی طرف ہی تھا۔ صفدر کے پیچھے شکر باہر آیا اور اس نے صفدر کی کمر سے ریوالور لگا دیا۔

”ادھر ڈرائنگ روم میں چلو۔ کوئی غلط حرکت یا ہاتھ گرانے کی کوشش مت کرنا ورنہ کمر میں سوراخ کر دوں گا اور کسی کو فائر کی آواز بھی نہیں سنائی دے گی۔ ہری اپ“..... شکر نے راہداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دھمکی بھرے لہجے میں کہا تو صفدر راہداری کی طرف بڑھنے لگا اور دپیک الٹے قدموں پیچھے ہٹنے لگا لیکن اس کے ریوالور کی نال بدستور صفدر کے سینے کی جانب اٹھی رہی۔ دفعتاً صفدر کے واچ ٹرانسمیٹر پر کال کا اشارہ موصول ہوا لیکن وہ اس چوہنیشن میں کال رسیو نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے رکے بغیر راہداری میں آ کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور دپیک کے حکم پر کمرے کے وسط میں رک گیا۔

”دپیک۔ کیا خیال ہے۔ یہ شخص کون ہے“..... شکر نے صفدر کو گھورتے ہوئے دپیک کو مخاطب کر کے کہا۔

”شاید بہادرستانی یا وزیرستانی لگتا ہے“..... دپیک نے غور سے صفدر کا جائزہ لے کر کہا۔

ہاں۔ یہ بھی میری طرح نقلی بہادرستانی پناہ گزین ہے اور یقیناً رستم خان اس کا فرضی نام ہے“..... شکر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ان دونوں نے چوتھے ہوئے ایک ساتھ چرے گھا کر پیچھے دیکھا اور صفدر نے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ گراتے ہوئے دیپک پر جست لگا دی۔ دیپک کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا اور صفدر اسے گرفت میں لئے فرش پر آگرا۔ دیپک کا سرفرش سے ٹکرایا اور اس کے حلق سے تیز کراہ نکل گئی تو شنکر نے فوراً ہی ریوالور سے صفدر پر فائر کر دیا لیکن دیپک کی بد قسمتی تھی کہ اسی وقت اس نے ٹپ کر کر ڈٹ لی تھی اور صفدر اس کے سینے سے فرش پر لڑھک گیا تھا چنانچہ بے آواز گولی نے دیپک کی کمر میں سوراخ کر دیا اور اس کے منہ سے کربناک چیخ نکل گئی۔ اسے زچے دیکھ کر شنکر بوکھلا گیا اور اس سے پہلے کہ وہ صفدر پر دوبارہ فائر کرتا، صفدر اپنی جگہ سے اچھل کر شنکر سے آٹکرایا تو شنکر کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا کمر کے بل فرش پر جا گرا۔ صفدر نے اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی تیزی سے اٹھ کر اس کے پہلو میں بھرپور ٹھوکر جمائی اور شنکر کراہتا ہوا کروٹ بدل گیا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر صفدر نے اس کی پسلیوں میں ٹھوکر لگائی اور شنکر دوبارہ فرش پر لڑھک گیا۔ صفدر نے پھرتی سے فرش پر گرا ہوا شنکر کا ریوالور اٹھایا اور اس کی طرف بڑھا۔ شنکر کراہتا ہوا فرش سے اٹھنے لگا لیکن اسی لمحے صفدر نے اسے ایک اور ٹھوکر ماری اور اس کے گرتے ہی جھک کر ریوالور کا دستہ اس کی کپٹنی پر مارا تو شنکر کے حلق سے تیز کراہ نکلی اور وہ ہوش و حواس سے بے گانہ ہوتا

”اوہ۔ تمہیں تو اس کا نام اور قومیت بھی معلوم ہے۔ کیا تم اسے پہلے سے جانتے ہو؟..... دیپک نے چوتھے ہوئے کہا۔“

”زیادہ عرصہ سے نہیں، تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹہ پہلے اس سے تعارف ہوا تھا اور اس کا مجھ پر احسان ہے کہ اس نے مقصود خان کا ایڈریس بتانے کے علاوہ میری چائے کا بل بھی ادا کیا تھا مگر اس وقت مجھے محسوس نہ ہوا تھا کہ یہ میک اپ میں کسی خفیہ ایجنسی کا ممبر ہے.....“ شنکر نے صفدر سے نگاہیں ہٹائے بغیر کہا اور صفدر سے دلجان ہوٹل میں ہونے والی ملاقات کا قصہ مختصراً بتا دیا۔

”شنکر۔ یہ آدمی تمہاری غفلت سے یہاں تک پہنچا ہے۔ یقیناً اس نے تمہارا پیچھا کیا ہوگا۔ بہر حال یہ جو کوئی بھی ہے، اسے فوراً دوسری دنیا کے سفر پر روانہ کر دو ورنہ تم باس کے غضب سے نہیں بچ سکو گے۔ آگے تمہاری مرضی.....“ دیپک نے صفدر کو گھورتے ہوئے شنکر سے کہا تو اس مرتبہ اس نے فرانسیسی زبان میں بات کی تھی۔

”لیکن ہمیں ٹھکانہ بھی تو تبدیل کرنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے اس نے اپنے کسی ساتھی کو اس عمارت کے ایڈریس سے آگاہ کر دیا ہو۔“ شنکر نے بھی فریج میں کہا۔ یقیناً وہ صفدر کو فریج زبان سے نا آشنا سمجھ رہے تھے۔

”فی الحال رستم خان کا انتظام کرو۔ باس سے کوئی بہانہ کر لینا۔“ دیپک نے جلدی سے کہا اور اسی لمحے عقب میں میز پر رکھے

چلا گیا۔

دبک دم توڑ چکا تھا۔ صفدر نے اطمینان کا سانس لیا اور وایٹ ٹرسمیٹر آن کر کے ایکسٹو کو کال کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہونے پر اس نے ایکسٹو کو رپورٹ دی تو جواب میں ایکسٹو نے ہدایت کی کہ وہ شکر کو اس کی کار میں ڈال کر دانش منزل پہنچا دے چنانچہ صفدر نے پہلے تو دبک کے لباس کی تلاشی لی مگر ایک لائسنس ٹرسمیٹر کے سوا کوئی کام کی چیز برآمد نہ ہوئی تو صفدر نے ٹرسمیٹر اور دونوں کے ریوالور اپنی جیبوں میں ٹھونے اور بے ہوش شکر کو اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ شکر کی سیاہ بیوک۔ کار گیٹ سے باہر موجود تھی اور اتفاق سے چابی بھی انکیشن سوئچ میں لگی ہوئی تھی۔ صفدر نے شکر کا بے ہوش جسم کار کی عقبی نشستوں کے پائیدان میں لٹایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ انجن اشارت کر کے اس نے کار آگے بڑھائی اور گلی سے باہر سڑک پر آ کر دانش منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

عمران کو اسی موقع کا انتظار تھا چنانچہ جونہی ادھیڑ عمر شخص نے ریوالور نکالنے کے لئے اس کے کوٹ کی بیرونی جیب میں ہاتھ ڈالا، عمران نے یکدم سر کو زور سے جھٹکا دیا اور اس آدمی کا دوسرا ہاتھ بھی عمران کی گردن سے ہٹ گیا اس کے ساتھ ہی عمران نے پلٹ کر اس آدمی کے منہ پر گھونسا جمایا تو وہ شخص درد کی شدت سے کراہتا ہوا عقبی نشست پر جا گرا اور اس کی ناک سے خون پھوٹ پڑا مگر اس نے فوراً ہی کار کا دروازہ کھولا اور باہر چھلانگ لگا دی۔ عمران اتنا احمق نہیں تھا کہ اسے نکل جانے دیتا چنانچہ اس نے بھی کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر دروازہ کھولا اور کار سے باہر نکلتے ہی اس شخص پر چھلانگ لگا دی۔ ادھیڑ عمر اٹھ کر دوڑنے ہی لگا تھا کہ عمران اس سے آنکرایا اور وہ شخص لڑکھڑا کر منہ کے بل گر گیا مگر اس نے گرتے ہی تیزی سے کروٹ لی اور سیدھے ہو کر دونوں پاؤں زور

سے عمران کے پیٹ میں مارے تو عمران کراہتا ہوا دو تین قدم پیچھے ہٹ گیا اور اس شخص نے پھرتی سے کھڑے ہو کر عمران پر جست لگا دی۔ عمران نے فوراً ہاتھ آگے بڑھا کر اسے ہاتھوں پر روکا اور اس کے جڑے پر اپنا آہنی گھونسا جما دیا۔

وہ آدمی کراہتا ہوا بائیں طرف زمین پر گرا تو عمران فوراً جست لگا کر اس کے سینے پر سوار ہو گیا اور اس کے چہرے پر گھونے برسانے لگا لیکن تیسرے گھونے کے بعد اس شخص نے تڑپ کر کروٹ لی اور عمران اس کے سینے سے نیچے لڑھک گیا۔ اس آدمی نے پھرتی سے اٹھ کر بیٹھے ہوئے عمران کے پہلو میں گھونسا مارا اور کھڑا ہو گیا لیکن عمران نے جلدی سے سنبھل کر اس کی دونوں ٹانگیں گرفت میں لیں اور کھینچ ڈالیں تو وہ شخص دوبارہ کمر کے بل زمین پر گر گیا۔ عمران اچھل کر کھڑا ہوا اور اس نے فوراً ہی اس کی پسلیوں میں ٹھوکر جما دی۔

”کیا تعارف کرائے بغیر ہی فرار ہو جاؤ گے موت کے فرشتے“۔ عمران نے طنزیہ مگر درندگی بھرے لہجے میں کہا اور دوبارہ ٹھوکر سے اس کے جسم کو نشانہ بنایا تو وہ آدمی درد کی شدت سے کراہتا ہوا کروٹ بدل کر زمین سے اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔

”گھبراؤ مت پیارے۔ مجھے موت سے عشق ہے اور میں عشق کے ہاتھوں مجبور ہوں“..... عمران نے کہا اور ساتھ ہی اس آدمی کی پسلیوں میں ایک اور ٹھوکر جمائی۔ وہ آدمی جو کوئی بھی تھا، دشمن تھا

اور عمران پر ایسی وحشت طاری تھی جس میں وہ انسان کم اور خونخوار درندہ زیادہ نظر آ رہا تھا چنانچہ اس نے کوئی توقف کئے بغیر ایک اور ٹھوکر اس شخص کے پہلو میں رسید کی لیکن اس مرتبہ اس کا وار خالی گیا کیونکہ اس آدمی نے یکدم کروٹ لی تھی۔ وار خالی جانے پر عمران بے توازن ہو کر کمر کے بل زمین پر آگرا اور اس شخص نے جلدی سے اٹھ کر ایک مرتبہ پھر دوڑ لگا دی۔ اسے ہاتھ سے نکلتے دیکھ کر عمران پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا اور دوسرے ہی لمحے وہ اڑتا ہوا اس شخص کے عقب میں جاگرا۔ یہ لانگ جمپ کا شاندار مظاہرہ تھا کہ اس نے ایک ہی چھلانگ میں تقریباً پندرہ قدم کا فاصلہ طے کر لیا تھا لیکن اس آدمی نے پھرتی سے مڑ کر عمران کے منہ پر ٹھوکر رسید کر دی۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے کروٹ لے کر خود کو اس کی ٹھوکر سے بچایا اور اس آدمی کا پاؤں دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لے کر جھٹکے سے کھینچا تو وہ شخص کمر کے بل زمین پر گر گیا۔ عمران پھرتی سے اچھل کر کھڑا ہوا اور اس نے مد مقابل کی پسلیوں میں وحشانہ انداز میں ٹھوکر جما دی۔

اس شخص کے حلق سے دبی دبی سی کر بناک چیخ بلند ہوئی اور اس نے زمین سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن عمران نے فوراً جھک کر اس کا ایک بازو پکڑا اور ایک جھٹکا دیا تو وہ آدمی کر بناک انداز میں کراہنے لگا۔ اس کا بازو کہنی کے جوڑ سے اتر گیا تھا۔ اس کا ایک بازو بے کار کرنے کے بعد عمران نے فوراً ہی اس کا پاؤں پکڑ کر

جھٹکے سے موڑ دیا تو اس شخص کے حلق سے چیخ نکلی اور وہ اپنی جگہ ساکت ہوتا چلا گیا۔ پاؤں ٹوٹنے سے اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔

عمران نے اسے اٹھا کر اپنی کار کا رخ کیا۔ قریب آ کر اس نے بے ہوش آدمی کا جسم عقبی نشست پر ڈالا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کار آگے بڑھا دی۔ گلی سے نکل کر وہ سڑک پر آیا اور دانش منزل کی طرف کار دوڑانے لگا۔ اسے اپنی غفلت پر تاؤ آ رہا تھا کہ اگر وہ اس آدمی کے مکمل بے ہوش ہونے کی تصدیق کر لیتا تو دوبارہ اس سے لڑنے کی ضرورت پیش نہ آتی اور اتنی دیر میں وہ دانش منزل پہنچ چکا ہوتا۔

چند منٹ بعد وہ دانش منزل پہنچا تو گیٹ پر کار رکتے ہی گیٹ کھل گیا۔ یقیناً بلیک زیرو اسکرین پر اس کی کار کو دیکھ رہا تھا اور اس نے خود کار سسٹم سے گیٹ کھولا تھا۔ عمران نے کار آگے بڑھائی اور کمپاؤنڈ میں برآمدے کے سامنے پہنچ کر روک دی۔ گیٹ بند ہو چکا تھا۔ عمران انجن بند کر کے کار سے اترا اور عقبی نشست پر پڑے بے ہوش آدمی کو نکال کر لاک اپ کی طرف بڑھ گیا۔ اسے لاک اپ میں بند کر کے وہ آپریشن روم میں پہنچا تو بلیک زیرو نے احتراماً کھڑے ہو کر اسے سلام کیا۔ عمران کا بگڑا ہوا حلیہ دیکھ کر وہ حیرت زدہ تھا۔

”عمران صاحب۔ لگتا ہے اچھی خاصی فائٹ کر کے آئے ہیں

آپ“..... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”شاید تم کنفیوشس کا یہ قول بھول گئے ہو کہ حرکت میں برکت ہے“..... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔
 ”کیا مطلب۔ حرکت میں برکت سے لڑائی کا کیا تعلق ہے سر“..... بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

”حرکت میں برکت کا انگریزی میں ترجمہ بھی کیا ہے کنفیوشس نے۔ یعنی فائٹ از رائٹ۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ مقبوضہ علاقوں میں ہمارے مسلمان بھائی فائٹ از رائٹ پر عرصہ سے کار بند چلے آ رہے تھے۔ وہ اپنے رائٹس کے لئے فائٹ کر رہے ہیں اب بھی نہیں سمجھے۔ روزانہ ایک پاؤ روغن بادام میں دھنیا اور پودینہ پیس کر سر پر لپ کیا کرو“..... عمران نے چپکتے ہوئے کہا۔

”سمجھ گیا ہوں۔ مگر وہ آدمی کون ہے جسے آپ لاک اپ میں بند کر کے آئے ہیں“..... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”تم ہی بتا دو“..... عمران نے کہا تو بلیک زیرو چونک پڑا۔
 ”میں کیسے بتا سکتا ہوں جناب“..... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”بتا نہیں سکتے تو کیا اس سے پوچھ بھی نہیں سکتے“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے اس آدمی کی زبان کھلوانی ہے“..... بلیک زیرو نے مسکرا کر کہا۔

”کیا میری زبان کھلواتے رہو گے کالے صفر“..... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”بہتر جناب لیکن یہ آپ کے ہاتھ کیسے لگا“..... بلیک زیرو نے سر ہلا کر کہا۔

”جیسے الہ دین کے ہاتھ جادو کا چراغ“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”لیکن الہ دین تو چراغ کو رگڑتا تھا اور جن نمودار ہو جاتا تھا“..... بلیک زیرو نے ہنس کر کہا۔

”تم بھی اس آدمی کو رگڑو گے تو اس کا جن مجبور ہو کر باہر آئے گا اور تمہارا ہر سوال پورا کرے گا“..... عمران نے مسکرا کر کہا اور گزرا ہوا واقعہ مختصر طور پر بتا دیا۔

”آپ کے خیال میں وہ کافرستانی ایجنٹ ہے“..... بلیک زیرو نے چپکتے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے۔ وہ پراپرٹی ایجنٹ تو نہیں ہے کہ میں اسے دانش ہوں“..... بلیک زیرو نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو منزل فروخت کرنے کے لئے پکڑ کر لایا ہوں۔ بہر حال اس کا میکا

اپ صاف کرو گے تو اس کی اصلیت معلوم ہو جائے گی“..... عمران نے جیب سے چیونگم کا پیس نکالتے ہوئے کہا۔

”صفر نے بھی ایک آدمی کو ٹریس کیا ہے جناب“..... بلیک زیرو نے جلدی سے کہا اور صفر کی رپورٹ بیان کرنے لگا۔

”ہو سکتا ہے میرا شکار بھی اسی جعلی بہادرستانی حکمت خان کا

ساتھی ہو۔ بہر حال تم پہلے اس آدمی سے پوچھ گچھ کرو۔ صفر کی دوسری رپورٹ آئے تو مجھے اطلاع دے دینا۔ میں اب اپنے فلیٹ جا کر اپنا حلیہ ٹھیک کروں گا“..... عمران نے کہا۔

”آپ کا کیا اندازہ ہے کہ حکمت خان نے بہادرستانی لیڈر مقصود خان کا ایڈریس کیوں معلوم کیا ہے“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”لاحول ولا قوۃ۔ تم بلیک زیرو ہو یا وائٹ زیرو“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ وائٹ زیرو۔ یہ کس کا نام ہے سر“..... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جو عقل سے کورا ہو۔ کورا یعنی وائٹ لٹھا۔ میرا مطلب ہے کورا کاغذ یا سفید زیرہ“..... عمران نے غصے سے نتھنے پھلاتے پچکاتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو ہنسنے لگا۔

”میرا خیال ہے آپ کو چائے کی طلب ہو رہی ہے۔ ابھی لاتا ہوں“..... بلیک زیرو نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو عمران بھی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”نہیں۔ تم لاک اپ میں موجود شخص سے پوچھ گچھ کرو۔ چائے میں فلیٹ پر جا کر پیوؤں گا“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”بہتر۔ کیا آپ اب فلیٹ پر ہی ملیں گے“..... بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے۔ جولیا سے خوابوں میں تو نہیں مل سکتا کیونکہ ابھی وہ

جاگ رہی ہو گی“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو بلیک زیرو
چونک پڑا۔
”جولیا نے بھی رپورٹ دی تھی“..... بلیک زیرو نے جلدی سے
کہا اور تیزی سے جولیا کی رپورٹ دہرانے لگا۔

چوہان ایکسٹو کی کال ملتے ہی اشار ہوٹل روانہ ہو گیا۔ اسے
اشار ہوٹل کے کمرے میں مقیم راون نامی شخص کی نگرانی کرنا تھی
جس کا تعاقب کرتے ہوئے جولیا کافرستانی سفارتخانے سے ہوٹل
پہنچی تھی اور ایکسٹو کی ہدایت پر چوہان کو جولیا کی جگہ لینی تھی۔
تقریباً آٹھ منٹ بعد وہ ایک چوراہے سے اشار ہوٹل جانے والی
سڑک پر مڑا ہی تھا کہ اس کی واچ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو
اس نے چونکتے ہوئے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ سنبھالا اور واچ
ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو چوہان۔ جولیا کالنگ۔ اودر“..... واچ ٹرانسمیٹر پر جولیا کی
اضطراب بھری آواز بلند ہوئی تو چوہان چونک پڑا۔
”لیس مس جولیا۔ چوہان اینڈنگ یو۔ خیریت تو ہے۔ اودر“۔
چوہان نے جلدی سے کہا۔

چوہان اس کار کا تعاقب کرنے لگا لیکن وہ اگلی کار سے اتنے فاصلے پر رہا کہ راون نامی شخص کو اپنے تعاقب کا شبہ نہ ہو سکے۔ راون کی کار کی رفتار کافی زیادہ تھی۔ اگلے چوراہے سے وہ دائیں جانب کی سڑک پر مڑا تو چوہان نے بھی چوراہے پر پہنچ کر اس سمت میں کار موڑ دی۔ وہ نیلی کیڈ لاک سے اپنا فاصلہ برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اسی لمحے ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو چوہان۔ جولیا کالنگ یو۔ اور“..... دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

”یس مس جولیا۔ چوہان انٹینڈنگ یو۔ میں نے نیلی کیڈ لاک کو ٹریس کر لیا ہے اور اب اس کا تعاقب کر رہا ہوں۔ اور“..... چوہان نے کہا۔

”ویری گڈ۔ چیف نے بھی یہی ہدایت کی ہے کہ فی الحال اس کا پیچھا کیا جائے البتہ وہ تمہیں ڈانج دینے کی کوشش کرے تو پھر اسے گرفتار کر لینا۔ اور“..... جولیا نے کہا۔

”بہتر لیکن آپ اس کے کمرے میں کیسے گئیں۔ چیف نے تو مجھے بتایا تھا کہ آپ ہوٹل کے ہال میں میری منتظر ہوں گی۔ اور“..... چوہان نے سر ہلا کر کہا۔

”چیف کو رپورٹ دینے کے بعد ہی میں اس کی گرفت میں آ گئی تھی۔ اس نے شاید مجھے سڑھیاں چڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور

”وہ آدمی میری گرفت سے فرار ہو گیا ہے جس کے لئے تم آ رہے ہو۔ اور“..... جولیا کی آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ کب۔ اور“..... چوہان نے چونک کر پوچھا۔

”ابھی نصف منٹ پہلے وہ دروازہ بند کر کے بھاگا تھا۔ میں باہر آئی تو وہ شاید سیڑھیوں سے نیچے جا چکا تھا۔ چیف نے تمہیں اس کار کا نمبر اور اس کا حلیہ وغیرہ تو بتایا ہی ہو گا اور وہ یہ بھی جان چکا تھا کہ تم یہاں پہنچنے والے ہو۔ شاید وہ اپنی کار میں ہوٹل سے نکل رہا ہو گا۔ اس کا نام راون ہے اور اس کی کار نیلے رنگ کی کیڈ لاک ہے۔ اور“..... دوسری طرف سے جولیا نے جلدی سے کہا۔

”ٹھیک ہے مس جولیا۔ میں ہوٹل والی سڑک پر پہنچ چکا ہوں۔ کیا اسے گرفت میں لینا ہے۔ اور“..... چوہان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ فی الحال تم اس کا پیچھا کرو۔ ہو سکتا ہے اس کے مزید ساتھیوں تک پہنچ جاؤ۔ ویسے میں چیف کو کال کرنے لگی ہوں۔ ضروری ہوا تو تمہیں دوبارہ ہدایات دوں گی۔ اور اینڈ آل“..... جولیا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو چوہان نے بھی ڈانج ٹرانسمیٹر آف کیا اور کار کی رفتار میں اضافہ کرتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ہوٹل کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ہوٹل کے گیٹ سے نیلے رنگ کی کیڈ لاک کار باہر آئی اور چوہان کی مخالف سمت میں دوڑنے لگی کار کا نمبر وہی تھا جو اسے ایکسٹو نے بتایا تھا۔ چنانچہ

جب میں واش روم سے چیف سے بات کر کے نکلی تو اس نے فوراً مجھے ریوالور سے کور کر لیا تھا اور پھر وہ مجھے اپنے کمرے میں لے گیا۔ اور..... جولیا نے جواب میں کہا۔

”اوہ۔ پھر آپ کو کمرے میں چھوڑ کر کیوں فرار ہوا۔ اور.....“ چوہان نے چونک کر کہا تو جولیا اسے تفصیل سے پورا واقعہ بتانے لگی۔

”اگر وہ دروازہ بند نہ کرتا اور میں دروازے سے نہ نکل جاتی تو میں باہر نکل کر اسے گولی مار دیتی۔ اور.....“ جولیا نے کہا۔

”خیر۔ میں اس سے آپ کا انتقام ضرور لوں گا۔ اور.....“ چوہان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں چوہان۔ فی الحال چیف کو راون کے ساتھیوں تک پہنچنا ہے۔ اس لئے اسے ہلاک مت کرنا۔ ویسے میں نے اس کی جو مرمت کی ہے اسے وہ ہمیشہ یاد رکھے گا۔ اور اینڈ آل.....“ جولیا نے ہنستے ہوئے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ اسی لمحے راون کی کار چوراہے سے داہنی جانب مڑ گئی تو چوہان نے واچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور وہ بھی اسی جانب مڑ گیا۔ یہ سڑک شہر سے مضافات کی طرف جاتی تھی اور اس سڑک پر ٹریفک بھی کم تھی چنانچہ چوہان نے درمیانی فاصلہ بڑھا دیا تاکہ راون کو اپنے تعاقب کا شبہ نہ ہو جائے۔ چند منٹ بعد وہ دونوں شہری حدود سے باہر پہنچ گئے۔ اب سڑک کے دونوں جانب درختوں کے سلسلے تھے جن کی

دوسری جانب کھیت تھے لیکن تھوڑی دور جا کر نیلی کار بائیں جانب ایک کچے راستے پر مڑ گئی۔ چوہان نے بھی اس طرف کار موڑ دی۔ اس طرف راستے کے دونوں جانب قد آدم فصلوں والے کھیتوں کے سلسلے تھے۔ چند لمحوں بعد نیلی کار رکتی دکھائی دی تو چوہان نے بھی بریک لگا دی چونکہ اس کچی سڑک پر اور کوئی گاڑی موجود نہیں تھی اس لئے چوہان کا اندازہ تھا کہ راون اپنے تعاقب سے باخبر ہو چکا ہے لیکن راون کار سے اتر کر اپنی پتلون کے بٹن کھولتا ہوا قد آدم فصل والے کھیت میں داخل ہوتا دکھائی دیا تو چوہان سمجھ گیا کہ راون رفع حاجت کے لئے وہاں رکا ہے چنانچہ وہ راون کے کھیت سے باہر نکلنے کا انتظار کرتے ہوئے سوچنے لگا کہ راون اس طرف کس مقصد کے تحت جا رہا ہے اور اس کی منزل کوئی دیہی آبادی ہے یا۔ مگر اس یا کے بعد یکدم چوہان کے ذہن میں اس خدشہ نے اضطراب پیدا کر دیا کہ راون کہیں اسے ڈاج دینے کے لئے تو اس طرف نہیں آیا۔ ہو سکتا ہے وہ کھیت کی دوسری جانب سے نکل گیا ہو۔ یہ خیال آتے ہی چوہان فوراً اپنی کار سے اترا اور محتاط انداز میں راون کی کار کی طرف بڑھنے لگا۔

ابھی اس نے چند قدم ہی اٹھائے تھے کہ اچانک عقب سے آہٹ سنائی دی۔ چوہان نے جلدی سے چہرہ موڑ کر پیچھے دیکھنے کی کوشش کی ہی تھی کہ عقب میں موجود راون نے اس کے جڑے پر گھونسا رسید کیا اور چوہان لڑکھڑاتا ہوا دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس

کے سنبھلنے سے پہلے ہی راون نے جو یقیناً قریبی کھیت سے نکل کر اس کے پیچھے پہنچا تھا، چوہان پر چھلانگ لگائی اور وہ دونوں زمین پر آگرے۔ راون اس کے سینے پر سوار تھا لیکن اس کے طاقتور گھوڑے نے چوہان کو غضبناک کر دیا تھا۔ اس نے یکدم دونوں ہاتھوں سے راون کو دھکا دے کر تیزی سے کروٹ لی اور وہ چوہان کے سینے سے دائیں جانب جاگرا۔ چوہان فوراً اچھل کر کھڑا ہوا اور اس نے راون کے پہلو میں زور دار ٹھوکر جما دی۔ راون کے حلق سے تیز کراہ نکلی اور اس نے کروٹ لے کر اٹھنے کی کوشش کی تو چوہان نے اسے ایک اور ٹھوکر مار دی۔ راون کے منہ سے دہی دہی چیخ نکلی اور وہ پہلو پر ہاتھ رکھ کر کراہنے لگا۔ چوہان پہلے ہی اس کا گبڑا ہوا حلیہ دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ جولیا نے اچھی خاصی اس کی پٹائی کی تھی اور اس میں زیادہ دم خم نہیں ہے چنانچہ اس نے راون کے سنبھلنے سے پہلے ہی جیب سے ریوالور نکال کر راون پر تان لیا۔

”کھڑے ہو جاؤ مسٹر۔ اب کوئی حرکت کی تو میرے ریوالور کی گولی تمہارا بھجے اڑا دے گی“..... چوہان نے سخت لہجے میں کہا تو راون نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھورا اور آہستہ آہستہ اٹھ کھڑا ہوا۔ چوہان نے اسے ہاتھ بلند کرنے کا حکم دیا ہی تھا کہ اسی لمحے کسی گاڑی کے انجن کا شور سنائی دیا تو چوہان نے بے اختیار مڑ کر پیچھے دیکھا تو اس کی کار کے عقب میں کچھ فاصلے پر ایک کار دوڑی چلی آ رہی تھی مگر اس کی ایک لمحہ کی غفلت سے راون نے

چوہان کے جڑے پر گھونسا جما دیا اور وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا ہی تھا کہ راون نے آگے بڑھ کر ایک اور گھونسا مارنے کی کوشش کی لیکن اس مرتبہ چوہان نے ہاتھ بڑھا کر اس کا گھونسا اپنی کلائی پر روکا اور دوسرے ہاتھ سے راون کے پیٹ میں گھونسا مارا تو راون درد کی شدت سے بلبلا کر بے اختیار آگے کو جھکا ہی تھا کہ چوہان نے نیچے سے اس کی ٹھوڑی پر گھٹنے کی ضرب جمائی۔ راون کراہتا ہوا سیدھا ہوا ہی تھا کہ چوہان نے پھرتی سے اس کا سر اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اس کی ناک پر زور دار ٹکر رسید کی اور اس کے حلق سے کر بناک چیخ نکل گئی۔ چوہان کی ٹکر نے یقیناً راون کی ناک کا بانسہ چٹخا دیا تھا کیونکہ اس کی ناک سے خون جاری ہو گیا تھا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا دو قدم پیچھے ہٹ کر اپنی ناک ٹٹولنے لگا لیکن چوہان نے اسے سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور فوراً اچھل کر راون کے سینے میں ٹھوکر مار دی۔ راون چیختا ہوا کمر کے بل زمین پر جاگرا لیکن اس نے فوراً کروٹ لی اور اٹھ کر کھڑا ہوا۔ اسی لمحے عقب سے آنے والی سفید رنگ کی سوزوکی کار ان کے قریب آرکی۔ چوہان نے اس طرف دیکھا تو اس میں سے ایک ریوالور بردار پاکیشیائی کو اترتے دیکھ کر چوہان سمجھ گیا کہ وہ آدمی راون کا ہی کوئی ساتھی ہے کیونکہ اس شخص کے ریوالور کی نال چوہان کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ چوہان نے اس ریوالور کی پرواہ کئے بغیر فوراً راون پر چھلانگ لگائی اور اسے دبوجتا ہوا زمین پر آگرا۔ راون اس کے نیچے آ گیا اور

”کیا تمہارے پاس ریوالور ہے؟..... اس شخص نے راون کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

”نہیں۔ وہ میرے کمرے میں ہی رہ گیا تھا ورنہ تمہیں بلانے کی ضرورت نہ پڑتی اور میں شہر میں ہی اسے ختم کر دیتا“..... راون نے اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کہا اور چند قدم کے فاصلے پر گرا ہوا چوہان کا ریوالور اٹھانے کے لئے بڑھ گیا۔ ریوالور اٹھا کر وہ واپس آ گیا۔

”گوپال۔ میں اس کا خیال رکھتا ہوں۔ تم باس کو کال کر کے رپورٹ دو“..... راون نے چوہان کی کمرے سے ریوالور لگا کر کہا۔

”تو کیا تم نے پہلے باس کو کال نہیں کی تھی؟..... راون کے ساتھی گوپال نے چوکتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ تمہیں کال کرنے کے بعد میرا ارادہ تھا کہ اسے گرفت میں لے کر باس کو رپورٹ کروں گا۔ ویسے میں نے شکر سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے کال ریسو نہیں کی تھی۔“

راون نے جواب میں کہا۔

”شاید وہ کال ریسو کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ بہر حال تم ہوشیار رہو۔ یہ ذرا بھی حرکت کرے تو اس کی پشت میں سوراخ کر دینا“..... گوپال نے چوہان کو گھورتے ہوئے کہا اور مڑ کر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ چوہان سمجھ گیا کہ وہ ٹرانسمیٹر پر اپنے باس کو کال کرنے جا رہا ہے۔ اس نے راون کی طرف کن انکھیوں سے دیکھا

چوہان نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی گردن دونوں ہاتھوں میں جکڑ لی۔

”خبردار۔ اسے چھوڑ کر ہٹ جاؤ۔ ورنہ شوٹ کر دوں گا۔“

راون کے ساتھی نے آگے بڑھتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا تو چوہان نے فوراً کروٹ لی اور اس طرح وہ نیچے آ گیا۔ اب راون اس کے اوپر تھا اور اس کی گردن بدستور چوہان کے آہنی ہاتھوں کے گرفت میں تھی۔ چوہان نے تیزی سے دونوں پاؤں سمیٹ کر راون کے پیٹ سے لگائے اور اس کی گردن سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے پیروں کو زور سے جھکا تو راون اچھل کر عقب میں اپنے مسلح ساتھی سے جا ٹکرایا اور وہ دونوں ہی زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ چوہان پھرتی سے کھڑا ہو گیا مگر اسی لمحے مسلح شخص بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

”اب کوئی حرکت مت کرنا مسٹر۔ ورنہ مارے جاؤ گے“..... اس شخص نے ریوالور کا رخ چوہان کی طرف کرتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا تو چوہان اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ وہ آدمی آگے بڑھا اور قریب آ کر اس نے اپنے بے آواز ریوالور کی نال چوہان کی کینٹی پر رکھ دی۔ راون اپنی ناک سے بہنے والا خون آستین سے صاف کرتے ہوئے چوہان کو خونخوار نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

”ہاتھ بلند کر لو ورنہ کینٹی میں گولی اتر جائے گی“..... راون کے ساتھی نے چوہان سے دھمکی بھرے لہجے میں کہا تو چوہان نے ہاتھ اٹھا دیئے۔

تو وہ ہوشیار نظر آ رہا تھا۔ گوپال اپنی کار میں جا بیٹھا اور چوہان ہم تن گوش ہو گیا۔

”ہیلو باس۔ گوپال کالنگ۔ اوور“..... چند لمحوں بعد گوپال کی آواز سنائی دی۔ چند سیکنڈ کے وقفہ سے ایک اور ہلکی سی آواز بلند ہوئی لیکن چوہان کو اس آواز کی جو یقیناً ٹرانسمیٹر سے ابھری تھی، سمجھ نہ آئی۔ گوپال کی آواز واضح طور پر سنائی دے رہی تھی جو اپنے باس کو راون اور اس کے بارے میں بتا رہا تھا۔ رپورٹ دینے کے بعد وہ خاموش ہوا اور چند سیکنڈ بعد دوبارہ اس کی آواز سنائی دی۔

”رائٹ سر۔ راون کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اوور“۔ گوپال نے کہا اور چند لمحوں بعد وہ کار سے نکل کر چوہان کے قریب پہنچ گیا۔

”راون۔ باس نے کہا ہے کہ شام سیکرٹ سروس کی گرفت میں آ چکا ہے۔ اسے عمران نے پکڑا تھا۔ شام کے بدلے ہم اس آدمی کو اپنی قید میں رکھیں گے۔ باس نے اسے بے ہوش کر کے لانے کا حکم دیا ہے۔ اسے بے ہوش کر دو“..... گوپال نے چوہان کو گھورتے ہوئے راون سے کہا۔ مگر اسی لمحے چوہان نے ہاتھ نیچے کرتے ہوئے بجلی کی سی تیزی سے اپنی ایڑیوں پر گھوم کر ایک گھونسا گوپال اور دوسرا راون کے منہ پر مار دیا اور وہ دونوں لڑکھڑا گئے۔ چوہان نے رکے بغیر راون کے ریوالور والے ہاتھ پر ٹھوکر جھائی اور فوراً ہی مڑ کر گوپال کے پیٹ میں لات ماری تو ان دونوں کے ہاتھوں سے

ریوالور گر گئے اور گوپال درد کی شدت سے کراہتا ہوا کمر کے بل زمین پر جا گرا۔ مگر اسی لمحے راون نے چوہان پر جست لگائی اور چوہان نے لٹو کی طرح گھوم کر اس کی پسلیوں میں کراٹے کی بھرپور ضرب لگا دی۔ راون کے منہ سے کریناک چیخ نکلی اور وہ منہ کے بل زمین پر گر گیا۔ کھڑی ہتھیلی کے مخصوص وار نے یقیناً اس کی کوئی پہلی توڑ ڈالی تھی لیکن چوہان نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر فوراً ہی گوپال پر چھلانگ لگائی جو زمین سے اٹھ رہا تھا۔ وہ دوبارہ گر گیا لیکن اس نے پھرتی سے کروٹ لی اور چوہان کے جڑے پر گھونسا مار دیا۔

چوہان کے حلق سے بے ساختہ کراہ نکلی اور وہ بائیں جانب لڑھک گیا۔ گوپال تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے دانت کچکچا کر چوہان کے پہلو میں ٹھوکر ماری تو چوہان نے پھرتی سے کروٹ لی اور وار خالی جانے پر گوپال کمر کے بل زمین پر گر گیا۔ چوہان نے تیزی سے اٹھ کر گوپال پر جست لگائی اور اس کے سینے پر چڑھ کر اس کے چہرے کی گھونسوں سے مرمت کرنے لگا تو گوپال کے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں۔ اس نے چوہان کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کی لیکن چوہان نے اسے موقع نہ دیا اور اس کے چہرے پر بھرپور ضربیں لگاتا رہا۔ اتنی دیر میں راون کا جسم ہمیشہ کے لئے ساکت ہو چکا تھا۔ گوپال کے منہ سے بھی چیخیں نکل رہی تھیں مگر چوہان اس کی چیخوں سے بے نیاز رہا اور گوپال کی چیخیں معدوم

120
 ہونے لگیں تو چوہان نے اس کی کپٹی پر گھونسا مار کر اسے بے ہوش
 کی وادیوں میں پہنچا دیا۔ فارغ ہو کر وہ اٹھا اور گوپال کو اٹھا کر اپنی
 کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کیپٹن ریوند لال اپنے آفس نما کمرے میں بیٹھا سگریٹ کے
 کش لیتے ہوئے اپنے ماتحتوں کی رپورٹس کا انتظار کر رہا تھا۔ تھوڑی
 دیر پہلے اسے شیام نے عمران کے بارے میں رپورٹ دی تھی کہ وہ
 ملٹری انٹیلی جنس کے ہیڈ کوارٹر میں گیا ہے اور کیپٹن ریوند نے شیام
 کو ہدایت کی تھی کہ عمران ایم آئی کے ہیڈ کوارٹر سے باہر آئے تو
 اس پر قابو پا کر اس کے وہاں آنے کا مقصد معلوم کرے یا اسے
 بے ہوش کر کے اپنے ٹھکانے پر لے جائے لیکن شیام نے ابھی تک
 مزید رپورٹ نہیں دی تھی اور کیپٹن ریوند کو اس کی کافی فکر تھی۔
 اسے اندیشہ تھا کہ اگر شیام عمران کو شکار کرنے کی بجائے خود عمران
 کے ہتھے چڑھ گیا تو وہ عمران کی گرفت سے کبھی آزادی حاصل نہ کر
 سکے گا یہی سب سوچتے ہوئے اس نے میز پر رکھے فون کا رسیور
 اٹھایا اور نمبر پر پریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ پرکاش بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”کیپٹن ریوند لال بول رہا ہوں“..... کیپٹن ریوند نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”ییس باس۔ حکم فرمائیں“..... دوسری طرف سے پرکاش نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”سیکٹ سروس حرکت میں آ چکی ہے پرکاش۔ عمران اس معاملے میں دلچسپی لے رہا ہے۔ شیاہ کی اطلاع کے مطابق عمران ایم آئی کے ہیڈ کوارٹر میں گیا ہے“..... کیپٹن ریوند نے کہا۔

”ییس باس۔ میرا بھی یہی اندازہ ہے“..... پرکاش کی آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ تمہیں کیسے اندازہ ہوا ہے پرکاش“..... کیپٹن ریوند نے چونک کر کہا۔

”باس ایک گھنٹہ پہلے ملہوٹرا نے مجھے اطلاع دی تھی کہ سنٹرل انٹیلی جنس کا سپر نٹنڈنٹ فیاض عمران کے فلیٹ گیا تھا۔ ملہوٹرا نے عمران کے فلیٹ تک فیاض کا پیچھا کیا اور فیاض جب واپس اپنے آفس پہنچا تو ملہوٹرا نے وہاں پہنچ کر مجھے رپورٹ دی تھی“۔ پرکاش نے جواب میں کہا۔

”مگر تم نے تو مجھے اطلاع نہیں دی تھی۔ کیوں“..... کیپٹن ریوند نے سخت لہجے میں کہا۔

”سوری باس۔ اس وقت تو میں نے یہی خیال کیا تھا کہ فیاض اور عمران کی ملاقات ذاتی نوعیت کی ہے کیونکہ آپ بھی جانتے ہیں کہ ان دونوں میں دوستی بھی ہے اور عمران انٹیلی جنس بیورو کے ڈائریکٹر جنرل کا بیٹا بھی ہے۔ ان میں اکثر ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اب آپ نے شیاہ کی رپورٹ کی بات کی ہے تو میرے ذہن میں آیا کہ ان دونوں کی تازہ ملاقات ہمارے سلسلے میں ہو گی“۔ پرکاش نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”بہر حال۔ عمران اور سیکٹ سروس میری نظر میں ایک ہی ہیں۔ عمران کا میں نے انتظام کر دیا ہے۔ شیاہ اسے پکڑ کر لے آئے گا یا اسے گرفت میں لے کر معلوم کر لے گا کہ عمران ایم آئی کے ہیڈ کوارٹر کیوں گیا تھا اور اسے ہمارے بارے میں وہاں سے کیا رپورٹ ملی ہے البتہ تم اس کے فلیٹ کی نگرانی کا انتظام کرو تاکہ اس کی نقل و حرکت سے ہم بے خبر نہ رہیں“..... کیپٹن ریوند نے تحسانہ لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر“..... دوسری طرف سے پرکاش نے کہا لیکن کیپٹن ریوند نے جواب دیئے بغیر فون کا رسیور رکھ دیا اور نیا سگریٹ سگایا کر شیاہ کی کال کا انتظار کرنے لگا۔ تقریباً نصف گھنٹہ اور گزر گیا تو وہ تشویش میں مبتلا ہو گیا مگر اسی لمحے میز پر پڑے سگریٹ لائٹر سے گھل کی مخصوص سیٹی ابھرنے لگی تو اس نے لائٹر ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اہی کے پہلو میں ننھا سا بٹن پریس کر دیا۔

”ہیلو باس۔ شکر کالنگ۔ اوور“..... لائٹر ٹرانسمیٹر سے اس کے ایک ماتحت کی آواز سنائی دی۔

”یس شکر۔ کیپٹن ریوند لال رسیونگ یو۔ اوور“..... کیپٹن ریوند نے جواب میں کہا۔

”باس۔ میں نے بہادرستانی رہنما مقصود خان کا ایڈریس معلوم کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ راجیو نے بھی ایک اہم لیڈر کا ایڈریس معلوم کر لیا ہے۔ وہ پاکیشیائی حکومت کو انتہائی مطلوب شخص ہے اور اس کا نام مولانا قمر ہے جو مولوی قمر کے نام سے مشہور ہے۔ اوور“۔ دوسری طرف سے شکر نے رپورٹ دیتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”گڈ۔ شام کے بعد ان دونوں لیڈروں کے ٹھکانوں کی نگرانی شروع کر دی جائے۔ اوور“..... کیپٹن ریوند نے کہا۔

”رائٹ سر۔ اوور“..... شکر کی آواز سنائی دی۔

”کسی کو شام کے پیچھے روانہ کر دو۔ اس نے ابھی تک دوبارہ رابطہ قائم نہیں کیا۔ مجھے شک ہے کہیں عمران نے شام کو گرفتار نہ کر لیا ہو۔ ورنہ اب تک شام کی رپورٹ مجھے مل چکی ہوتی۔ اوور“۔ کیپٹن ریوند نے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی ریش کو بھیجتا ہوں۔ اوور“۔ شکر نے کہا۔

”او کے۔ مجھے جلدی ریش کی رپورٹ سے مطلع کرنا۔ اوور اینڈ آل“..... کیپٹن ریوند نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے میز

پر رکھ دیا۔ چند منٹ تک سوچنے کے بعد وہ کرسی سے اٹھ کر دائیں دیوار میں واقع دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دروازہ بیڈ روم کا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا اور بیڈ کے قریب ہی رکھی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے اسٹول پر بیٹھ کر اس نے میز کی دراز سے چھوٹا سا میک اپ بکس نکال لیا۔ اس نے اپنے چہرے پر میک اپ کیا اور نصف گھنٹہ بعد واپس پہلے کمرے میں آ کر میز کی دراز سے سیاہ رنگ کا نقاب نکالا ہی تھا کہ لائٹر ٹرانسمیٹر سے سگنل کی آواز ابھرنے لگی۔ اس نے نقاب جیب میں رکھا اور ٹرانسمیٹر اٹھا کر آن کر دیا۔

”ہیلو باس۔ شکر کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے شکر کی آواز سنائی دی۔

”یس شکر۔ کیپٹن ریوند لال رسیونگ یو۔ اوور“..... کیپٹن ریوند نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو جواب میں شکر نے اطلاع دی جسے سن کر کیپٹن ریوند بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ اگر تمہاری اطلاع درست ہے تو یہ ہمارے مشن کے لئے پہلا دھچکا ہے شکر۔ اوور“..... کیپٹن ریوند لال نے غضبناک لہجے میں کہا۔

”یس باس۔ مجھے بھی یہی شبہ ہے کہ اب شاید ہمارا مشن خفیہ نہیں رہے گا۔ عمران شام سے سب کچھ اگلو لے گا۔ اوور“..... شکر نے کہا۔

”بالکل لیکن اب ہم ڈنکے کی چوٹ پر مشن مکمل کریں گے شکر۔

کیپٹن ریوند نے کہا۔

”دیکھ کو بھیجوں گا۔ ابھی دیکھ میک اپ کر کے روانہ ہو جائے گا۔ اوور“..... شکر کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔ تمام ممبرز کو خبردار کر دو کہ انتہائی محتاط رہیں۔ کسی کی معمولی سی غفلت اور کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی۔ اوور اینڈ آل“..... کیپٹن ریوند نے سخت لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ چند منٹ ہی گزرے تھے کہ اچانک ٹرانسمیٹر سے سگنل کی مخصوص آواز ابھری تو کیپٹن ریوند نے جلدی سے ہاتھ بڑھایا اور لائٹر ٹرانسمیٹر اٹھا کر آن کر دیا۔

”ہیلو باس۔ گوپال کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے اس کے ایک ماتحت کی آواز بلند ہوئی۔

”یس گوپال۔ کیپٹن ریوند لال رسیونگ یو۔ کیسے کال کی ہے۔ اوور“..... کیپٹن ریوند نے سخت لہجے میں کہا۔

”راون نے کہا ہے کہ میں آپ کو اطلاع دے کر ہدایت لوں۔ اوور“..... دوسری طرف سے گوپال نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیسی اطلاع۔ اوور“..... کیپٹن ریوند نے چونکتے ہوئے کہا تو جواب میں گوپال نے راون کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بیان کر دیا۔

”ٹھیک ہے۔ یقیناً وہ آدمی سیکرٹ سروس کا ہی ممبر ہو گا۔ شیاام نے رابطہ قائم نہیں کیا اور مجھے یقین ہے کہ اسے عمران نے گرفتار کر

سیکرٹ سروس، پولیس اور تمام خفیہ ادارے مل کر بھی ہمیں مشن مکمل کرنے سے نہیں روک سکیں گے۔ اوور“..... کیپٹن ریوند نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں باس۔ مجھے یقین ہے کہ آپ پہاڑوں کا جگر چیر سکتے ہیں اور بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی آپ کا راستہ نہیں روک سکتی۔ بھگوان نے آپ کے مقدر میں شکست کا لفظ لکھا ہی نہیں۔ اوور“..... دوسری طرف سے شکر نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

”بہر حال کسی ممبر کو حکم دو کہ وہ پندرہ منٹ کے اندر اندر معلوم کر کے مجھے اطلاع دے کہ عمران شیاام کو کہاں لے کر گیا ہے یا شیاام اس وقت کہاں ہے۔ میں عمران کو ایسا عبرتناک سبق دوں گا کہ وہ مرنے کے بعد بھی مجھے یاد کیا کرے گا۔ اوور“..... کیپٹن ریوند نے حتمی لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی کسی کو روانہ کرتا ہوں۔ اوور“..... شکر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”تم اس وقت کہاں ہو۔ اوور“..... کیپٹن ریوند نے پوچھا۔

”میں دیکھ کے ساتھ اپنے ٹھکانے کے قریب پہنچ چکا ہوں۔ اب اندر جا کر فون پر راجیو کو عمران کا سراغ لگانے کی ہدایت کروں گا اور میں اپنا حلیہ تبدیل کر دوں گا۔ اوور“..... شکر نے جواب میں کہا۔

”عمران کے فلیٹ پر کسے بھیجو گے نگرانی کے لئے۔ اوور“۔

لیا ہے تم راون کے تعاقب کرنے والے کو بے ہوش کر کے اپنے ٹھکانے پر لے جاؤ اور اسے کمرے میں قید رکھو۔ ہم شام کو آزاد کرانے کے لئے عمران یا ایکسٹو سے اس کا متبادلہ کریں گے۔ اور..... کیپٹن ریوند نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ راون کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اور..... گوپال نے کہا۔

”فی الحال اسے ساتھ لے جاؤ۔ باقی ہدایات بعد میں دوں گا۔ اور اینڈ آل..... کیپٹن ریوند نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر شام سیکرٹ سروس کی قید میں ہوا تو اسے آزاد کرانے کے لئے وہ عمران سے خود بات کرے گا۔ تھوڑی دیر بعد اسے خیال آیا کہ شنکر نے دپک کو عمران کے فلیٹ بھیج دیا ہوگا چنانچہ اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور دپک کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو دپک۔ کیپٹن ریوند لال کالنگ۔ اور..... اس نے مخصوص لہجے میں کہا۔

کئی لمحے گزر گئے اور دپک کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو اس نے منہ بنایا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا کہ شاید دپک کے پاس ٹرانسمیٹر نہیں ہوگا۔ وہ یہ معلوم کرنے کے لئے بے تاب تھا کہ عمران اپنے فلیٹ پر موجود ہے یا نہیں۔ پھر اسے خیال آیا کہ شنکر سے معلوم کرنا چاہئے کہ اس نے دپک کو عمران کی طرف بھیجا ہے یا نہیں چنانچہ اس نے دوبارہ ٹرانسمیٹر آن کیا اور اس مرتبہ شنکر سے

رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

”ہیلو شنکر۔ کیپٹن ریوند لال کالنگ۔ اور..... اس نے مخصوص لہجے کہا لیکن نصف منٹ گزر گیا اور شنکر نے بھی کال رسیو نہ کی تو اسے دونوں ماتحتوں پر بے حد غصہ آیا اور اس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے جیب میں ڈالنے کے بعد دروازے سے ریوالور نکالا اور جیب میں رکھتے ہوئے کرسی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دپک اور شنکر نے اس کی کال کیوں نہیں رسیو کی۔ دروازے کے پاس پہنچتے ہی اسے کوئی خیال آیا اور اس نے رک کر جیب سے لائٹر ٹرانسمیٹر نکال کر آن کر دیا۔

”ہیلو ملہوترا۔ کیپٹن ریوند کالنگ۔ اور..... وہ کال کرنے لگا۔ ”یس باس۔ ملہوترا رسیونگ یو۔ اور..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے اس کے ماتحت کی آواز ابھری۔

”کیا فیاض اپنے آفس میں ہی ہے ملہوترا۔ اور..... کیپٹن ریوند نے سخت لہجے میں کہا۔

”یس باس۔ عمران کے فلیٹ سے آنے کے بعد وہ کہیں نہیں گیا۔ اور..... دوسری طرف سے ملہوترا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ ”ٹھیک ہے۔ تم فوری طور پر پانچ منٹ میں عمران کے فلیٹ پہنچو اور معلوم کرو کہ عمران وہاں موجود ہے یا نہیں۔ مجھے فوراً رپورٹ ملنی چاہئے۔ اور اینڈ آل..... کیپٹن ریوند نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

عمران کی کار اس کے فلیٹ کی طرف دوڑ رہی تھی لیکن ڈرائیونگ کرتے ہوئے عمران کا ذہن کار سے زیادہ تیز چل رہا تھا اور وہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کافرستانی ایجنٹوں کے پاکیشیا میں آنے کا مقصد کیا تھا۔ بہادرستانی رہنماؤں سے جو کہ دہشت گردوں کے لیڈر تھے، کافرستانی ایجنٹ کیوں ملنا چاہتے تھے جن کا ایڈریس پاکیشیا کے کسی سیکورٹی ادارے کو معلوم نہ تھا اور نہ ہی سیکرٹ سروس کو مقصود خان کا ایڈریس معلوم تھا۔ صفدر نے دلجان ہوٹل میں ملنے والے نقلی بہادرستانی کو مقصود خان کا فرضی پتا بتایا تھا۔ صفدر کی رپورٹ آنے پر ہی اندازہ ہو سکتا تھا کہ کافرستانی دہشت گردوں سے کیوں رابطہ قائم کرنے کی کوشش میں ہیں۔ وہ ان کے ذریعے ملک میں کسی خاص ٹارگٹ پر دہشت گردی کروانا چاہتے تھے یا سیکرٹ سروس اور انٹیلی جنس کو دھوکے میں رکھنے کے لئے انہیں

دہشت گردوں کے پیچھے لگانا چاہتے تھے تاکہ اپنے نامکمل مشن کو مکمل کر کے پاکیشیا سے فرار ہو جائیں اور پاکیشیائی یہی سمجھتے رہیں کہ سب کچھ انہی دہشت گردوں نے کیا ہے جو پہلے سے دہشت گردی کر رہے ہیں۔ عمران کو امید تھی کہ بلیک زیرو لاک اپ میں بند کافرستانی ایجنٹ سے کافی معلومات حاصل کر لے گا۔ یہی کچھ سوچتے ہوئے اس نے ایک چوراہے سے کار اپنے فلیٹ کو جانے والی سڑک پر موڑی اور اسی لمحے اس کے وایج ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا تو اس نے ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو عمران۔ ایکسٹو کالنگ۔ اور“..... وایج ٹرانسمیٹر سے آواز ابھری۔

”نیس طاہر۔ عمران انٹینگ یوان کار۔ اس لئے ایکسٹو بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور“..... عمران نے جواباً مسکراتے ہوئے کہا۔

”چوہان نے جولیا کے فلیٹ سے فرار ہونے والے شخص راون کے ساتھی گوپال کو گرفتار کر لیا ہے جناب۔ اور“..... بلیک زیرو نے ہن کر کہا۔

”گوپال لیکن وہ تو راون کے پیچھے گیا تھا۔ اور“..... عمران نے چونکے ہوئے کہا۔

”جی ہاں لیکن راون مارا گیا اور اس کی مدد کے لئے آنے والے گوپال پر چوہان نے قابو پا کر اسے بے ہوش کر دیا۔ اور“..... بلیک زیرو کی آواز سنائی دی اور اس نے تفصیل سے

چوہان کی رپورٹ بیان کر دی۔
”گویا جس شخص کو میں نے گرفتار کیا تھا، اس کا نام شیام ہے۔

اور“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ وہ میک اپ میں تھا اور میں نے اس کا میک اپ صاف کر دیا لیکن اسے ہوش میں لانے سے پہلے ہی چوہان کی کال آ گئی۔ اس لئے مجھے واپس آپریشن روم میں آنا پڑا۔ اس کے بعد دوبارہ باہر جانے لگا تو صفدر کی کال آ گئی۔ اور“..... بلیک زیرو نے کہا۔

”اچھا۔ کیا اس نے حکمت خان والی عمارت کے بارے میں معلومات حاصل کر لی ہیں۔ اور“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”نہیں۔ وہ عمارت میں داخل ہوا تو تھوڑی دیر بعد حکمت خان اپنے ایک ساتھی دپک کو لے کر آ گیا تھا۔ وہاں زبردست مقابلے میں حکمت خان جس کا اصل نام شکر تھا، صفدر کی گرفت میں آ گیا اور اس کا ساتھی دپک مارا گیا۔ اور“..... بلیک زیرو نے جواب میں کہا اور پھر صفدر کی رپورٹ بیان کرنے لگا۔

”ہوں۔ صفدر اور چوہان اپنے شکار دانش منزل لے آئیں تو گوپال اور شکر سے بھی پوچھ گچھ کرو۔ میں اپنے فلیٹ پہنچنے والا ہوں۔ اس لئے فون پر رپورٹ دینا۔ بلکہ میں خود تمہیں کال کر لوں گا۔ اور اینڈ آل“..... عمران نے آخر میں کہا اور واچ ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ چند لمحوں بعد وہ اپنے فلیٹ جا پہنچا۔ شام ہونے والی تھی۔

کار عمارت سے باہر پارک کر کے وہ عمارت میں داخل ہوا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اسے امید تھی کہ پکڑے جانے والے تینوں افراد سے پوچھ گچھ کے بعد کافرستانی ایجنٹوں کا مشن بھی واضح ہو جائے گا اور ان کے پاس کیپٹن ریوند کا ایڈریس بھی معلوم ہو جائے گا۔ انہی خیالوں میں کھویا وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچا تو فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ وہ دروازے کے قریب آ کر بیل کا بٹن پریس کر نے ہی لگا تھا کہ ہاتھ روک لیا۔

”توبہ۔ کبخت مارا، ہاتھ بھی نہیں لگانے دیتا۔ خیر کوئی بات نہیں بیٹا جی۔ تمہیں تو ایسا چباؤں گا جیسے بھوکا شیر۔ صاحب کو تو تمہاری ہڈیاں بھی نظر نہیں آئیں گی اور تو مجھے ایسے یاد رکھے گا جیسے لوگ آج تک ہلاکو خان کے ظلم اور نیپو کی بہادری کو یاد کرتے ہیں۔“ اندر سے سلیمان کی ہلکی سی عصیلی آواز سنائی دی اور عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اسے خیال آیا کہ یقیناً اس کی غیر موجودگی میں سلیمان نے کسی اجنبی دشمن کو پکڑا تھا اور اب اسے دھمکا رہا تھا۔ یہ سوچ کر اس نے بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

”دھت تیرے کی۔ آ گیا ہے تمہیں کوئی بچانے والا لیکن آج تمہیں دنیا کی کوئی طاقت میرے ہاتھوں سے نہیں بچا سکے گی۔“ اندر سے سلیمان کی آواز سنائی دی تو عمران نے دوبارہ بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

”لو۔ اس کبخت سے ایک منٹ بھی صبر نہیں ہو رہا۔ بہت بے

ہوئی اور وہ رک کر زور زور سے سونگھنے لگا۔ سلیمان اب بھی گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔

”اوہ۔ کیا ہوا صاحب۔ کیا آپ کو زکام ہو گیا ہے؟“..... سلیمان نے پوچھا۔

”نہیں لیکن یہ خوشبو کیسی ہے۔ کہاں سے آرہی ہے؟“..... عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”خوشبو تو ہمیشہ پھولوں سے آتی ہے صاحب جو شاید میرے سہرے پر نہیں میری قبر پر ہی سجائے جائیں گے۔ یہاں تو ہمیشہ بدبو ہی رہتی ہے؟“..... سلیمان نے اپنی ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔

”بدبو کچن سے آرہی ہے یا واش روم سے۔ کیا تم واش روم صاف نہیں کرتے ہو؟“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”نہیں صاحب۔ اگر میں واش روم صاف نہ کروں تو آپ کو روزانہ بدبو محسوس ہو؟“..... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”تو پھر آج کیا تم خاکروبوں کی ہڑتالی کیمپ میں بیٹھ کر آئے ہو خبیث آدمی؟“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں صاحب۔ میں بیٹھ کر نہیں بلکہ وہ چل کر آیا تھا کبخت کہیں کا؟“..... سلیمان نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

”وہ کون۔ تمہارا باپ؟“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”نہیں مائی باپ۔ پڑوس کے فلیٹ کا چوہا راستہ بھول کر اندر آیا

چین ہے جیسے آتے ہی مجھے چیر پھاڑ ڈالے گا؟“..... سلیمان نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران نے غصے سے دانت پیڑے ہوئے ایک مرتبہ پھر ڈور بیل کا بٹن پریس کر دیا اور پھر بٹن سے انگلی ہٹانا گویا بھول ہی گیا۔ نتیجے میں سلیمان کے اندر سے دوڑتے قدموں کی آہٹیں ابھرنے لگیں۔ شاید وہ سمجھ گیا تھا کہ بیل کون بھا رہا ہے۔ جلد ہی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور سلیمان کی خوفزدہ شکل دکھائی دی۔ اس کے ساتھ ہی اندر سے آنے والی مصالحہ کی خوشبو کا جھونکا عمران کی ناک سے ٹکرایا۔

”صص۔ صاحب۔ آپ؟“..... سلیمان نے عمران کی طرف دیکھ کر بوکھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہاں آغا سلیمان صاحب لیکن تم اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہو؟“ عمران نے مسکرا کر نرم آواز میں کہا۔

”نن۔ نہیں تو۔ میں گھبرا تو نہیں رہا ہوں صاحب؟“..... سلیمان نے ہکلاتے ہوئے کہا اور ایک طرف ہٹ گیا۔

”تو کیا شرمناک ہے ہو؟“..... عمران نے اندر آتے ہوئے کہا اور سنگ روم کی طرف بڑھنے لگا۔ سلیمان نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔

”نہیں صاحب۔ میں کوئی لڑکی تو نہیں ہوں کہ شرماؤں۔“

سلیمان نے عمران کے پیچھے بڑھتے ہوئے کہا۔

عمران سنگ روم میں داخل ہوا تو وہاں بھی اسے خوشبو محسوس

”کیا۔ اتنا بڑا جھوٹ۔ ابھی گزشتہ رات ہی تم نے مجھے موٹر کی دال کھلائی تھی مکار آدمی“..... عمران نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

”صاحب۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ“..... سلیمان نے کہنا چاہا لیکن عمران نے فوراً اسے ٹوک دیا۔

”تو خود ہی کھاتے ہو۔ مجھے تو ہمیشہ قسم کی بجائے دال کھلانے ہونا نائی کے تخم“..... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ میرا مطلب ہے کہ میں آپ کو روزانہ مرغ کھلاتا ہوں۔“ سلیمان نے جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”ثبوت کے بغیر میں یقین نہیں کر سکتا۔ ثبوت پیش کرو۔ ورنہ فلیٹ سے نکل جاؤ“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”نہیں صاحب۔ میں آپ کے قدموں سے دور نہیں ہو سکتا۔ بقول آپ کے استاد کنفیوشس کے۔ قدموں میں تیرے کھانا پنا ہے، اب دور یہاں سے جانا کیا۔ جسے ملتا ہو یہاں کھانے کو چکن۔ کسی ہوٹل میں اس کا جانا کیا“..... سلیمان نے شاعرانہ لہجے میں کہا۔

”شاعر کے بچے۔ شاعر نہیں وکیل بنو اور ثبوت دو۔ جلدی کرو۔ کہیں میرا غصہ ٹھنڈا نہ ہو جائے“..... عمران نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”وہ کیسے ٹھنڈا ہو سکتا ہے صاحب۔ غصہ تو آپ کی ناک پر دھرا

رہتا ہے۔ ابھی آپ گرم گرم چائے پیئیں گے تو بھاپ سے پھر گرم ہو جائے گا۔ بہر حال میں آپ کو وکیل کی طرح ثبوت دینے کو تیار ہوں لیکن شرط ہے کہ فیصلہ میرے حق میں ہو“..... سلیمان نے یکدم مسکرا کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ جاؤ اور قانونی ثبوت لاؤ۔ کہیں وکیل بننے کی کوشش میں لانگ مارچ کرتے ہوئے سڑک پر نہ نکل جانا۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”آپ کو ثبوت چاہئے۔ میں چاہے لانگ مارچ کروں یا پیدل مارچ، اس سے آپ کو کیا“..... سلیمان نے کہا۔

”ہاں۔ مگر اب جاؤ بھی کمبخت۔ کہیں ثبوت ٹھنڈا ہو گیا تو میں تمہیں ٹھنڈا کر کے اوون میں رکھ دوں گا“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو سلیمان جلدی سے مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد ہی وہ حسب توقع دو مرغ پیس پلیٹ میں اٹھائے واپس آیا اور پلیٹ عمران کے آگے میز پر رکھ دی۔ مرغ پیس گرم تھے اور ان سے بھاپ نکل رہی تھی۔ یقیناً سلیمان اوون سے پیس نکال کر لایا تھا۔

”ارے واقعی۔ کیا یہ مرغ پیس ہی ہیں نا باورچی کی اولاد“۔ عمران نے مصنوعی حیرت سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے کہا۔

”میں کب کہہ رہا ہوں یہ چوہا پیس ہیں۔ ثبوت کے طور پر ثابت پیس لایا ہوں“..... سلیمان نے منہ منا کر کہا۔

”واقعی تم سچے ہو سلیمان۔ مگر تم نے یہ کس کے لئے بنائے تھے۔“ عمران نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔
 ”آپ ہی کے لئے۔ زہر مار کریں۔ میں بیگن کا بھرتا کھالوں گا۔“ سلیمان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

”واقعی تم وفادار اور بھرتا خوار ملازم ہو۔ اب تم ہمیشہ اسی فلیٹ میں رہو گے۔ اسی خوشی میں بقیہ دو بیس بھی لے آؤ۔“ عمران نے ایک بیس اٹھاتے ہوئے کہا اور کھانے لگا۔

”کک۔ کیا۔ کون سے بقیہ بیس۔“ سلیمان نے گھبرا کر کہا۔
 ”لیگ بیس۔ یہ تو آرم بیس ہیں مرغی کے۔“ عمران نے اطمینان سے کہا تو اسی لمحے ڈور بیل بج اٹھی۔

”اوہ۔ جاؤ دیکھو۔ یقیناً کوئی مرغ کی خوشبو محسوس کر کے آیا ہے۔ اسے ٹر خا دینا۔“ عمران نے گھبرا کر کہا۔

”نہیں صاحب۔ جب میں آپ کو ٹرخانے میں کامیاب نہیں ہوا تو دوسروں کو کیسے ٹر خا سکوں گا۔ آپ خود کوشش کریں۔“ سلیمان نے منہ منا کر کہا۔

”ارے گھامڑ۔ دیکھتے نہیں کہ میں مرغ کھا رہا ہوں۔“ عمران نے غضبناک لہجے میں کہا۔

”میں گارنٹی دیتا ہوں کہ آپ کی غیر موجودگی میں مرغ کو فرار نہیں ہونے دوں گا۔ اگر آپ کو مرغ کے بھاگ جانے کا اتنا ہی خطرہ ہے تو میں اسے کھاتا ہوں اور آپ آنے والے کو ٹرخانے

جائیں۔“ سلیمان نے اطمینان سے کہا۔

”سلیمان کے بچے۔ تم جاتے ہو یا لیگ بیس اٹھانے کچن میں جاؤں۔“ عمران نے دھمکی دیتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا تو سلیمان بوکھلا گیا۔

”ارے نہیں صاحب۔ میرے ہوتے ہوئے آپ کو تکلیف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں جاتا ہوں۔“ سلیمان نے گھبرا کر کہا اور جلدی سے مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور عمران اطمینان سے مرغ بیس کھانے لگا۔ حقیقتاً اسے بھوک لگی ہوئی تھی کیونکہ اسے لُنج کرنے کا موقع نہیں ملا تھا اور اشتہا آمیز خوشبو نے اس کی بھوک میں اضافہ کر دیا تھا لیکن چند لمحوں بعد ہی سلیمان کی دلدوز چیخ سنائی دی تو عمران کے ہاتھ سے مرغ بیس گر گیا اور وہ اچھل کر صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سلیمان کی چیخ سے اس کی چھٹی حس خطرے کا اعلان کرنے لگی تھی۔ اس نے فوراً جیب سے ریوالبور نکالا اور اسی لمحے باہر سے قدموں کی آہٹیں بلند ہونے لگیں تو عمران نے توجہ سے آہٹوں کو سن کر اندازہ لگا لیا کہ آہٹیں ایک سے زیادہ افراد کے قدموں کی تھیں چنانچہ وہ جلدی سے مڑ کر صوفے کے عقب میں فرش پر بیٹھ گیا اور صوفے کی سائیڈ سے چہرہ آگے کر کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

جلد ہی محتاط قدموں کی آہٹیں قریب آگئیں اور پھر دو مسلح افراد کمرے میں داخل ہوئے تو عمران نے چونکتے ہوئے فوراً چہرہ پیچھے

ہٹا لیا۔ اندر آنے والے دونوں پاکیشیائی تھے۔ ان میں سے ایک نوجوان تھا اور دوسرا ادھیڑ عمر۔ اس کے چہرے پر گھنی مونچھیں اور داہنے رخسار پر موٹا سا مسہ تھا۔ ان کے ہاتھوں میں سائیلنسرڈ ریوالور تھے۔ شاید اسی وجہ سے فائر کی آواز نہیں ابھری تھی۔ یقیناً انہوں نے سلیمان پر فائر کیا تھا لیکن سلیمان کی چیخ سے عمران اندازہ نہ لگا سکا تھا کہ اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا تھا یا وہ محض زخمی ہوا تھا۔ دونوں افراد اندر آ کر دروازے کے پاس رک گئے تھے اور متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔

”شاید وہ اس کمرے میں نہیں ہے“..... چند لمحوں بعد نوجوان کی آواز سنائی دی جو دروازے کے بائیں جانب نظر آیا تھا۔

”نہیں۔ میز پر پڑا ادھ کھایا مرغ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ملازم کی چیخ سن کر چھپ گیا ہے“..... ادھیڑ عمر نے سخت لہجے میں کہا تو اس کا لہجہ غیر ملکی تھا اور اس نے پاکیشیائی زبان میں بات کی تھی۔

”عمران۔ ہاتھ بلند کر کے صوفے کی آڑ سے نکل آؤ بزدل آدمی“..... ایک لمحہ بعد ادھیڑ عمر شخص نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو عمران نے اس کی حکم کی تعمیل کرنے کا فیصلہ کر لیا اگرچہ وہ صوفے کی آڑ سے فائر کر کے ان دونوں کو ہلاک کر سکتا تھا لیکن پہلے ان کی اصلیت معلوم کرنا ضروری تھا چنانچہ اس نے ریوالور جیب میں رکھا اور دونوں ہاتھ بلند کر لئے اور پھر اپنے چہرے پر خوف و گھبراہٹ کی علامات طاری کرتا ہوا آہستہ آہستہ اٹھ کھڑا ہوا تو

دونوں اسے گھورنے لگے۔ ان کے ریوالوروں کا رخ عمران کی طرف ہی تھا۔

”تم صوفے کے پیچھے کیوں چھپے ہوئے تھے“..... ادھیڑ عمر شخص نے سخت لہجے میں کہا۔

”مم۔ میز کے پیچھے چھپنے کی جگہ نہ تھی بزرگوار“..... عمران نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

”بڑے بزدل ہو“..... نوجوان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”جی۔ جی ہاں۔ آپ تشریف رکھیں نا“..... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے خوفزدہ سی آواز میں کہا۔

”سٹ اپ۔ ہم یہاں بیٹھنے نہیں آئے“..... ادھیڑ عمر شخص نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”خفا کیوں ہوتے ہو پچا۔ بیڈ روم میں فوم نرم اور بستر گرم ہے، جا کر سو جاؤ“..... عمران نے سہم کر کہا۔

”ہم تمہیں سنانے آئے ہیں عمران“..... ادھیڑ عمر شخص نے بڑے بھیختے ہوئے کہا۔

”نہیں صاحب۔ میرا سونے کا وقت ابھی نہیں ہوا“..... عمران نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”مگر تمہاری موت کا وقت ہو چکا ہے“..... اس شخص نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”نیند کی گولی کھائے بغیر مجھے نیند نہیں آتی۔ میں ذرا گولی کھا

آؤں“..... عمران نے کہا اور دروازے کی طرف قدم بڑھایا۔

”رک جاؤ احمق۔ میرے ریوالور میں چھ گولیاں ہیں۔ ایک بڑی گولی کھا کر تم ہمیشہ کے لئے سو جاؤ گے“..... ادھیڑ عمر نے یکدم تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”لاؤ مجھے دے دو۔ آئندہ کے لئے بقیہ گولیاں رکھ لوں گا تاکہ تمہیں روزانہ گولی دینے کے لئے نہ آنا پڑے“..... عمران نے رک کر کہا۔

”شٹ اپ۔ ایک کے بعد تمہیں دوسری گولی کی ضرورت نہیں پڑے گی“..... ادھیڑ عمر شخص نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”باس۔ یہ ایکٹنگ کر رہا ہے۔ شاید بھاگنے کے چکر میں ہے۔“

نوجوان شخص نے ادھیڑ عمر شخص سے کہا۔

”بے فکر رہو ملہوترا۔ بھاگنے سے پہلے ہی یہ دنیا سے رخصت ہو جائے گا“..... ادھیڑ عمر شخص نے زہریلے لہجے میں کہا۔

”نن۔ نہیں باس۔ کھوپرا جھوٹ بول رہا ہے“..... عمران نے

خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”بکواس مت کرو عمران۔ اب تم نے میرا نام بگاڑا تو میں

تمہاری زبان کھینچ لوں گا“..... ملہوترا نے غضبناک ہو کر کہا۔

”عمران۔ جلدی بتاؤ۔ شام کہاں ہے“..... ادھیڑ عمر باس نے

عمران سے سخت لہجے میں کہا۔ عمران کے اندازے کے مطابق وہ

آدمی یقیناً کیپٹن ریوند لال تھا جسے ملہوترا نے باس کہا تھا اور باس

نے ملہوترا کا نام لے کر ظاہر کر دیا تھا کہ وہ دونوں کافرستانی ایجنٹ ہی تھے۔

”شش۔ شام۔ کون سی شام۔ شام موسیقی یا وہ شام جس کے بارے میں کنفیوشس نے کہا تھا کہ یہ شام اور تیرا نام۔ ہائے رام ہائے رام“..... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔ میں اپنے ماتحت شام کے بارے میں پوچھ رہا ہوں جسے تم نے ایک گھنٹہ پہلے اغوا کیا تھا“..... باس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ تو وہ تمہارا ماتحت تھا“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ وہی“..... باس نے اسے گھورتے ہوئے سر ہلا کر کہا۔

”میں بھی یہی سوچتا رہا کہ اسے کس گدھے نے میرے پیچھے

لگایا تھا۔ اب پتا چلا کہ وہ گدھے تم تھے“..... عمران نے طنزیہ لہجے

میں کہا۔

”بکواس مت کرو خبیث آدمی۔ شرافت سے بتا دو تم نے اسے

کہاں قید کر رکھا ہے۔ ورنہ کھوپڑی میں سوراخ کر دوں گا“.....

باس نے یکدم دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران کے چہرے

سے شونی اور حماقت غائب ہو گئی۔

”کیا تم یقین کر لو گے۔ جلدی بولو“..... عمران نے انتہائی سنجیدہ

لہجے میں کہا۔

کہا تو باس نے غصے سے دانت پیستے ہوئے دوبارہ فائر کر دیا لیکن اس مرتبہ بھی گولی کا ہدف دیوار بنی تھی اور عمران اپنی جگہ سے ہٹ کر بائیں طرف کھڑا سردی لگے مریض کی طرح لرز رہا تھا۔ باس اور اس کا ماتحت ملہوترا حیرت بھری نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”ذرا دھیان سے فائر کرو یا۔ کہیں سچ مچ میرے پیار بھرے دل میں گولی سوراخ نہ کر ڈالے“..... عمران نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا تو باس نے تیسرا فائر کر دیا۔ عمران نے پھر سنگ آرٹ سے کام لیا اور گولی اس کے دائیں طرف سے گزر گئی۔

”اپنے بھگوان کا نہیں تو میرے خدا کا ہی خوف کھاؤ پیارے۔ کیوں دیوار کا پلستر اکھاڑ رہے ہو۔ میری بیگم تو مجھ پر چڑھائی کر دے گی“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا ہی تھا کہ ملہوترا نے اس پر فائر کر دیا لیکن عمران غافل نہیں تھا، وہ اس مرتبہ بھی خود کو بچانے میں کامیاب رہا تھا۔

”تمہارا ریوالور نقلی لگتا ہے مسٹر اوترا۔ کسی بچے کو کھیلنے کے لئے دے دینا“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا۔

”عمران۔ میرے ریوالور میں ابھی بھی تین گولیاں باقی ہیں۔ تم ہرگز نہیں بچ سکتے“..... باس نے خونخوار لہجے میں کہا۔

”وہ اپنے لئے رکھ لو کیپٹن ریوند لال۔ جب بھی میری یاد آئے صبح دوپہر شام ایک ایک گولی سیب کی گٹھلی میں رکھ کر املتا س کے

”اگر تم نے سچ بتایا تو یقین کر لوں گا۔ بے فکر رہو“..... باس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”تو تم بھی اس کی طرف سے بے فکر ہو جاؤ۔ وہ اب ڈاکٹروں کا قیدی ہے۔ اس وقت اس کی لاش کو چیرا پھاڑا جا رہا ہو گا۔ اگر پوسٹ مارٹم ہوتا دیکھنا چاہتے ہو تو کمبائنڈ ملٹری ہسپتال چلے جاؤ“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”کیا۔ کیا تم نے اسے قتل کر دیا تھا“..... باس نے چونک کر کہا۔

”کیا کرتا۔ اس نے یہ بتانے سے انکار کر دیا تھا کہ وہ تمہارا ماتحت ہے ورنہ میں اسے یہاں لاکر مرخ پیس کھلاتا۔ اب اس کے حصے کا پیس تم کھا لو۔ مفت کا مال ہے“..... عمران نے بے پروائی سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مگر پہلے تم مفت کی گولی کھا لو“..... جواب میں باس نے جڑے بھینچتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہا اور عمران پر فائر کر دیا لیکن عمران کی نگاہیں اس کے ریوالور کے ٹریگر پر رکھی انگلی پر مرکوز تھیں، چنانچہ باس نے جونہی ٹریگر پر پریس کیا، عمران نے سنگ آرٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا اور گولی دیوار میں جا لگی۔

”سک۔ کیوں مذاق کر رہے ہو بھائی۔ بیوہ ہو جائے گی تمہاری بھرجائی“..... عمران نے خوف سے ہکلاتے ہوئے لہجے میں

جوس کے ساتھ کھا لینا تاکہ واش روم جانے سے پہلے تمہاری پتلون خراب نہ ہو جائے۔۔۔۔۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو باس چونک پڑا۔

”اوہ۔ تو کیا تم سمجھ گئے ہو۔۔۔۔۔ باس نے اپنے نام پر بے اختیار چونکتے ہوئے کہا۔

”بالکل کیونکہ میں روزانہ آدھ کلو دیسی گھی میں ریوند چینی اور ریوند خطائی بھون کر کھاتا ہوں کیپٹن ریوند لال جی۔۔۔۔۔ عمران نے سر ہلا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”مگر آئندہ تمہیں کچھ کھانے کی ضرورت نہیں پڑے گی خبیث۔۔۔۔۔ باس نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا اور ساتھ ہی ملہوترا کو مخصوص اشارہ کر دیا۔ اگلے ہی لمحے وہ دونوں بیک وقت عمران پر گولیوں کی بارش کرنے لگے تو عمران نے بجلی کی سی تیزی سے خود کو فرش پر گرا دیا اور دہکتی گولیاں اس کے اوپر سے گزر گئیں۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے پھرتی سے کروٹ لی اور اچھل کر اپنی جگہ سے بائیں جانب جا گرا تو اس مرتبہ دونوں ریوالوروں کی گولیاں اس کی چھوڑی ہوئی جگہ پر فرش سے ٹکرا گئیں۔ یہ دیکھ کر باس اور ملہوترا نے تیسری مرتبہ بیک وقت عمران پر فائر کر دیا لیکن عمران خود کو بچانے کے لئے دائیں بائیں ہٹانے کے بجائے یکدم اوپر کی جانب اچھل کر بلند ہوا اور دونوں بے آواز گولیاں اس کے نیچے سے گزر گئیں اور عمران فضا میں ہی قلابازی کھا کر ملہوترا پر جا گرا تو

ملہوترا کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا اور وہ لڑکھڑا کر کمر کے بل فرش پر جا گرا تو عمران اس کے سینے پر سوار ہوتا چلا گیا۔

باس کیپٹن ریوند لال کے ریوالور میں گولیاں ختم ہو چکی تھیں۔ اس نے تیزی سے بڑھ کر عمران کے سر پر ریوالور کا دستہ مارا تو عمران نے تیزی سے اپنا سر ایک طرف ہٹا دیا اور کیپٹن ریوند کے پہلو میں گھونسا جما دیا۔ کیپٹن ریوند کے حلق سے بے ساختہ کراہ نکلی اور اس نے پیچھے ہٹ کر سنہلنے کی کوشش کی مگر عمران نے یکدم اٹھتے ہوئے اس پر چھلانگ لگا دی۔ کیپٹن ریوند نے پھرتی سے ایک طرف ہٹتے ہوئے عمران کے پہلو میں ٹھوکر رسید کی اور عمران فرش پر آ گرا۔ اسی لمحے ملہوترا نے تیزی سے کھڑے ہو کر عمران پر جست لگائی لیکن عمران نے فوراً کروٹ لی اور ملہوترا اس کی چھوڑی ہوئی جگہ پر آ گرا اور عمران نے تیزی سے اٹھ کر اس کے سر پر اس زور سے ہاتھ مارا کہ ملہوترا کا چہرہ پختہ فرش سے ٹکرا گیا اور اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اس لمحے کیپٹن ریوند نے آگے بڑھ کر عمران کے پہلو میں ٹھوکر مارنے کی کوشش کی لیکن عمران غافل نہیں تھا۔ اس نے تیزی سے دونوں ہاتھ بڑھا کر کیپٹن ریوند کا پاؤں پکڑ کر کھینچ ڈالا تو وہ کمر کے بل فرش پر گرا اور کراہنے لگا۔

عمران تیزی سے اٹھ کر کیپٹن ریوند کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اسی لمحے ملہوترا نے پیچھے سے عمران پر حملہ کر دیا اور عمران لڑکھڑا کر منہ کے بل فرش پر گر گیا لیکن اس نے فوراً ہی سیدھے ہو کر ملہوترا کے

پیٹ میں زور دار لات ماری اور ملہوترا درد کی شدت سے بلبلاتا ہوا کمر کے بل فرش پر جا گرا۔ عمران نے پھرتی سے کھڑے ہو کر اس کی پسلیوں میں ٹھوکر جمائی اور ملہوترا کے حلق سے کر بناک چیخ نکل گئی۔ وہ کروٹ بدل کر اٹھ بیٹھا۔ عمران نے اسے ایک اور ٹھوکر مارنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت کیپٹن ریوند نے پھرتی سے آگے بڑھ کر عمران کے منہ پر گھونسا مارا تو عمران نے بجلی کی سی سرعت سے اپنا چہرہ ایک طرف گھما کر بچایا اور جواب میں کیپٹن ریوند کے جڑے پر آہنی گھونسا جما دیا۔ گھونسا کھا کر کیپٹن ریوند کراہتا ہوا پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ عمران تیزی سے اس کی طرف لپکا مگر اسی لمحے ملہوترا نے اٹھ کر عمران پر جست لگائی اور عمران لڑکھڑا کر فرش پر گر گیا۔ اسی لمحے کیپٹن ریوند نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔

عمران نے گرتے وقت تیزی سے دونوں ہاتھ فرش پر جما کر اپنا چہرہ فرش کے ساتھ ٹکرانے سے بچایا اور تیزی سے کروٹ لی تو اس کی پشت سے ملہوترا بائیں جانب لڑھک گیا اور عمران اچھل کر اٹھ کھڑا ہوا مگر کیپٹن ریوند کو غائب پا کر اس نے فوراً ملہوترا کی گردن پر کرائے کا زور دار وار کر دیا۔ کھڑی ہتھیلی کی ضرب سے ملہوترا کی گردن ٹوٹ گئی اور عمران نے اس کا انجام دیکھے بغیر دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ دوڑتا ہوا بیرونی دروازے سے باہر آیا تو راہداری میں کوئی نہ تھا۔ عمران فوراً سیڑھیوں کی طرف لپکا اور ایک ایک جست میں چار چار سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے پہنچا اور اسی لمحے

عمارت کے باہر سے کسی گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ عمران دوڑتا ہوا عمارت کے گیٹ سے نکلا اور سڑک پر پہنچا تو وہاں معمول کے مطابق ٹریفک کا اژدہام تھا۔ اتنے رش میں یہ اندازہ لگانا دشوار تھا کہ کیپٹن ریوند کس کار میں تھا اور کار دائیں طرف گئی تھی یا بائیں طرف۔

عمران کو کیپٹن ریوند کے نکل جانے کا افسوس ہوا مگر پھر سلیمان کا خیال آتے ہی وہ واپس مڑا اور تیزی سے اپنے فلیٹ میں پہنچا تو دروازے کے قریب ہی سلیمان بے ہوش پڑا تھا۔ اس کی کپٹی پر ورم دیکھ کر عمران سمجھ گیا کہ اسے ریوالور کے دستے سے ضرب لگائی گئی تھی اور سلیمان دانستہ زور سے چیخا تھا تاکہ عمران خبردار ہو جائے۔ عمران سلیمان کو اٹھا کر کمرے میں لایا اور اسے صوفے پر لٹا کر ملہوترا کا جائزہ لینے لگا۔ گردن ٹوٹنے سے وہ ہلاک ہو چکا تھا اور عمران کو اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا کہ اگر وہ ملہوترا کی گردن توڑنے کی بجائے اسے صرف بے ہوش کرتا تو اس سے کیپٹن ریوند کا ٹھکانہ معلوم کیا جاسکتا تھا۔

دانش منزل کے آپریشن روم میں بلیک زیرو بے چینی سے عمران کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کے سامنے صبح کا تازہ اخبار میز پر رکھا تھا جس میں ایک خوفناک خبر کی ہیڈ لائن نے بلیک زیرو کو پریشان کر ڈالا تھا۔ اس خبر کے مطابق گزشتہ رات گیارہ بجے چند دہشت گردوں نے دارالحکومت کے نواح میں پاکیشیا کے ایک نئے میزائل پراجیکٹ پر خودکش حملہ کیا تھا۔ حملہ آوروں کی تعداد پانچ تھی اور وہ قبائلی باشندے تھے۔ میزائل پراجیکٹ کے باہر مین روڈ پر واقع چیک پوسٹ پر ان کی جپ روک کر ان کی شناخت طلب کی گئی تھی۔ ان کے پاس پاکیشیائی شناختی کارڈز تھے جن پر ان کے نام اور ایک وزیرستانی گاؤں کا ایڈریس درج تھا اور وہ لوگ کسی عزیز کی گاؤں سے میت لینے جا رہے تھے لیکن وہ جپ اگلی چیک پوسٹ پر پہنچنے کی بجائے درمیان سے ہی مڑ کر واپس آئی تو اس

میں صرف دو افراد سوار تھے۔ ان کے شہر کی طرف جانے کے پندرہ منٹ بعد ہی پراجیکٹ کی باؤنڈری وال پھلانگ کر تین حملہ آور حمزہ سے پراجیکٹ کی عمارت کی طرف دوڑے تو عمارت کے باہر کھڑے سیکورٹی گارڈز نے ان پر گنیں تان لیں۔ تینوں افراد ہاتھ بلند کر کے عمارت کے قریب کھڑے گارڈز کے پاس پہنچے اور انہوں نے خود کو دھماکے سے اڑا دیا۔ بیک وقت تین دھماکوں سے پراجیکٹ کی وہ عمارت زمین بوس ہو گئی جس کے اندر باہر تقریباً تیس گارڈز پہرہ دے رہے تھے۔ کام بند ہونے کی وجہ سے عمارت میں انجینئرز اور دوسرے لوگ موجود نہیں تھے ورنہ زیادہ ہلاکتیں ہوتیں کیونکہ دن کے وقت عمارت میں چالیس افراد کام کرتے تھے۔ ان دھماکوں سے اربوں روپے کی وہ مشینری بے کار ہو گئی تھی جو اس عمارت کے اندر میزائل سازی کے لئے نصب کی گئی تھی اور یہ پاکیشیا جیسے غریب ملک کے لئے بہت بڑا نقصان تھا۔ خودکش حملہ آوروں نے خودکش جیکبلیں پہن رکھی تھیں۔ حادثہ کے بعد ان کے وہاں سے صرف سر ہی مل سکے تھے اور جب ان خون آلود سروں کو ہسپتال میں سپرٹ سے دھویا گیا تو ان کے چہرے قبائلی یا وزیرستانی کی بجائے عام پاکیشیائی ثابت ہوئے۔ گویا حملہ آوروں نے میک اپ سے خود کو قبائلی بنا رکھا تھا۔

گزشتہ شام بلیک زیرو نے کیپٹن ریوند کے ماتحوں شکر، گوپال اور شیاام پر زبردست تشدد کر کے ان سے جو معلومات حاصل کی

تھیں ان کے مطابق وہ کافرستانی رام رام ایجنسی کے ممبر تھے اور کیپٹن ریوند کے ساتھ بہادرستان کی سرحد کی جانب سے پاکیشیا میں داخل ہوئے تھے۔ سرحدی گاؤں ریشم خیل کے سردار ہاشم خان نے بھاری معاوضہ پر ان کی مدد کی تھی اور انہیں بحفاظت گاؤں سے نکال کر شہر جانے والی سڑک تک پہنچایا تھا لیکن ان کے اصل مشن کا کیپٹن ریوند لال کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔ صرف اتنا علم تھا کہ وہ اپنے مشن کے لئے دہشت گردوں کی خدمات حاصل کریں گے۔ انہوں نے کیپٹن ریوند لال کے ٹھکانے کا ایڈریس بھی بتایا تھا لیکن جب بلیک زیرو نے عمران کو فون پر ایڈریس بتایا تو اس سے چند منٹ پہلے کیپٹن ریوند عمران کے فلیٹ سے فرار ہو چکا تھا عمران کی ہدایت پر بلیک زیرو نے تنویر، نعمانی اور صدیقی کو کیپٹن ریوند کے ٹھکانے پر بھیجا تو ان کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ عمارت خالی ہو چکی تھی اور وہاں کوئی نہ تھا۔ ماتحتوں کی رپورٹ ملنے پر عمران نے اگلے روز کیپٹن ریوند کو تلاش کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن رات میں ہی میزائل پراجیکٹ کو تباہ کر دیا گیا جس کا علم بلیک زیرو کو آج کے اخبار سے ہوا تھا اور اس نے کچھ دیر قبل عمران کو فون پر اس خبر کے بارے میں بتایا تو عمران نے بتایا تھا کہ وہ ناشتا کر کے دانش منزل آئے گا اور عمران کی ہدایت پر بلیک زیرو نے جولیا کے سوا تمام ممبرز کو کافرستانی ایجنٹوں کو تلاش کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ اب بلیک زیرو سوچ رہا تھا کہ کافرستانی ایجنٹوں کا مشن صرف میزائل

پراجیکٹ کو تباہ کرنے تک ہی محدود تھا یا کوئی اور پراجیکٹ بھی ان کا ٹارگٹ ہے۔ وہ انہی خیالوں میں گم تھا کہ اچانک ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو بلیک زیرو نے چونکتے ہوئے ٹیلی فون کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ہیس۔ ایکسو فرام دس اینڈ“..... اس نے ایکسو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں۔ کیا عمران موجود ہے“..... دوسری طرف سے سرسلطان کی پریشان سی آواز سنائی دی۔

”السلام علیکم جناب۔ عمران صاحب اپنے فلیٹ پر موجود ہیں۔“ بلیک زیرو نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

”وہ فلیٹ میں نہیں ہے۔ میں نے پہلے وہیں فون کیا تھا۔“ سرسلطان نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

”حکم فرمائیں۔ کوئی اہم بات ہے سر“..... بلیک زیرو نے پوچھا۔ حالانکہ وہ سمجھ چکا تھا کہ سرسلطان کی پریشانی کا سبب میزائل پراجیکٹ ہے۔

”گزشتہ رات میزائل پراجیکٹ کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ اہم کیا بات ہو سکتی ہے۔ صدر مملکت نے تھوڑی دیر پہلے فون پر مجھ سے بات کی تھی اور وہ مجھ سے دریافت کر رہے تھے کہ ہماری میکرٹ سروس کی موجودگی میں اتنا بڑا قومی نقصان کیسے ہوا۔ کیا میکرٹ سروس آج کل سو رہی ہے کہ دہشت گرد ہمیں اتنے اہم اور

قیمتی پراجیکٹ سے محروم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔..... سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

”ایسی کوئی بات نہیں سر۔ ہم گزشتہ روز ملٹری انٹیلی جنس کی رپورٹ ملتے ہی حرکت میں آ گئے تھے اور شام تک مجرموں کے کئی ممبرز کو ہلاک اور گرفتار کر لیا تھا لیکن ان کا لیڈر عمران صاحب کو ان کے فلیٹ میں قتل کرنے میں ناکام ہو کر فرار ہو گیا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ اپنے مشن میں کامیابی کے بعد اب تک پاکیشیا سے نکل کر اپنے ملک پہنچ چکا ہو“..... بلیک زیرو نے جواب میں کہا۔

”اوہ۔ تو کیا دہشت گرد بہادرستانی تھے“..... سرسلطان نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نوسر۔ وہ کافرستانی ایجنٹ تھے لیکن بہادرستانی باشندوں کے میک اپ میں آئے تھے تاکہ ان میں سے کوئی پکڑا جائے تو اسے دہشت گرد قبائلی سمجھا جائے اور ان کا اصل مشن پوشیدہ رہے۔ انہوں نے پاکیشیا میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات سے فائدہ اٹھا کر اپنا مشن مکمل کیا۔ اگر ہمیں گزشتہ شام ہی ان کے مشن کا علم ہو جاتا تو ہم انہیں کبھی کامیاب نہ ہونے دیتے۔ بہر حال عمران صاحب انہیں بھی معاف نہیں کریں گے۔ وہ ہزاروں میل دور اسرائیل پہنچ سکتے ہیں تو کافرستان کو بھی نہیں بخشیں گے۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”بہر حال عمران آئے تو وہ مجھ سے بات کرے تاکہ میں صدر

صاحب کو حقیقت سے آگاہ کر سکوں“..... سرسلطان نے کی آواز آئی۔

”بہتر۔ ہو سکتا ہے وہ اپنے فلیٹ سے ادھر ہی آ رہے ہوں۔ میں خود ان کا انتظار کر رہا ہوں“..... بلیک زیرو نے سر ہلا کر کہا تو دوسری طرف سے سرسلطان نے اللہ حافظ کہا اور رابطہ ختم ہو گیا تو بلیک زیرو نے بھی گہرا سانس لے کر رسیور رکھ دیا۔ چند منٹ بعد ہی عمران آ گیا وہ آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو نے احتراماً کھڑے ہو کر اسے سلام کیا۔

”سناؤ۔ کوئی نئی خبر“..... عمران نے سلام کا جواب دے کر کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

”جی ہاں۔ سرسلطان صاحب کا فون آیا تھا۔ صدر صاحب نے ان سے فون پر سیکرٹ سروس کی کارکردگی کے بارے میں پوچھا تھا۔ سرسلطان نے کہا ہے کہ آپ آئیں تو ان سے فون پر بات کریں تاکہ وہ صدر مملکت کو جواب دے سکیں“..... بلیک زیرو نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ کیا تم نے انہیں بتایا نہیں کہ جواب دینے کا وقت نکل گیا اور حساب لینے کا وقت آچکا ہے“..... عمران نے چونک کر کہا۔

”یہ بات آپ خود ہی سرسلطان سے کہہ دیں تو مناسب ہو گا۔“ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میں حساب لینے سے پہلے بات کروں گا تو فیل ہو

تفریح کے لئے ملک سے باہر جانے کی اجازت مانگی تھی لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔ اب وہ بھی فارغ ہے اور ممبرز بھی۔ تو کیوں نہ اسے بوریت دور کرنے کے لئے کافرستان بھیج دیا جائے۔ عمران نے مسکرا کر کہا۔

”بہتر۔ آپ کہتے ہیں تو میں اسے اجازت دے دیتا ہوں۔“

بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ اسے کال کر کے بتا دو کہ لٹج کے بعد تمام ممبرز کے ساتھ یہاں آ جائے۔“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو بلیک زیرو چونک پڑا۔

”اوہ۔ تمام ممبرز کو۔ کیا اس کیس کی تفصیلات بتانے کے لئے۔“ بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”کیس ختم ہونے پر تفصیلات بتاؤں گا۔ ابھی تو کیس اب شروع ہو گا بلیک زیرو۔“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ لیکن مجرم تو فرار ہو چکے ہوں گے۔ شکر نے بتایا تھا کہ ان کی واپسی کے لئے گزشتہ روز ہی جہاز۔“..... بلیک زیرو کہنے لگا۔

”یہاں سے فرار ہو چکے ہیں لیکن کافرستان میں تو موجود ہوں گے نا۔ اور میں کافرستان جا کر ان سے حساب لوں گا کیونکہ کیپٹن ریوند لال جاتے وقت چیلنج کر کے گیا ہے۔ یہ دیکھو۔“..... عمران نے بلیک زیرو کی بات کاٹ کر کہا اور جیب سے ایک تہہ شدہ کاغذ نکال کر میز پر ڈال دیا۔

جاؤں گا اور لوگ مجھے علی عمران کے بجائے تمہاری طرح عمران زیرہ کہا کریں گے۔ ویسے یہ نام تم پر زیادہ چلتا ہے۔“..... عمران نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”عمران زیرہ۔“..... بلیک زیرو نے بے ساختہ ہنستے ہوئے کہا۔

”ارے۔ تم نے ابھی سے کہنا شروع کر دیا۔ ابھی تو میں نے حساب کا پرچہ بھی حل نہیں کیا اور تم نے زیرو نمبر دے ڈالا۔“ عمران نے چونک کر کہا۔

”نہیں سر۔ میں تو یہ پوچھنے لگا تھا کہ اگر عمران زیرہ ہو گیا تو میرا ٹھکانہ کہاں ہو گا۔“..... بلیک زیرو نے جلدی سے کہا۔

”اس کے لئے تمہیں کنفیوشس کا یہ شعر پلے باندھ لینا چاہئے کہ دنیا میں تو دو ہی ٹھکانے ہیں آزاد منش انسانوں کے یا دانش منزل کا آپریشن روم یا قبرستان۔“..... عمران نے تاکید لہجے میں کہا۔

”آزاد منش انسانوں کو قبرستان میں آزادی تو حاصل نہیں ہوتی جناب۔“..... بلیک زیرو نے مسکرا کر کہا۔

”قبرستان نہ سہی، کافرستان میں تو آزادی سے سیر سپاٹا کیا جا سکتا ہے نا۔“..... عمران نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ تو کیا آپ کافرستان جائیں گے۔“..... بلیک زیرو نے یکدم چونکتے ہوئے پوچھا۔

”مجبوری ہے۔ اس کیس کے شروع ہونے سے پہلے جو لیا

تمہیں جلد ہی مل جائے گا“..... کیپٹن ریوند لال۔

خط پڑھ کر بلیک زیرو نے عمران کی طرف دیکھا تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ رہی تھی لیکن یہ مسکراہٹ اتنی سفاک اور درندگی سے بھر پور تھی کہ بلیک زیرو اندر ہی اندر کانپ کر رہ گیا۔ اسی لمحے اس کے وائچ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور اس نے چوسکتے ہوئے وائچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا تو دوسری طرف سے صدیقی کال کر رہا تھا جسے بلیک زیرو نے شام کے بتائے ہوئے ایڈریس پر نگرانی کے لئے بھیجا تھا۔

”صبح کسی نے یہ پرچہ دروازے کے نیچے سے فلیٹ میں ڈالا تھا اور یہ لفافے میں بند تھا۔ سلیمان نے اٹھا کر رکھ لیا اور جب میں اس طرف روانہ ہونے لگا تو سلیمان کو یاد آیا، اس کمبخت نے مجھے لفافہ دیتے ہوئے گنگنا کر کہا تھا کہ مجھ کو اس فلیٹ کی تصویر سمجھنا، اس خط کو میری وفا کی تحریر سمجھنا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو ہنسا اور کاغذ اٹھا کر پڑھنے لگا۔ مگر فوراً ہی چونک پڑا۔ لکھا تھا۔

”عمران گدھے۔ میں اپنا مشن مکمل کر کے جا رہا ہوں البتہ اس بات کا افسوس ہے کہ میں تمہیں قتل نہ کر سکا کیونکہ وقت کم تھا اور جہاز میں میری سیٹ ریزرو تھی۔ مجھے یقین ہے کہ تم پاگل کتے کی طرح شہر میں میری بو سونگھتے پھر رہے ہو گے لیکن جس طرح تم میرے مشن کو ناکام نہیں بنا سکے اسی طرح تم مجھے تلاش کرنے میں بھی ناکام رہو گے۔ اور ہاں۔ تم اس خوش فہمی میں نہ رہنا کہ میرے ہاتھوں مرنے سے ہمیشہ بچتے رہو گے۔ تم نے مجھے اپنے فلیٹ پر شکست دی تھی، میں اس شکست کے انتقام کی آگ سینے میں بھڑکا کر جا رہا ہوں اور تمہاری موت تک یہ آگ جلتی رہے گی۔ اگلی مرتبہ میں بھگوان کی قسم کھا کر واپس یہاں آؤں گا اور اپنے انتقام کی بھڑکتی آگ کو تمہارے خون سے بجھاؤں گا۔ اس وقت تک جتنی زندگی گزار سکتے ہو گزار لو مگر یہ بات مت بھول جانا کہ تمہاری موت صرف میرے ہاتھوں ہوگی اس دعوے کا ثبوت

باوجود سینڈل کی ایزھیوں کی ہلکی ہلکی آواز ابھر رہی تھی۔

”باورچی کے بچے۔ جلدی سے لٹچ تیار کر لو مجھے قبولہ کرنے کے بعد ہیڈ کوارٹر جانا ہے۔ میرا سوٹ بھی پرپیس کر دو“..... اندر سے عمران کی آواز سنائی دی۔

”صاحب۔ میں صرف باورچی ہوں اور میرا کام کھانا پکانا ہے۔ سوٹ پرپیس کرنا اور جوتے پالش کرنے والا کام بیوی کرتی ہے۔ اس لئے آپ فوراً شادی کر لیں اور مس جولیا کو یہاں لے آئیں۔“ سلیمان کی آواز ابھری تو جولیا کمرے کے باہر ہی رک گئی۔

”مشکل ہے۔ تم دعا کرو کہ جولیا کے دل میں میری محبت پیدا ہو جائے“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”نہیں صاحب۔ میری دعا شادی کے بعد ہی اثر کرتی ہے اور اس سے صرف بچے پیدا ہوں گے“..... سلیمان کی آواز سنائی دی۔

”بکو مت۔ شادی کے بعد وہ ہنی مون منائے گی یا بچوں کو سنبھالے گی یہاں بیٹھ کر“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کوئی فکر نہ کریں صاحب۔ جو بچے پیدا ہوں، انہیں یتیم خانے میں جمع کرا کے ہنی مون کے لئے چلے جائیے گا“..... سلیمان نے ہنس کر کہا تو جولیا کو اس کی بات پر بے حد غصہ آیا اور وہ آگے بڑھ کر کمرے میں داخل ہو گئی۔ کمرے میں عمران بیٹھا چائے پی رہا تھا اور سلیمان اس کے قریب کھڑا ہنس رہا تھا۔ ان دونوں نے آہٹ سن کر بیک وقت جولیا کی طرف دیکھا اور ان کے چہروں پر

ایکسو کی کال سن کر جولیا کو حیرت تو ہوئی لیکن اس نے باری باری تمام ممبرز کو فون پر ہدایت دیں کہ وہ لٹچ کے بعد تین بجے دانش منزل کے میٹنگ ہال میں پہنچ جائیں جہاں ایکسو انہیں مہم پر روانگی اور مشن کے بارے میں بریفنگ دے گا۔ اس کے بعد اسے خیال آیا کہ عمران کے فلیٹ جانا چاہئے۔ لٹچ عمران کے ساتھ ہی کرنے کے بعد اس کے ساتھ ہی دانش منزل چلی جائے گی چنانچہ اس نے تیاری کی اور اپنی کار میں بیٹھ کر عمران کے فلیٹ جا پہنچی۔

کار نیچے کھڑی کر کے وہ عمارت میں داخل ہوئی اور سیڑھیاں چڑھ کر اوپر پہنچی تو فلیٹ کا دروازہ بند تھا۔ ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا۔ شاید سلیمان دروازے کا بولٹ چڑھانا بھول گیا تھا۔ جولیا اندر آئی اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا۔ اسے یکدم خیال آیا تھا کہ اچانک عمران کے سامنے پہنچ کر اسے حیران کرنا چاہئے چنانچہ ”دبے پاؤں سٹنگ روم کی طرف بڑھنے لگی مگر تمام تر احتیاط کے

بوکھلاہٹیں ناچنے لگیں۔ جولیا، سلیمان کو خونخوار انداز میں گھورتے ہوئے دروازے کے قریب ہی رک گئی۔

”اوہ۔ مر گئے صاحب“..... سلیمان نے گھبرائے ہوئے لہجے میں چیخ کر کہا۔

”کک۔ کیا۔ واقعی۔ مگر میری آنکھیں تو زندہ ہیں“..... عمران نے بوکھلا کر کہا اور تیزی سے آنکھیں کھولنے اور بند کرنے لگا۔

”صاحب۔ آپ نے مجھے مروا دیا۔ اب میری خیر نہیں۔“ سلیمان نے خوفزدہ سی آواز میں کہا۔

”ارے کبخت۔ تم نے اتنی جلدی دعا کیوں مانگی تھی کہ وہ فوراً نازل ہو گئی“..... عمران نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ صاحب۔ آپ خوش قسمت ہیں کہ میری دعا کے بغیر ہی آپ کی تمنا پوری ہو گئی۔ اسی طرح آپ کو بچے بھی بن مانگے مل جائیں گے“..... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”کک۔ کیا بک رہے ہو۔ جولیا تم نے کچھ سنا تو نہیں ہے۔“ عمران نے خوفزدہ لہجے میں جولیا سے کہا۔

”شٹ اپ۔ تم کیا بکواس کر رہے تھے گدھے۔“ جولیا نے عمران کو ڈانٹتے ہوئے اور سلیمان سے غراتے ہوئے کہا۔

”مم۔ معلوم نہیں۔ گدھے سے پوچھیں۔ میں تو ابھی بچہ ہوں۔“ سلیمان نے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”بکو مت ذلیل کینے ورنہ سینڈل مار مار کر تمہاری کھوپڑی توڑ

ڈالوں گی“..... جولیا نے غضبناک لہجے میں کہا تو سلیمان دوڑ کر عمران کے صوفے کے پیچھے جا کھڑا ہوا اور جولیا عمران کو کھا جانے والی نگاہوں سے گھورنے لگی۔

”صص۔ صاحب۔ سنبھالئے۔ میرا سر تو پہلے ہی کمزور ہے۔“ سلیمان نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

”سس۔ سالے۔ مان۔ بھاگ لو۔ پارہ بہت چڑھا ہوا ہے۔ کہیں اس کا تھرما میٹر پھٹ گیا تو ہاسپٹل جانا پڑ جائے گا۔“ عمران کے منہ سے ڈری ڈری سی آواز نکلی تو جولیا کو اور بھی طیش آ گیا اور وہ آگے بڑھ کر عمران کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

”کیا بکواس کر رہے ہو احمق۔ میں تمہارا سر توڑ ڈالوں گی۔“ جولیا نے عمران کو گھورتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”لیجئے صاحب۔ توپ کا رخ آپ کی طرف ہو گیا ہے۔ اب آئی آپ کے فرشتوں کی شامت“..... سلیمان نے عمران سے کہا۔

”پرواہ نہیں۔ حوروں کے ہاتھوں فرشتوں کی شامت آتی ہی رہتی ہے۔ بس تم جلدی سے ہماری مووی بنا لو“..... عمران نے اطمینان سے کہا۔

”مووی کیمرالانے تک آپ حور کے ہاتھوں انگور۔ نہیں۔ مغفور ہو گئے تو پھر جنازے کی مووی بنانا پڑے گی صاحب“..... سلیمان نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مگر مووی بنانے سے پہلے مولوی کو لے آؤ تاکہ

وہ میرا جنازہ جائز کر دے“..... عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”عمران۔ میں سنجیدہ ہوں“..... جولیا نے انہیں آپس میں مصروف دیکھ کر غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

”شکر ہے آخر کار تم سنجیدہ ہو ہی گئی ہو“..... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”صاحب۔ صاحب۔ مبارک ہو۔ میں ابھی مولوی کو بلا کر لاتا ہوں“..... سلیمان نے خوشی سے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

”جولیا سے پیسے لے جاؤ اور مولوی کے ساتھ مٹھائی بھی لے آنا۔ چالیس پچاس رس گلے کافی رہیں گے“..... عمران نے کہا۔

”نہیں صاحب۔ نکاح کے موقع پر لڈو بانٹے جاتے ہیں اور میں کاغذی لڈو لاؤں گا“..... سلیمان نے جلدی سے کہا۔

”کاغذی لڈو۔ کیا بک رہے ہو گھامڑ باورچی“..... عمران نے چونک کر اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”سچ کہہ رہا ہوں صاحب۔ بڑے مزے دار اور میٹھے مسالا دار ہوتے ہیں۔ آپ کھائیں گے تو کاغذی باداموں، کاغذی لیموؤں اور کاغذی اخروؤں کو بھول جائیں گے اور بے اختیار گنگنا انھیں گے کہ یہ کاغذی پھول جیسے چہرے“۔ سلیمان نے چپکتے ہوئے کہا۔

”بکواس بند کرو خبیث۔ نکل جاؤ ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گی“..... جولیا نے یکدم چیختے ہوئے لہجے میں کہا تو سلیمان اس کے

تیور دیکھ کر گھبرا گیا اور فوراً دروازے کی طرف لپکا اور باہر نکل گیا۔

”اوہ۔ شادی سے پہلے ہی بے چارے کو فلیٹ سے نکال رہی ہو جولیا“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”بکو مت۔ تم جیسے غافل، بے کار اور نکلے سے کوئی پاگل بھی شادی نہیں کرے گی“..... جولیا نے عمران کو ڈانٹتے ہوئے کہا تو

عمران سہم گیا۔

”تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے جولیا۔ میں بے کار تو ہو سکتا ہوں لیکن غافل نہیں۔ بقول تمہا کو مراد آبادی۔ گو میں رہا برسر پیکار دشمنان مگر

تیری یاد سے غافل نہیں رہا“..... عمران نے آہستہ سے خوفزدہ لہجے میں کہا تو جولیا نے اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو دبا لیا۔

”شٹ اپ۔ کیا یہ تمہاری غفلت نہیں ہے کہ مجرم ہمارے اتنے اہم اور قیمتی پراجیکٹ کو تباہ کر کے نکل گئے“..... جولیا نے غصیلے

لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ کیا واقعی۔ مگر تمہیں کیسے علم ہوا“..... عمران نے مصنوعی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”صبح کے اخبار سے۔ اور چیف نے بھی ٹیم کو کافرستان بھیجنے کے لئے ممبرز کو بریفنگ کے لئے طلب کیا ہے“..... جولیا نے اسے

گھورتے ہوئے کہا۔

”مگر اس میں میرا کیا قصور ہے۔ میں تو رات کو سو رہا تھا اور تمہارے خواب دیکھ رہا تھا“..... عمران نے معصومیت سے کہا۔

”میں نہیں مان سکتی۔ مجھے بتاؤ تم نے مجرموں کو پکڑنے کی

کوشش کیوں نہیں کی تھی“..... جولیا نے سخت لہجے میں کہا۔

”خفا کیوں ہوتی ہو سوئی۔ میں خواب میں تمہیں پکڑنے کی کوشش میں مصروف رہا اور مجرم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ بہر حال اب میں تمہاری بجائے انہی کو پکڑوں گا اور ایسے پکڑوں گا جیسے تم اپنی جوئیں پکڑتی ہو“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”کیا مطلب“..... جولیا نے چونک کر کہا۔

”مطلب یہ کہ تم اپنی جوؤں کو ڈھونڈ کر پکڑتی ہو اور فوراً ناخنوں میں دبا کر مار ڈالتی ہو۔ اسی طرح میں بھی کافرستانی ایجنٹوں کو تلاش کر کے یوں پیس ڈالوں گا جیسے چکی کے دو پائوں میں گندم پیسی جاتی ہے“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”تو کیا مجرم ابھی تک ہمارے ملک میں ہی ہیں“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہاں ہوتے تو تمہارا چوہا ہمیں مہم کی تیاری کرنے کا حکم کیوں دیتا۔ کیا میں اس گدھے کا زرمید غلام ہوں“..... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”بکومت۔ میرے سامنے چیف کو گالی نہ دو“..... جولیا نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”گالی نہ دوں تو کیا بد دعا دوں کہ وہ مر جائے اور ہم آزادی سے پیار کی پیٹنگیں بڑھا سکیں“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”پیٹنگیں کیا ہوتی ہیں“۔ جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”سلیمان“..... عمران نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اے کیوں بلارہے ہو“..... جولیا نے جلدی سے پوچھا۔

”وہ ترجمہ کرنے میں ماہر ہے۔ تمہیں پیٹنگیں کا مطلب بتائے گا۔ وہ پڑوس کی باورچن سے پیار کی پیٹنگیں بڑھاتا رہتا ہے“۔ عمران نے کہا۔

”اسے دفع کرو۔ تم اپنی بات کرو احق“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”میں اس معاملے میں احق اور نا تجربہ کار ہوں جبکہ عشق میں کامیابی کے لئے پانچ سال کا تجربہ ہونا ضروری ہے“..... عمران نے جواب میں کہا تو جولیا ہونٹ بھیج کر اسے گھورنے لگی اور عمران نے گھبرا کر سر جھکا لیا۔

”تو تم سنجیدگی اختیار نہیں کرو گے“..... جولیا نے دھمکی بھرے لہجے میں کہا۔

”خالی پیٹ خاموشی تو اختیار کی جاسکتی ہے مگر سنجیدگی نہیں۔ اور کلاک کی سوئیاں بتا رہی ہیں کہ لُنج کا وقت ہو گیا مگر کھانے والا کسی کے پیار میں کھو گیا ہے“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو جولیا کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”میں لُنج کے لئے ہی آئی ہوں“..... جولیا نے اسے پیار بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا تو عمران نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

”کک۔ کیا۔ لُج لیکن میری جیب تو خالی ہے۔ کیس کا معاوضہ بھی کیس ختم ہونے پر ملے گا“..... عمران نے بوکھلا کر کہا۔

”فکر مت کرو۔ میں ہوں نا“..... جولیا نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تو عمران دل ہی دل میں جل تو جلال تو پڑھنے لگا۔

”آہ۔ سلیمان۔ پانی۔ میں ڈوب رہا ہوں“..... عمران نے تیز آواز میں کراہتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں ہے آپ جیسے ہزاروں لوگ عشق کے سمندر میں ڈوبتے ہیں روزانہ اور ان کی لاش تک نہیں ملتی۔ آپ تو پھر فلیٹ کے اندر ہی ہیں“..... سلیمان کی باہر سے چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”بکومت۔ میں جا رہا ہوں“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا اور اچھل کر صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”نہیں صاحب۔ سمندر پر جانے کی ضرورت نہیں، میں ڈوبنے کے لئے پانی لا رہا ہوں چلو میں“..... سلیمان نے جواب میں گھبرا کر کہا۔

”دھت تیرے کی۔ ارے کجنت میں جولیا کے ساتھ ہیڈ کوارٹر جا رہا ہوں“..... عمران نے دانت پیستے ہوئے کہا اور جولیا کو اشارہ کیا تو جولیا صوفے سے اٹھی اور عمران کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

کمرے میں کیپٹن ریوند لال میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا اس کا ماتحت شیاام سیکرٹ سروس کی قید سے اپنے فرار ہونے کا واقعہ بتا رہا تھا لیکن اچانک میز پر رکھے لائٹر ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی مخصوص آواز بلند ہونے لگی تو کیپٹن ریوند چونک پڑا۔ ایک لمحے بعد اس نے لائٹر ٹرانسمیٹر اٹھایا اور آن کر دیا۔ شیاام ٹرانسمیٹر سے گنگل کی آواز سن کر خاموش ہو گیا تھا۔

”ہیلو باس۔ راجیش کالنگ۔ اوور“..... ٹرانسمیٹر سے اس کے ایک ماتحت کی آواز بلند ہوئی۔

”یس راجیش۔ کیپٹن ریوند لال رسیونگ یو۔ اوور“..... کیپٹن ریوند لال نے سخت لہجے میں کہا۔

”باس۔ میں ایئر پورٹ سے بول رہا ہوں۔ سیٹیں کنفرم کرائی ہیں۔ اوور“..... دوسری طرف سے راجیش نے مؤدبانہ لہجے میں

کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم وہیں موجود رہو۔ میں چند منٹ بعد تمہیں کال کروں گا۔ اور اینڈ آل“..... کیپٹن ریوند نے تحکمانہ انداز میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”شیام۔ اب بتاؤ۔ ایکسٹو کی قید سے تمہیں فرار ہونے کا موقع کیسے ملا“..... کیپٹن ریوند نے شیام کی طرف دیکھ کر کہا۔

”باس نقاب پوش ایکسٹو نے میری زبان کھلوانے میں ناکام ہو کر مجھ پر بے حد تشدد کیا اور میں بے ہوش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد مجھے ہوش آیا تو میں نے بمشکل ہاتھوں پر بندھی رسی کھولی اور اٹھ کر کمرے کے دروازے کا جائزہ لیا تو وہ بند تھا مگر لاک نہیں تھا اور ہینڈل گھماتے ہی دروازہ کھل گیا چنانچہ میں لاک اپ سے نکلا اور دبے پاؤں اس عمارت کی عقبی جانب آیا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ کمپاؤنڈ کی دیوار کی دوسری جانب پتلی سی گلی تھی۔ میں دیوار پر چڑھ کر عقبی گلی میں اترا اور گلی سے نکل کر سڑک پر آیا۔ سڑک کی دوسری جانب بھی ایک گلی تھی، میں اس گلی میں داخل ہوا اور گلیوں گلیوں میں سفر کرتا ہوا اپنے ہوٹل پہنچا۔ وہاں سے آپ کا حکم ملتے ہی میں یہاں آ گیا“..... شیام نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”وہ عمارت کس جگہ ہے جہاں سے تم فرار ہوئے“..... کیپٹن ریوند لال نے پوچھا۔

”کنگ روڈ کی تیسری گلی میں کوٹھی نمبر چار سو بیس۔ سڑک پر

پہنچتے ہی میں نے عمارت کے گیٹ کے پاس دیوار پر لکھا نمبر ذہن نشین کر لیا تھا۔ اگر میرے پاس ریوالور ہوتا تو میں ایکسٹو کو ختم کر کے ہی آتا“..... شیام نے جواب میں کہا اور اسی لمحے دروازہ کھول کر کیپٹن ریوند لال کا ایک ماتحت سنجیو کمرے میں داخل ہوا تو شیام اس کی طرف دیکھنے لگا۔ سنجیو نے میز کے ایک کونے پر چائے کے کپ کیپٹن ریوند اور شیام کے آگے میز پر رکھ دیئے لیکن اسی لمحے کیپٹن ریوند نے جیب سے ریوالور نکالا اور شیام پر تان لیا تو شیام بولکھا گیا۔

”اوہ۔ مم۔ میں۔ سمجھا نہیں باس“..... شیام نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”لیکن میں سمجھ گیا ہوں۔ سنجیو ریوالور نکال کر اسے کور کر لو۔“ کیپٹن ریوند نے شیام کو گھورتے ہوئے سنجیو سے کہا تو اس کے حکم پر سنجیو نے چونک کر اپنی جیب سے ریوالور نکالا اور شیام کی طرف تان لیا۔

”عمران۔ مجھے امید نہیں تھی کہ تم اس انداز میں اور اتنی جلدی مجھ تک پہنچ جاؤ گے“..... کیپٹن ریوند نے شیام سے طنزیہ لہجے میں کہا تو اس کی بات پر سنجیو بے اختیار اچھل پڑا اور غور سے شیام کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔

”اوہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں باس۔ میں عمران نہیں، شیام ہوں“..... شیام نے پریشان لہجے میں کہا۔

”وہ تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ دوبارہ کیوں پوچھ رہے ہو۔“
عمران نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”اصل ایڈریس بتاؤ۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے“..... کیپٹن ریوند نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”اصل ایڈریس کا تو خود مجھے علم نہیں ہے اور نہ ہی تم مجھ سے معلوم کر سکتے ہو کیپٹن ریوند لال“..... عمران نے بے پروائی سے کہا۔

”اس کا مطلب تم خود نہیں بتانا چاہتے“..... کیپٹن ریوند نے غضبناک لہجے میں کہا۔

”آخر تم معلوم کر کے کیا تیر مارنا چاہتے ہو۔ تمہارا مشن تو مکمل ہو چکا ہے“..... عمران نے بیزاری سے کہا۔

”اپنے ماتحتوں کو آزاد کرانا چاہتا ہوں“..... کیپٹن ریوند نے جواب میں کہا تو عمران مسکرانے لگا۔

”کوئی فائدہ نہیں۔ تمہارے ماتحتوں کو ایکسٹو نے ایسی جگہ منتقل کر دیا ہے جہاں سے آج تک کوئی واپس نہیں آ سکا“..... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا ان تینوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے“..... کیپٹن ریوند نے یکدم چونکتے ہوئے کہا۔

”میں نے تو ایکسٹو سے کہا تھا کہ ان کا اچار ڈالنے کے لئے میرے حوالے کر دے لیکن اس نے انکار کر دیا کیونکہ تم نے اپنے

”بکومت۔ میں میک اپ سے شکل بدلنے سے تم سے زیادہ ماہر ہوں۔ اس آرٹ میں تم ابھی طالب علم ہو“..... کیپٹن ریوند نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”اوہ۔ اس کا کیا ثبوت ہے کہ میں عمران ہوں“..... شام نے کہا۔

”اس کا ثبوت تمہیں ابھی مل جائے گا۔ پہلے تم ہاتھ بلند کر لو“..... کیپٹن ریوند نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”بہتر۔ ذرا چائے پی لوں۔ ٹھنڈی ہوتی جا رہی ہے“..... شام نے اپنے کپ کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔

”خبردار۔ چائے کو ہاتھ مت لگانا“..... کیپٹن ریوند نے یکدم غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کک۔ کیوں۔ کیا اس میں جمال گوٹہ ملا ہوا ہے“..... شام نے گھبرا کر کہا۔

”شٹ اپ۔ ہاتھ اٹھا لو ورنہ گولی مار کر ہیٹھ کے لئے ٹھنڈا کر دوں گا“..... کیپٹن ریوند نے دھمکی بھرے لہجے میں کہا۔

”ڈاکٹر نے کہا ہے کہ گولی ہمیشہ چائے کے ساتھ لینی چاہئے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور ہاتھ بلند کر لئے۔

”اب فوراً اپنے ہیڈ کوارٹر کا ایڈریس بتا دو“..... کیپٹن ریوند نے اپنی گھڑی پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد تحکمانہ لہجے میں عمران سے کہا۔

خط میں بتایا تھا کہ تم واپس اپنے ملک پہنچ چکے ہو، اس لئے تمہارے ماتحتوں کو ایکسٹو نے ملک عدم روانہ کر دیا“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”بکواس بند کرو۔ اگر میرے آدمی مر چکے ہیں تو تم بھی مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ“..... کیپٹن ریوند نے دھاڑتی ہوئی آواز میں کہا۔

”مم۔ مگر میرا کیا قصور ہے۔ جرم تو ایکسٹو نے کیا ہے۔“ عمران نے بوکھلا کر کہا لیکن کیپٹن ریوند نے جبرے بھینچتے ہوئے عمران پر فار کر دیا لیکن عمران غافل نہیں تھا۔ اس کی نگاہیں پہلے ہی کیپٹن ریوند کے ریوالور والے ہاتھ پر مرکوز تھیں چنانچہ جونہی کیپٹن ریوند نے ریوالور کا ٹریگر پریس کیا، عمران نے یکدم کرسی سمیت خود کو اس جانب گرا دیا جس طرف سنجو اسے ریوالور سے کور کئے کھڑا تھا۔ بے آواز گولی دروازے میں جا لگی اور عمران نے فرش پر گرتے ہی سنجو کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ ڈالی۔ سنجو لڑکھڑا کر کمر کے بل فرش پر گرا اور اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا۔ عمران کو محفوظ دیکھ کر کیپٹن ریوند فوراً کرسی سے کھڑا ہوا اور اس نے دوبارہ عمران کی طرف ریوالور سیدھا کیا ہی تھا کہ اچانک کمرے میں فار کی آواز گونجی اور کیپٹن ریوند کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر اس کے عقب میں جا گرا۔ اس نے بے اختیار کراہتے ہوئے اپنا ہاتھ پکڑا اور بوکھلا کر دروازے کی طرف دیکھا۔ عمران نے بھی دروازے میں کھڑے

صدیقی کو دیکھ لیا جو ہاتھ میں ریوالور لئے کیپٹن ریوند کو گھور رہا تھا اس کے فار سے کیپٹن ریوند کے ہاتھ کی انگلیاں زخمی ہو گئی تھیں۔ صدیقی ایکسٹو کے حکم پر اس عمارت کی نگرانی کر رہا تھا اور عمران کو جولیا کے ساتھ گولڈن ہوٹل میں لے جانے کے دوران بلیک زیرو نے وائچ ٹرانسمیٹر پر اطلاع دی تھی کیپٹن ریوند لال شیام کے بتائے ہوئے ٹھکانے پر پہنچ گیا ہے جس کی رپورٹ بلیک زیرو کو صدیقی نے دی تھی چنانچہ عمران نے جولیا کو ہوٹل سے واپس اس کے فلیٹ جانے کی ہدایت کی تھی اور خود دانش منزل پہنچا تھا جہاں اس نے لاک اپ میں بند شیام سے چند باتیں کی تھیں اور اس کی آواز کی پریکٹس کرنے اور میک اپ سے خود کو اس کا ہمشکل بنانے کے بعد دانش منزل سے اس عمارت کی طرف روانہ ہوا تھا۔ راستے میں اس نے ایک پبلک فون بوتھ سے شیام کے بتائے ہوئے نمبر پر کیپٹن ریوند کو شیام کے لب و لہجے میں کال کی اور سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر سے اپنے فرار ہونے کی اطلاع دینے کے ساتھ یہ اندیشہ بھی ظاہر کیا تھا کہ ہو سکتا ہے ہوٹل میں سیکرٹ سروس والے اسے دوبارہ گرفتار کر لیں۔ جواب میں حسب توقع کیپٹن ریوند نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ ہوٹل چھوڑ کر فوراً اس کے پاس پہنچ جائے چنانچہ عمران وہاں پہنچا تو اس نے اپنی کار عمارت سے کافی فاصلے پر چھوڑی اور پیدل ہی عمارت کے گیٹ پر پہنچا تھا۔ اس نے پہلے ہی صدیقی کو وائچ ٹرانسمیٹر پر ہدایت کی تھی کہ وہ شیام کے میک اپ

بڑی دیر سے آئے ہیں۔ مگر موت کا تحفہ لائے ہیں“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”عمران۔ تم یہاں سے بچ کر نہیں جاسکتے۔ عمارت میں میرے کئی آدمی موجود ہیں“..... کیپٹن ریوند نے غراتے ہوئے کہا۔

”اول تو باہر تمہارا کوئی آدمی تھا ہی نہیں۔ اور اگر تھا بھی تو اب نہیں ہے۔ اس موت کے فرشتے نے سب کو موت کا ذائقہ چکھانے کے بعد اس کمرے میں گنجا قدم فرمایا ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ گنجانہیں رنجہ قدم“..... صدیقی نے بے اختیار مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ جس طرح حجام گاہک کے سر پر استرا پھیر کر اسے گنجا کرتا ہے، اسی طرح تم نے بھی کیپٹن ریوند کے ماتحتوں کا صفایا کر کے اسے گنجا کر دیا ہے۔ لہذا گنجا قدم درست ہے“..... عمران نے سنجیو کی طرف دیکھتے ہوئے صدیقی سے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ مگر اب ان دونوں کا کیا کرنا ہے۔ عمارت میں تو اور کوئی نہیں ہے“..... صدیقی نے ہنس کر کہا۔

”میرا خیال ہے ان کا قیمہ کر کے جولیا کے حوالے کر دوں۔ وہ بڑے مزیدار چملى کباب بنائے گی ان کے قیمہ سے“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا۔

”بکواس بند کرو عمران۔ میں ابھی اتنا بے بس نہیں ہوا کہ تم

میں عمارت میں داخل ہو گا اور چند منٹ بعد وہ بھی اندر آ جائے یا پھر جب اسے وائچ ٹرانسمیٹر پر سنگٹل دیا جائے چنانچہ عمران نے ہاتھ بلند کرنے کے دوران ہی وائچ ٹرانسمیٹر کا ونڈ بٹن باہر کھینچ دیا تھا اور فرش پر سنجیو کے گرتے ہی ونڈ بٹن اندر کو پریس بھی کر دیا تھا۔ عمران کے آنے پر عمارت کا گیٹ سنجیو نے کھولا تھا اور گیٹ پر کوئی چوکیدار بھی نہ تھا۔ شاید اسی لئے صدیقی آسانی سے اندر داخل ہو کر کمرے تک آ پہنچا تھا۔

”تم۔ تم کون ہو“..... کیپٹن ریوند نے صدیقی کو گھورتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہا۔

”تمہارا باپ۔ ہاتھ بلند کر لو ورنہ دوسری گولی تمہیں اگلی دنیا میں پہنچا دے گی“..... صدیقی نے سخت لہجے میں کہا اور عمران نے جلدی سے اپنا ریوالور نکال کر اس کا رخ کھڑے ہوتے ہوئے سنجیو کی طرف کر دیا جو کراہتا ہوا فرش سے اٹھ رہا تھا۔ صدیقی کے حکم پر کیپٹن ریوند نے غصے سے جڑے بھینے اور ہاتھ بلند کر کے خونخوار انداز میں اسے گھورنے لگا۔ اس کی تقلید میں سنجیو نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے۔

”معلوم ہوتا ہے کہ عمران کی طرح تمہیں بھی یہاں موت کھینچ لائی ہے“..... کیپٹن ریوند نے صدیقی سے کہا۔

”اسے نہیں بلکہ مجھے موت کھینچ لائی ہے کیونکہ یہ میری ہدایت پر اندر آیا ہے اور ساتھ ہی موت کا تحفہ لایا ہے۔ بقول کنفیوشس

جیسے بلیچ مجھے انگلی بھی لگا سکیں“..... کیپٹن ریوند نے غضبناک لہجے میں کہا۔

”بے فکر رہو۔ میں خود بھی خنزیر کو چھونا پسند نہیں کرتا کیونکہ اس سے آدمی چالیس دن تک ناپاک رہتا ہے“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”زبان کو لگام دو۔ تم خود ہی خنزیر ہو“..... کیپٹن ریوند نے چیختی ہوئی آواز میں کہا۔

”اوہ۔ لگام لانا تو مجھے یاد ہی نہیں رہا“..... عمران نے چوکتے ہوئے جلدی سے کہا اور اسی لمحے عمران کو اپنی طرف سے غافل اور کیپٹن ریوند کی طرف سے متوجہ پا کر سنجیو نے تیزی سے عمران پر حملہ کر دیا تو عمران کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ صدیقی نے جلدی سے عمران کی طرف دیکھا اور کیپٹن ریوند نے پھرتی سے ہاتھ گراتے ہوئے چائے کا کپ اٹھا کر صدیقی پر دے مارا۔ صدیقی خود کو بچانے کے لئے تیزی سے ایک طرف ہٹا اور کپ اس کے ریوالور والے ہاتھ سے آٹکرایا تو اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا اور کیپٹن ریوند نے فوراً میز پر چڑھ کر صدیقی پر جست لگا دی۔ دوسری طرف عمران کے سنبھلنے سے پہلے ہی سنجیو نے عمران کے جڑے پر گھونسا مارا تو عمران پھر لڑکھڑا گیا۔ مگر اس نے فوراً ہی سنبھل کر سنجیو کے پیٹ میں گھونسا جمادیا اور سنجیو درد کی شدت سے کراہتا ہوا عقب میں دیوار سے جا ٹکرایا

لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے کو خود سنبھالا اور عمران پر جست لگا دی۔ عمران نے پھرتی سے ایک طرف ہٹ کر خود کو بچایا اور سنجیو منہ کے بل میز سے آٹکرایا۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے مڑ کر اس کی کمر میں لات رسید کی اور سنجیو کراہتا ہوا فرش پر گر گیا۔

کیپٹن ریوند کے حملے سے صدیقی لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا لگا تھا۔ کیپٹن ریوند نے فوراً صدیقی کے جڑے پر گھونسا مارنے کی کوشش کی لیکن صدیقی یکدم بیٹھ گیا اور کیپٹن ریوند کا گھونسا دیوار میں لگا تو اس نے چیخ کر اپنا ہاتھ تھام لیا۔ صدیقی نے پھرتی سے کھڑے ہو کر اس کے پیٹ میں سر کی ٹکر جمائی اور کیپٹن ریوند ذبح ہوتے جانور کی طرح ڈکراتا ہوا کمر کے بل فرش پر گر گیا۔ صدیقی نے اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی آگے بڑھ کر اس کے پہلو میں ٹھوکر ماری اور کیپٹن ریوند درد کی شدت سے تڑپنے لگا۔ عمران نے آگے بڑھ کر فرش پر پڑے سنجیو کا بازو پکڑا اور مخصوص انداز میں جھٹکا دیا تو سنجیو کے منہ سے کربناک چیخ نکلی اور وہ تڑپنے لگا۔ اس کا بازو کہنی کے جوڑ سے اتر گیا تھا۔ عمران نے فوراً اس کے پہلو میں ٹھوکر جمائی اور پیچھے ہٹ کر فرش سے اپنا ریوالور اٹھا لیا۔ سنجیو درد کی شدت سے چیختا ہوا فرش سے اٹھنے لگا تو عمران نے فوراً اس کی پسلیوں میں ٹھوکر رسید کی اور سنجیو دوبارہ فرش بوس ہو گیا۔

صدیقی نے بھی فرش پر پڑے کیپٹن ریوند کے پہلو میں دوبارہ ٹھوکر مارنے کی کوشش کی لیکن اس نے فوراً ہی دونوں ہاتھ بڑھا کر

صدیقی کا پاؤں گرفت میں لیا اور کھینچ ڈالا تو صدیقی کمر کے بل فرش پر گرا اور اس کے حلق سے کراہ نکل گئی۔ کیپٹن ریوند اچھل کر فرش سے کھڑا ہوا اور اس نے پھرتی سے دروازے کی طرف جست لگا دی۔ عمران تیزی سے اس کی طرف مڑا اور اس نے کیپٹن ریوند پر فائر کر دیا لیکن کیپٹن ریوند دروازے سے باہر گرا تھا، اس لئے گولی اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی اور وہ دائیں جانب چھلانگ کر سامنے سے ہٹ گیا۔ عمران اور صدیقی کو دروازے کی طرف متوجہ پا کر سنجیو نے تیزی سے اٹھتے ہوئے ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی لیکن صدیقی نے فوراً اس پر جست لگائی اور سنجیو کے اوپر آ گرا۔ عمران نے دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ کیپٹن ریوند راہداری میں موجود نہیں تھا اور نہ ہی اس کے دوڑنے کی آہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔ تمام کمروں کے دروازے بھی بند تھے چنانچہ عمران سیدھا برآمدے کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ وہ برآمدے سے باہر نکلا تو کمپاؤنڈ میں کوئی نہ تھا مگر اسی لمحے اسے دوڑتے قدموں کی آہٹیں سنائی دیں۔ وہ آہٹیں عمارت کے عقب سے ابھر رہی تھیں چنانچہ عمران نے فوراً اس طرف دوڑ لگا دی۔ وہ عمارت کے پہلو سے گزر کر عقبی کمپاؤنڈ میں پہنچا لیکن کیپٹن ریوند وہاں نظر نہ آیا۔ کمپاؤنڈ کی عقبی دیوار کے ساتھ اینٹوں کا تین فٹ اونچا ڈھیر ظاہر کر رہا تھا کہ کیپٹن ریوند ڈھیر پر چڑھ کر دیوار کی دوسری طرف واقع عقبی گلی میں کود گیا تھا عمران فوراً اس طرف لپکا اور ڈھیر پر

چڑھ کر اس نے دیوار کی دوسری طرف گلی کا جائزہ لیا تو گلی کسی انسانی وجود سے عاری نظر آ رہی تھی۔ صدیقی کے جست لگانے سے سنجیو کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی کیونکہ اس کا ٹوٹا ہوا بازو صدیقی کے گھٹنے کے نیچے دب گیا تھا۔ اس نے تڑپ کر کروٹ لی اور صدیقی اس کی پشت سے بائیں جانب لڑھک گیا لیکن اس نے اٹھنے میں دیر نہ کی اور سنبھل کر سنجیو کی ناک پر مکا جما دیا۔ سنجیو نے درد کی شدت سے چیخ کر اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا اور اس کی ناک سے خون جاری ہو گیا۔ صدیقی نے جلدی سے اس کا ریوالور اٹھایا اور اس پر تان لیا مگر عمران کے پیچھے جانے کا خیال آتے ہی اس نے ریوالور کا دستہ سنجیو کے سر پر رسید کیا اور سنجیو نے ہاتھ پاؤں ڈال دیئے۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ صدیقی جلدی سے دروازے کی طرف بڑھا اور راہداری میں دوڑتا ہوا برآمدے میں پہنچا ہی تھا کہ اسی لمحے عمران برآمدے کے قریب آ پہنچا اور صدیقی رک گیا۔

”سنجیو کا کیا بنا“..... عمران نے قریب آ کر پوچھا۔

”بے ہوش کر آیا ہوں۔ کیا کیپٹن ریوند نکل گیا“..... صدیقی نے جلدی سے کہا۔

”اس کی قسمت۔ فی الحال تو وہ بچ کر نکل گیا مگر غلطی مجھ سے ہوئی۔ وہ کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں چھپ گیا تھا اور جب میں اس برآمدے کی طرف دوڑا تو وہ کمرے کی عقبی کھڑکی سے نکل کر عقبی گلی سے فرار ہو گیا“..... عمران نے ٹھنڈا سانس لیتے

ہوئے کہا۔

”اوہ۔ یہ تو اچھا نہیں ہوا“..... صدیقی نے افسس سے ہاتھ

ملتے ہوئے کہا۔

”نو پرا لیم پیارے۔ میں کافرستان تک اس کا پیچھا کروں گا۔ تم

سنبھلو کو اپنی کار میں ڈال کر ہیڈ کوارٹر لے جاؤ“..... عمران نے

مسکراتے ہوئے کہا اور صدیقی مڑ کر راہداری کی طرف بڑھ گیا۔

عمران گیٹ سے نکل کر عمارت سے باہر آیا اور اپنی کار کی طرف

بڑھتا چلا گیا۔

رات کی تاریکی میں کافرستان کی سرحد پر واقع خاردار تاروں کی
 باڑ سے گزر کر سات افراد ریگتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ان
 کے جسموں پر سیاہ رنگ کے چست لباس تھے اور وہ تاروں کی باڑ
 کے نیچے سے گزر کر اس طرف آئے تھے۔ باڑ کے پاس ٹہلنے والے
 کافرستانی فوجی ایک دوسرے سے تقریباً بیس قدم دور تھے اس لئے
 وہ تاریکی میں زمین پر ریگتنے والے سیاہ پوشوں کو نہیں دیکھ سکتے
 تھے۔ ان سیاہ پوشوں کے ہاتھوں میں موجود سائیلنسرڈ ریوالورز ہر
 قسم کے خطرے سے فوری نمٹنے کے لئے تیار تھے۔ وہ ایک قطار کی
 صورت میں سینے کے بل ریگتے ہوئے لمحہ بہ لمحہ باڑ سے دور ہوتے
 جا رہے تھے۔ آگے سے پیچھے ایک ہی قطار میں پیش قدمی کرنے
 والے یہ افراد ایک دوسرے سے تقریباً دو فٹ کے فاصلے پر تھے
 لیکن سب سے آگے ریگتنے والا شخص جو ان کا لیڈر یا رہبر تھا، پچھلے

ساتھی سے تقریباً دس فٹ آگے تھا اور ستاروں کی مدھم روشنی میں غور سے ارد گرد کا جائزہ لے رہا تھا۔ چند منٹ میں وہ سرحد سے تقریباً ڈیڑھ سو قدم کے فاصلے پر پہنچ گئے۔ آبادی سے محروم اس علاقہ میں دور تک چھوٹے بڑے ٹیلے اور بکثرت خود رو گھنی جھاڑیاں تھیں۔ یہاں پہنچ کر سب سے آگے ریگننے والا لیڈر نما شخص رک گیا تو اس کے ساتھی بھی ٹھہر گئے۔

”کیا ہوا۔ رک کیوں گئے“..... ایک ساتھی نے آہستہ سے پوچھا۔

”میری مرضی۔ رکوں یا چلتا رہوں۔ میں تمہارا لیڈر ہوں اور تمہیں میری پیروی کرنی ہے مگر صرف ہاتھوں سے“..... لیڈر نے جواب میں کہا۔

”لیڈر صاحب۔ یہ تو فرما دیں کہ ابھی اور کتنی دیر تک زمین چاٹنی ہے“..... دوسرے ساتھی نے بیزار لہجے میں کہا۔

”جب تک تم لوگوں کا پیٹ نہیں بھر جاتا“..... لیڈر شخص نے بے پروائی سے کہا۔

”تم جیسے احمق لیڈر سے اس کے سوا اور کیا توقع کی جاسکتی ہے“..... تیسرے ساتھی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم لوگ خاموش نہیں رہ سکتے۔ ذرا صبر کرو۔ میں ابھی آیا۔ صفدر ہوشیار رہنا“..... لیڈر نے اپنے پیچھے موجود ساتھی سے کہا پھر تنہا ہی آگے کی طرف ریگننے لگا۔ تقریباً دس قدم کے فاصلے پر واقع

پر ایک جھاڑی کے پاس پہنچ کر وہ رکا اور جھاڑی کی آڑ سے دوسری طرف دیکھنے لگا۔ دائیں جانب سے دو افراد آ رہے تھے۔ ان کا رخ بائیں سمت تھا۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں سگریٹ پھونکتے ہوئے قریب آ پہنچے اور جھاڑی سے تقریباً بیس فٹ کے فاصلے سے گزر گئے۔ وہ چال ڈھال سے فوجی معلوم ہوتے تھے اور ان کے کندھوں سے مشن گنیں لٹک رہی تھیں۔ دونوں فوجی بائیں جانب پندرہ سولہ قدم کے فاصلے پر پہنچے تو لیڈر نما شخص جو دراصل عمران تھا، واپس مڑا اور اپنے ساتھیوں کی طرف ریگننے لگا۔ اس کے باقی ساتھی صفدر، جولیا، خاور، تنویر، صدیقی اور چوہان تھے۔ گزشتہ روز کیپٹن ریوند پاکیشیا سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ عمران نے اس کے ٹھکانے سے واپسی پر ایئر پورٹ کا رخ کیا تھا لیکن اس کے ایئر پورٹ پہنچنے سے تین منٹ پہلے لنکا سری کی فلائٹ روانہ ہو چکی تھی جس میں شکر نے ایک دن پہلے سیٹیں بک کروائی تھیں لیکن پوچھ گچھ کے دوران اس نے بلیک زیرو کو یہ نہیں بتایا تھا کہ سیٹیں کن ناموں سے بک کرائی گئی تھیں اور فلائٹ کا ٹائم کیا تھا چنانچہ عمران نے ایئر پورٹ سے واپسی پر بلیک زیرو سے واپس ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر کے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ دانش منزل میں جمع ممبرز کو مہم کے بارے میں بریف کرے اور روانگی کے لئے تیاری کرنے کا حکم دے کر رخصت کر دے۔

”آؤ تھوڑی دور تک اور اس طرح سفر کرنا ہے“..... عمران نے

آواز آئی تھی تو وہاں سے ایک بلند ٹیلا دکھائی دیا چنانچہ وہ ممبرز کے ساتھ اس ٹیلے کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ لوگ ٹیلے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ ٹیلے کی آڑ سے ایک انسانی ہیولا نمودار ہو گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی اس ہیولے کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ وہ ہیولا دراصل ایک دراز قد والا شخص تھا لیکن اندھیرے میں اس کے چہرے کے خدو خال واضح نہیں تھے۔ ”ہیلو ناصر۔ کیا پوزیشن ہے؟“..... عمران نے اس آدمی سے پوچھا۔

”سب ٹھیک ہے جناب۔ میرے ساتھ آئیں“..... کافرستان میں سیکرٹ سروس کے ایجنٹ ناصر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور مڑ کر ٹیلے کی طرف بڑھا تو عمران اور اس کے ساتھی اس کے پیچھے قدم اٹھانے لگے۔ ٹیلے کی دوسری طرف آ کر ناصر جنوب کی طرف بڑھنے لگا۔ تقریباً بارہ منٹ بعد وہ ایک چھوٹی سی خشک نہر کے پاس پہنچے اور نہر پار کر کے دوسری جانب واقع درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف سفر کرنے لگے۔ جلد ہی وہ اس جھنڈ کی دوسری جانب پہنچ گئے۔ وہاں سیاہ رنگ کی ایک دین کھڑی تھی۔ دین کے قریب پہنچ کر ناصر نے وین کا دروازہ کھولا۔

”اپنے لباس شرم کئے بغیر اتار دو اور دین میں بیٹھو“..... عمران نے آہستہ مگر شوخ لہجے میں اپنے ساتھیوں سے کہا تو ممبرز نے سیاہ لباس اتار دیئے۔ نیچے انہوں نے عام سوٹ پہنے ہوئے تھے۔

قریب پہنچ کر ممبرز سے کہا اور مڑ کر دوبارہ اسی سمت میں ریٹگنے لگا۔ تمام ممبرز بھی حرکت میں آ کر عمران کی تقلید کرنے لگے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ اس جانب واقع ایک جنگل کے قریب پہنچے تو عمران رک گیا۔

”ہمیں اس جنگل کو کراس کرنا ہے۔ آؤ۔ عمران نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو اس کے ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

”ذرا سانس تو لینے دو“..... تنویر نے منہ بنا کر کہا۔ مسلسل ریٹگنے سے تمام ممبرز تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے۔

”واپسی پر جتنا چاہے سانس لے لینا۔ ابھی ہم خطرناک ایریا میں ہیں“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو کسی کو دوبارہ کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ عمران کے پیچھے جنگل میں داخل ہو گئے۔ عمران نے جیب سے پنسل ٹارچ نکال کر روشن کی اور وہ ٹارچ کی محدود روشنی میں بڑی احتیاط سے سفر کرنے لگے۔ جنگل زیادہ گھنا نہیں تھا لیکن خودرو اور کانٹے دار جھاڑیاں ان کے راستے میں مزاحمت کر رہی تھیں۔ تقریباً نصف گھنٹہ کے سفر کے بعد وہ لوگ جنگل کی دوسری طرف پہنچے تو عمران نے ٹارچ بجھا دی۔ جنگل سے آگے ناہموار علاقہ تھا اور وہاں بھی جا بجا اونچے نیچے ٹیلے اور جھاڑیاں تھیں۔ جنگل سے باہر آ کر عمران رک گیا اور اس نے اپنے حلق سے آلو کی تیز اور کریہہ چیخ نکالی تو ایک لمحہ بعد دائیں جانب سے بھی کوئی آواز چنچا۔ عمران نے اس سمت دیکھا جس طرف سے

ہارن دیا تو فوراً ہی اندر سے ایک ادھیڑ عمر شخص نے گیٹ کھول دیا۔ ناصر نے اندر آکر دین برآمدے کے قریب روکی اور انجن بند کر دیا۔ عمران اور اس کے ساتھی دین سے اترے اور ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ وہ سب میک اپ میں تھے۔ عمران ادھیڑ عمر دکھائی دے رہا تھا۔ گیٹ کھولنے والے شخص نے جو حلیے سے ملازم لگتا تھا، دین کے اندر آنے کے بعد گیٹ بند کر دیا تھا۔ ناصر بھی دین سے اتر۔ ”ناصر علی۔ یہ تو نئی کوٹھی ہے۔ کیا کرایہ پر لے رکھی ہے۔“

عمران نے ناصر کی طرف دیکھ کر پوچھا۔
”نہیں عمران صاحب۔ خریدی ہے“..... ناصر نے جواب میں کہا۔

”کیا۔ تم نے اتنی مہنگی کوٹھی کیسے خرید لی۔ ہم تو آج تک ایک معمولی سافلیٹ بھی نہیں خرید سکے“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
”چیف نے مہربانی کی تھی۔ رقم انہی نے فراہم کی تھی“..... ناصر نے مسکرا کر کہا۔

”سن رہے ہو دوستو۔ اسے کہتے ہیں لگائی کسی سے اور بڑھائی کسی سے۔ یعنی دکھ جھیلیں بی فاختہ اور کوئے انڈے کھائیں۔ ایکسٹو کتنا خود غرض ہے۔ ہمارے ساتھ غداری کرتا ہے“..... عمران نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”اس میں غداری والی کیا بات ہے عمران صاحب“..... صفدر

عمران نے بھی اپنا لباس اتارا اور تمام لباس ایک پلاسٹک بیگ میں ڈال کر قریب ہی واقع جھاڑیوں میں چھپا دیا۔ ممبرز دین میں سیٹوں پر بیٹھ گئے۔

”عمران صاحب۔ آپ کہاں بیٹھیں گے“..... ناصر نے عمران سے کہا۔

”دین کی چھت پر“..... عمران نے مسکرا کر کہا تو ناصر بے ساختہ ہنس پڑا۔

”میرا مطلب ہے کہ آپ آگے بیٹھیں گے یا اپنے ساتھیوں کے پاس“..... ناصر نے کہا۔

”نہیں۔ میں تمہارے ساتھ بیٹھوں تو کیا کرایہ مانگو گے یا پٹرول زیادہ خرچ ہو جائے گا“..... عمران نے ناگواری سے کہا۔

”نہیں جناب۔ تشریف رکھیں“..... ناصر نے مسکراتے ہوئے کہا اور فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ عمران نے سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کیا تو ناصر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور انجن اشارت کر کے

دین آگے بڑھا دی لیکن دین کی تمام لائٹس آف ہی رکھیں۔ دین چند منٹ تک ناہموار زمین پر دوڑتی ہوئی ایک پختہ سڑک پر پہنچی تو

ناصر بائیں جانب مڑ کر رفتار میں اضافہ کرنے لگا۔ چند گھنٹوں بعد دین شہر میں داخل ہوئی تو صبح کے چھ بج چکے تھے۔ چند منٹ بعد

دین ایک کالونی ٹائپ آبادی میں داخل ہوئی اور دو تین گلیوں میں گھومنے کے بعد ناصر نے ایک کوٹھی کے گیٹ پر دین روک کر

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ یہ کیا کم غداری ہے کہ ناصر کو بنگلے کا مالک بنا دیا اور ہمیں تنگ و تاریک کرایہ کے فلیٹوں میں سسک سسک کر زندگی بسر کرنے پر مجبور کر رکھا ہے چیف نے۔ اس زیادتی کو غداری نہ کہوں تو کیا کہوں“..... عمران نے غصے سے نتھنے پھلاتے ہوئے کہا۔

”اب اندر بھی چلو گے یا یہیں دماغ چاٹتے رہو گے“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”بب۔ بہتر۔ آؤ“..... عمران نے بوکھلا کر کہا تو اس کے ساتھی بے اختیار مسکرانے لگے۔ چند لمحوں بعد وہ ناصر کی رہنمائی میں ایک کشادہ ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے جس میں کئی صوفے اور ایک بڑی سنفرنیل رکھی تھی۔ وہ سب الگ الگ صوفوں پر بیٹھ گئے جبکہ ناصر کھڑا رہا۔

”آپ لوگ پہلے ناشتا کریں گے یا غسل“..... ناصر نے عمران سے کہا۔

”وقت کم ہے۔ اس لئے ناشتا اور غسل ایک ساتھ کریں گے۔“

عمران نے سنجیدہ انداز میں کہا تو ناصر بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں جناب“..... ناصر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”بھئی۔ تم فوراً ناشتا لاؤ۔ ناشتے کے دوران غسل بھی کرتے رہیں گے اور گفتگو بھی۔ ٹھیک ہے نا جولیا“..... عمران نے مخصوص

لہجے میں جواب دیتے ہوئے جولیا کی طرف تائید طلب نگاہوں سے دیکھا تو جولیا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگی البتہ عمران کے ساتھی ہنسنے لگے تھے۔

”یہ صرف آپ ہی کر سکتے ہیں دو کام ایک ساتھ۔ ہم ناشتے سے فارغ ہو کر آرام کرنا چاہتے ہیں“..... خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عقل کی دوا کرو یا رٹاور۔ کیا ہم اپنے ملک سے یہاں آرام کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں“..... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہے۔ دو گھنٹے مسلسل پیدل سفر کرا کے تم نے ہمارا حلیہ بگاڑ ڈالا ہے۔ کیا ہمیں چند گھنٹے آرام بھی نہیں کرنے دو گے“..... تنویر نے عمران کو گھورتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اس میں میرا کیا قصور ہے۔ تمہارے چیف نے ہی کہا تھا کہ تم لوگ پیدل مارچ کرو گے تاکہ تمہارے جسم گرم رہیں اور سردی سے بچے رہو ورنہ میں تو ایئر کنڈیشنڈ کوچ میں سفر کرنا چاہتا تھا۔“

عمران نے معصومیت سے کہا۔

”ناصر۔ تم ناشتے کا انتظام کرو۔ عمران صاحب کی باتوں کا چرخہ تو کبھی نہیں رکے گا“..... صفدر نے مسکرا کر ناصر سے کہا تو ناصر بھی مسکرایا اور مڑ کر کمرے سے نکل گیا تو عمران صفدر کو گھورنے لگا۔

سے گھورنے لگی۔

”رات تو دور ہے عمران صاحب۔ ابھی تو سورج چڑھا ہے۔“
صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں تم لوگ چڑھتے سورج کے پجاری ہو۔ مگر میں رات کا راہی ہوں“..... عمران نے بے پردائی سے کہا۔

”واقعی آپ رات کے شہزادے ہیں“..... صفدر نے ہنس کر کہا۔
”رات کا شہزادہ تو تنویر ہے یار۔ یعنی پرنس آف نائٹ۔“

عمران نے جلدی سے کہا۔

”تم خود سب سے بڑے آو ہو“..... تنویر نے اس کا مطلب سمجھ کر غراتے ہوئے کہا۔

”گویا تم چھوٹے آو ہو۔ اس لئے تمہیں اب آرام کرنا چاہئے۔ جا اپنی حسرتوں پر آنسو بہا کے سو جا“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”واقعی تم گدھے ہو“..... تنویر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”ناصر۔ بڑے بھائی کو بیڈ روم میں لے جاؤ۔ کہیں دولتی نہ مار دے مجھے“..... عمران نے جوابی چوٹ کرتے ہوئے ناصر سے کہا۔

”آئیے“..... ناصر نے بے اختیار مسکراتے ہوئے تنویر سے کہا۔

”دوسروں کو بھی لے جاؤ۔ جولیا کے لئے الگ کمرے میں بیڈ کا انتظام کر دو“..... عمران نے کہا۔

”بے فکر رہیں۔ سب کے لئے الگ الگ کمرے میں بیڈ کا

انتظام کر رکھا ہے“..... ناصر نے مسکرا کر کہا۔

”ایک سال میں تم کافی عقل مند ہو گئے ہو۔ کہیں عقل داڑھ تو نہیں نکل آئی“..... عمران نے چوکتے ہوئے کہا تو ناصر بے ساختہ ہنسنے لگا۔

”عقل مندی کی بات نہیں ہے جناب۔ چیف نے گزشتہ شام آپ لوگوں کی آمد کے بارے میں ہدایت دی تھیں اور میں نے اسی وقت آپ لوگوں کے آرام کے انتظامات کر لئے تھے“..... ناصر نے جواب میں کہا۔

”گڈ۔ انہیں کمروں میں پہنچا دو۔ اب لُنج پر ہی ملاقات ہو گی“۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تم کہاں جاؤ گے“..... جولیا نے چوٹ کر کہا۔
”جہاں قسمت لے جائے گی۔ بقول کنفیوشس، نکل کر تیری محفل سے یہ دیوانے کہیں تو جائیں گے“..... عمران نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

”آپ کو کنفیوشس کا نام لیتے ہی گانے کیوں یاد آ جاتے ہیں“۔ خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”راگ بھی یاد آتے ہیں۔ سناؤں بھیریوں اور مالاچوس۔“

عمران نے جواب میں کہا۔

”بس بس۔ رہنے دو۔ ورنہ“..... جولیا نے فوراً دھمکی دیتے ہوئے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تمہیں ایک گھنٹہ کے اندر اندر معلوم کرنا ہے کہ یہاں کے خفیہ اداروں خاص طور پر رام رام ایجنسی کو ہماری آمد کا علم ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ تمام ممبرز کے لئے نئے لباسوں کا بھی انتظام کرو“..... عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ اور کوئی حکم“..... ناصر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کسی اچھے سے ہوٹل میں کمرے بھی ہمارے فرضی ناموں سے بک کروا دو تاکہ ضرورت کے وقت ہم انہیں استعمال کر سکیں“۔

عمران نے کہا اور مزید چند ہدایات دے کر خاموش ہو گیا۔

”عمران صاحب۔ راگ مالا چوس نہیں، مالکوس ہوتا ہے۔“ خاور نے ہنستے ہوئے کہا۔

”سوری مسٹر ناؤر۔ اب چاہے مالکوس ہو یا گنا جوس۔ چوسنے کی اجازت نہیں ہے۔ ورنہ جولیا ابھی سینڈل اتار لے گی اور میرے سر کا رس نکال کر پی جائے گی۔ تم لوگ جاؤ یہ دعا کر کے کہ عمران کا خدا حافظ“..... عمران نے بے چارگی سے کہا تو اس کے ساتھی ہنستے ہوئے صوفوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

”ناصر۔ انہیں کمروں میں چھوڑ کر میرے پاس آؤ۔ کچھ مجھ سے سنو۔ کچھ اپنی سناؤ“..... عمران نے ناصر سے کہا تو ناصر بے ساختہ ہنستا ہوا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تمام ممبرز بھی اس کے پیچھے کمرے سے نکل گئے اور عمران جیب سے چیونگم کا پیس نکال کر ریپر اتارنے لگا۔ اب وہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ناصر کمرے میں داخل ہوا۔

”حکم فرمائیں عمران صاحب“..... ناصر نے قریب آ کر کہا تو عمران نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ناصر اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ کر سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”تمہارے ایمونیشن اسٹور کی کیا پوزیشن ہے“..... عمران نے

پوچھا۔

”اس میں ہر قسم کا اسلحہ موجود ہے جناب“..... ناصر نے جواب

میں کہا۔

اسسٹنٹ اور ڈپٹی چیف کی آواز سنائی دی تو اس کے لہجے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔

”لیس پریم۔ خیریت“..... کرنل پھوکر داس نے کہا۔
 ”سر۔ پاکیشیا سے کیپٹن ریوند اور راجیش آگئے ہیں“..... پریم نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہائسنس۔ اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ کیپٹن ریوند نے گزشتہ روز ہی واپسی کے انتظامات کر کے مجھے اطلاع دے دی تھی۔ تمہارے خیال میں کیا انہیں نہیں آنا چاہئے تھا۔“
 کرنل پھوکر داس نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”میرا یہ مطلب نہیں تھا چیف“..... پریم نے جلدی سے کہا۔
 ”تو پھر۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو“..... کرنل پھوکر داس نے کہا۔
 ”چیف۔ کیپٹن ریوند لال کے ساتھ مشن پر جانے والے تمام ممبرز عمران اور ایکسٹو کے ہاتھوں مارے گئے ہیں“..... پریم نے جواب میں کہا تو کرنل پھوکر داس یوں اچھل پڑا جیسے اسے بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔

”اوہ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو پریم“..... کرنل پھوکر داس نے پریشان لہجے میں کہا۔

”یہ حقیقت ہے چیف۔ ابھی کیپٹن ریوند نے اپنے فلیٹ سے مجھے رپورٹ دی تھی۔ اس نے بتایا تھا کہ اس کے ساتھ مشن پر جانے والے تمام ممبرز ہلاک ہو چکے ہیں اور تین ممبرز ایکسٹو کی قید

رام رام ایجنسی کا چیف کرنل پھوکر داس اپنے شاندار آفس روم میں ریوالونگ چیئر پر بیٹھا کافی کے گھونٹ لے رہا تھا۔ کمرے میں وہ تنہا ہی تھا۔ اسکی عمر ستر برس تھی لیکن دوسرے ریٹائر فوجیوں کے برعکس اس عمر میں بھی خاصا صحت مند اور قوی الاعصاب تھا۔ چہرہ بھرا بھرا اور آنکھیں خاصی چمکدار تھیں البتہ سر بالوں سے محروم تھا۔ کافی ختم کر کے اس نے خوبصورت مگ میز پر رکھا ہی تھا کہ میز پر پڑے تین مختلف رنگوں کے ٹیلی فون سیٹ میں سے سرخ فون کی ٹھنٹی بج اٹھی تو اس نے چونک کر فون کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”لیس۔ کرنل پھوکر داس فرام دس اینڈ“..... اس نے مخصوص بھاری لہجے میں کہا۔

”پریم بول رہا ہوں چیف“..... دوسری طرف سے اس کے

شکنیں اس کی ذہنی پریشانی کی غماز تھیں۔ اگرچہ اس کے ماتحتوں نے پاکیشیا کا میزائل پراجیکٹ تباہ کر کے بے مثال کارنامہ انجام دیا تھا لیکن ان کی ہلاکت نے کرنل پھوکر داس کو پریشان کر دیا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد کمرے میں مترنم گھنٹی بج اٹھی تو کرنل پھوکر داس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور سمجھ گیا کہ باہر کون ہے۔

”کم ان“..... اس نے بلند آواز میں کہا تو دروازہ کھلا اور کیپٹن ریوند لال کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے دروازہ بند کیا اور قریب آ کر کرنل پھوکر داس کو سلام کیا۔

”بیٹھو کیپٹن ریوند“..... کرنل پھوکر داس نے سلام کا جواب دے کر نرم لہجے میں کہا تو کیپٹن ریوند میز کے آگے رکھی ایک کرسی پر بیٹھا اور کرنل پھوکر داس کی طرف منتظر نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

”کیپٹن ریوند۔ تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ پاکیشیائی پراجیکٹ کی تباہی سے ہماری پوری قوم خوش ہوئی ہے۔ تم نے مشن میں کامیابی حاصل کر کے میرا اور ایجنسی کا سرفخر سے بلند کر دیا ہے۔“ کرنل پھوکر داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تھینک یو چیف۔ میرے پاس ٹرانسمیٹر نہیں تھا ورنہ میں گزشتہ رات ہی آپ کو کامیابی کی خوشخبری سنا دیتا“..... کیپٹن ریوند نے اپنی تعریف پر خوش ہوتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”لیکن تمہاری کامیابی کی خوشی سے زیادہ مجھ اس خبر سے دکھ

میں ہیں جنہیں اس نے آزاد کرانے کی کوشش کی تھی لیکن سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر کو تلاش کرنے سے پہلے ہی عمران اور سیکرٹ سروس کے ممبرز نے اسے گھیر لیا اور وہ بمشکل جان بچا کر ایئر پورٹ پہنچ سکا تھا۔“ پریم کی آواز سنائی دی۔

”یہ تو بہت برا ہوا ہے پریم۔ اگرچہ مشن میں کامیابی ایک عظیم کارنامہ ہے لیکن ہمارے جو ممبرز مارے گئے ہیں وہ ہمارا بے حد قیمتی اثاثہ تھے“..... کرنل پھوکر داس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

”لیس چیف۔ اگرچہ کیپٹن ریوند ہمارا ناقابل شکست ایجنٹ ہے لیکن شکر، راون، شیا، دیپک اور پرشاد بھی سپر ایجنٹ تھے۔ ان کی ہلاکت کا سن کر مجھے پاکیشیائی پراجیکٹ کی تباہی سے اتنی مسرت نہیں ہوئی جتنا اپنے ممبرز کے مرنے کا افسوس ہوا ہے۔ ہماری ایجنسی میں ان کا خلاء کبھی پورا نہ ہو سکے گا“..... پریم نے دوسری طرف سے افسردہ لہجے میں کہا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو پریم۔ بہر حال تم کیپٹن ریوند کو ہدایت کر دو کہ وہ ایک گھنٹہ تک میرے پاس آ جائے تاکہ میں اس سے مشن کی تفصیل معلوم کر سکوں“..... کرنل پھوکر داس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”رائٹ سر۔ میں اسے فون کرتا ہوں“..... پریم کی آواز سنائی دی تو کرنل پھوکر داس نے رسیور رکھ دیا اور سگار بکس سے ایک سگار نکال کر سلگانے کے بعد کش لینے لگا۔ اس کی پیشانی پر موجود

پہنچا ہے کہ تمہارے ساتھ مشن پر جانے والے پانچوں ممبرز مارے گئے۔ وہ ہمارے ملک کا بیش قیمت سرمایہ تھے“..... کرنل پھوکر داس نے افسردہ لہجے میں کہا۔

”لیس چیف۔ مجھے بھی ان کی موت کا بے حد صدمہ ہے اور ان کی جدائی کا میرے دل پر کافی بوجھ ہے“..... کیپٹن ریوند نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”مجھے تفصیل سے واقعات بتاؤ“..... کرنل پھوکر داس نے سگار بکس سے ایک سگار اٹھاتے ہوئے کہا تو کیپٹن ریوند تفصیل سے پاکیشیا میں مشن کی کارروائی اور وہاں اپنے ماتحتوں کی کارکردگی کے بارے میں بتانے لگا۔

”کیپٹن ریوند۔ اگر تم میری ہدایات کے مطابق کام کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ کوئی بھی پاکیشیائی دہشت گرد دو تین لاکھ روپے معاوضہ لے کر خود کش دھماکا کرنے پر تیار ہو جاتا۔ تم نے خواہ مخواہ اپنے ساتھیوں کا نقصان کیا“..... کیپٹن ریوند کے خاموش ہونے پر کرنل پھوکر داس نے کہا۔

”چیف۔ میرا پروگرام تو یہی تھا لیکن شکر کی غلطی سے مجھے پلان میں تبدیلی کرنا پڑی تھی“..... کیپٹن ریوند نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”شکر کی غلطی۔ وہ کیسے“..... کرنل پھوکر داس نے چونکتے ہوئے کہا۔

”دراصل جب میں نے اسے قبائلی دہشت گردوں کے ایک

سرغنہ کا ایڈریس معلوم کرنے کے لئے بھیجا تو بہادرستانی پناہ گزینوں کی بستی میں اس نے جس آدمی سے مقصود خان کا ایڈریس معلوم کیا، وہ اصل میں سیکرٹ سروس کا ممبر تھا اور حلیئے سے بہادرستانی لگتا تھا۔ شکر اس کا میک اپ چیک نہ کر سکا چنانچہ وہ آدمی شکر کا تعاقب کرتا ہوا شکر کے ٹھکانے تک جا پہنچا تھا اور جب شکر کو علم ہوا تو اس نے سیکرٹ سروس کے ممبر کو گرفت میں لے کر مجھے اطلاع دی مگر بعد میں سیکرٹ سروس کے ممبر نے ہنگامہ کر کے دیکھ کو ہلاک کر دیا اور شکر کو گرفتار کر کے سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر لے گیا۔“..... کیپٹن ریوند نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ سیکرٹ سروس تم لوگوں کی اصلیت سے واقف ہو گئی ہے“..... کرنل پھوکر داس نے چونک کر کہا۔

”لیس چیف۔ اسی لئے میں نے مشن مکمل کرنے میں تاخیر نہیں کی۔ اگر میں شام، گوپال اور شکر کو آزاد کرانے میں مصروف ہو جاتا تو نہ صرف مشن ادھورا رہ جاتا بلکہ پاکیشیا میں ہمارے مستقل ایجنٹ بھی سیکرٹ سروس کی نگاہوں میں آ جاتے اور پکڑے جاتے۔

بہر حال میں نے واپس آنے سے پہلے عمران کو چیلنج دے دیا تھا کہ میں دوبارہ آؤں گا اور اپنے ساتھیوں کی موت کا اس سے ایسا انتقام لوں گا کہ عمران کی روح قبر میں بھی میرے نام سے بلبلائی رہے گی“..... کیپٹن ریوند نے غصیلے لہجے میں کہا تو کرنل پھوکر داس نے ستائی نگاہوں سے کیپٹن ریوند کی طرف دیکھا جس کا چہرہ جوش

انتقام سے سرخ ہو چکا تھا۔

”مجھے یقین ہے لیکن میرے ذہن میں یہ اندیشہ ہے کہ چونکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو تمہاری اصلیت اور مشن کا علم ہو چکا ہے اس لئے ایکسٹو اپنے میزائل پراجیکٹ کا بدلہ لینے کے لئے لازماً یہاں آئے گا“..... کرنل پھوکر داس نے تشویش بھرے لہجے میں کہا اور اسی لمحے سرخ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو دونوں چونک پڑے اور کرنل پھوکر داس نے ایک لمحہ بعد رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔ کرنل پھوکر داس فرام دس اینڈ“..... اس نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”پریم بول رہا ہوں چیف۔ ابھی ابھی آرمی ہیڈ کوارٹر سے ایک اہم اطلاع ملی ہے“..... دوسری طرف سے پریم کی مؤدبانہ آواز آئی۔

”اوہ۔ کیسی اطلاع“..... کرنل پھوکر داس نے چونکتے ہوئے کہا۔

”گزشتہ رات کچھ افراد نے رات دو اور تین کے درمیان بارڈر کراس کیا اور ہمارے علاقے میں داخل ہوئے تھے“..... پریم نے جواب میں کہا تو کرنل پھوکر داس بے اختیار اچھل پڑا۔

”وہ افراد کون تھے اور کہاں گئے“..... کرنل پھوکر داس نے اضطراب بھرے لہجے میں کہا۔

”سات سیاہ پوش تھے۔ ان کے سیاہ لباس بارڈر کے قریبی

جنگل سے باہر ایک جھاڑی سے ملے ہیں اور وہیں پر ایک گاڑی کے ٹائروں کے نشانات پائے گئے۔ سیکورٹی فورس نے ان نشانات کو مین روڈ تک چیک کیا تو معلوم ہوا کہ وہ گاڑی دارالحکومت کی طرف مڑی تھی۔ صبح کے وقت وہ گاڑی شہر کی پہلی آبادی سے گزری تو سڑک پر واقع ایک ہوٹل کے مالک نے اس گاڑی کو دیکھا جو سیاہ رنگ کی دین تھی اور اس میں ایک عورت سمیت آٹھ افراد سوار تھے“..... پریم نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”کیا ان لوگوں نے پاکیشیا کی طرف سے بارڈر کراس کیا تھا یا وہ بہادرستان کی جانب سے ہمارے علاقے میں داخل ہوئے تھے“..... کرنل پھوکر داس نے پوچھا۔

”آرمی ہیڈ کوارٹر نے تو یہی بتایا ہے کہ وہ لوگ پاکیشیا کی طرف سے آئے تھے۔ بارڈر سے جنگل تک زمین پر ان کے پیروں کے نشانات کی بجائے ریگن کے نشانات پائے گئے جس کا مطلب ہے کہ وہ عام آدمی یا اسمگلرز کی بجائے خفیہ ایجنٹ تھے“..... پریم کی آواز سنائی دی۔

”یقیناً وہ پاکیشیائی ایجنٹ تھے۔ کیا سیکورٹی فورس نے انہیں پکڑنے کی کوشش نہیں کی“..... کرنل پھوکر داس نے بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے جلدی سے کہا۔

”سیکورٹی فورس کو تو صبح پتا چلا تھا جب سورج کی روشنی میں بارڈر کی خار دار باڑ کی سب سے ٹپلی تار کٹی ہوئی ملی وہاں سے

ریٹنگ کے نشانات دیکھتے ہوئے فوجی گارڈز جنگل کر اس کر کے ایک ٹیلے کے پاس پہنچے جہاں وین کے ٹائروں کے نشانات اور ایک جھاڑی میں پڑا سیاہ لباس سے بھرا پلاسٹک بیگ ملا تھا۔ آرمی ہیڈ کوارٹر کے ڈی جی نے کہا ہے کہ وہ مشتبہ افراد شہر میں ہیں اس لئے انہیں تلاش کرنا ہماری ذمہ داری ہے..... پریم نے جواب دیتے ہوئے کہا تو کرنل پھوکر داس نے مزید کچھ کہے بغیر فون کا رسیور رکھا اور سامنے بیٹھے کیپٹن ریوند لال کی طرف دیکھنے لگا جو پریم اور کرنل پھوکر داس کی گفتگو پر حیرت زدہ تھا۔

”سن لیا کیپٹن ریوند۔ میرا اندیشہ حقیقت بن کر سامنے آ گیا ہے۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس آج صبح یہاں پہنچ چکی ہے..... کرنل پھوکر داس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آپ بے فکر رہیں چیف۔ اچھا ہوا کہ عمران اور اس کے ساتھی خود یہاں آ گئے ہیں اور مجھے دوبارہ پاکیشیا جانے کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اب وہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جاسکیں گے..... کیپٹن ریوند نے زہریلے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن انہیں فوراً گرفتار کرنا نہایت ضروری ہے۔ پاکیشیا کو تم جو نقصان پہنچا کر آئے ہو اس نے یقیناً عمران اور ایکسٹو کو اپنی بوئیاں نوپنے پر مجبور کر دیا ہو گا اور تم جاننے ہو کہ زخمی شیر زیادہ خطرناک ہوتا ہے..... کرنل پھوکر داس نے کہا۔

”چیف۔ آپ مجھ پر بھروسہ کریں اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے

ممبرز کو ابھی سے مردہ سمجھ لیں۔ میں شام تک ان سب کو لاشوں میں تبدیل کر کے آپ کے قدموں میں لا پھینکوں گا..... کیپٹن ریوند نے حتمی لہجے میں کہا۔

”بہر حال انہیں جلدی ختم کر ڈالو تاکہ وہ اپنے پراجیکٹ کی تباہی کا انتقام لینے کے لئے ہماری تنصیبات کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اس سلسلے میں تم تمام ممبرز کو استعمال کرو اور دوسری فورسز سے بھی مدد لے سکتے ہو..... کرنل پھوکر داس نے سخت لہجے میں کہا۔

”رائٹ سر۔ میں ابھی پاکیشیائی ایجنٹوں کا سراغ لگا کر انہیں موت کی آغوش میں پہنچاتا ہوں..... کیپٹن ریوند نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کرنل پھوکر داس کو سلام کیا اور مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر گیا اور دروازہ بند ہو گیا تو کرنل پھوکر داس کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

چونک پڑا۔

”کون تھا۔ کیا کہہ رہا تھا“..... میجر رام چند نے جلدی سے

کہا۔

”کوئی اجنبی تھا سر۔ اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا، صرف آپ کی موجودگی کا پوچھا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ موجود نہیں ہیں اور وہ اپنا میسج نوٹ کرا دے لیکن اس نے پیغام دینے کی بجائے یہ کہا کہ وہ دوبارہ فون کر لے گا اور رابطہ ختم کر دیا۔ میرے دریافت کرنے پر اس نے اپنا نام بھی نہیں بتایا تھا“..... ریکھانے جواب میں کہا۔

”ٹھیک ہے دوبارہ فون آیا تو معلوم ہو جائے گا۔ تم لسٹ مکمل کرو“..... میجر رام چند نے بے پروائی سے کہا تو ریکھا مڑ کر اپنی میز کی طرف گئی اور کرسی پر بیٹھ کر کمپیوٹر پر کام کرنے میں مصروف ہو گئی۔ میجر رام چند نے ایک سگریٹ سلگایا اور کال کرنے والے نامعلوم شخص کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔ چند منٹ ہی گزرے تھے کہ اس کی میز پر رکھے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے رسیور اٹھا لیا۔

”ہیلو۔ میجر رام چند بول رہا ہوں“..... اس نے باوقار لہجے میں

کہا۔

”شیکھر بول رہا ہوں میجر رام چند“..... دوسری طرف سے

ایک اجنبی مردانہ آواز آئی۔

کافرستان کی وزارت دفاع کے ہیڈ کوارٹر کاریکارڈ روم انچارج میجر رام چند لُنج کے بعد واپس اپنے آفس روم میں پہنچا تو کمرے میں اس کی اسٹنٹ ریکارڈ کیپر لڑکی ریکھانے کرسی سے اٹھ کر اسے سلام کیا۔ وہ خاصی خوبصورت اور نوجوان لڑکی تھی اور میجر رام چند کی میز کے دائیں جانب اس کی الگ میز تھی جس پر ٹیلی فون اور کمپیوٹر سیٹ رکھا تھا۔ ادھیڑ عمر رام چند نے سر کے اشارے سے ریکھا کے سلام کا جواب دیا اور اپنی میز کے پاس آ کر گھومنے والی کرسی پر بیٹھ گیا تو ریکھا اٹھ کر اس کی میز کے پاس آ گئی۔

”بے بی۔ کوئی کال وغیرہ“..... میجر رام چند نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

”یس سر۔ چند منٹ پہلے ایک شخص نے آپ کے بارے میں دریافت کیا تھا“..... ریکھانے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو میجر رام چند

ہوں“..... شیکھر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اس وقت تو میں آفس میں ہوں۔ شام کو میرے گھر آ جاؤ۔

ایڈریس معلوم ہے“..... میجر رام چند نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اول تو میں نے آج شام سے پہلے جانا ہے اور دوسرا تمہارا

گھر کا ایڈریس بھی معلوم نہیں۔ کیا چند منٹ کے لئے آفس میں

ملاقات کرنے میں کوئی حرج ہے یا عالمی جنگ چھڑنے کا خطرہ

ہے۔“ شیکھر کی آواز سنائی دی۔

”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آ جاؤ آفس۔ اس وقت میں

فارغ بیٹھا ہوں“..... شیکھر کی بات پر میجر رام چند نے ہنس کر کہا۔

”تم بہت بڑے آفیسر ہو پیارے، مجھے بغیر جان پہچان کے

کون اندر داخل ہونے دے گا“..... شیکھر نے کہا۔

”فکر مت کرو۔ میں ابھی گیٹ پر فون کر کے کہہ دیتا ہوں۔

کتنی دیر میں پہنچو گے“..... میجر رام چند نے جلدی سے کہا۔

”دس منٹ میں۔ تم اتنے میں چائے کا انتظام کرو۔ میں آ رہا

ہوں“..... شیکھر نے جواب میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم

ہو گیا تو میجر رام چند نے فون بند کر دیا پھر اس نے انٹرکام کا

رسیور اٹھایا اور کسی کو ہدایت دینے کے بعد میز کے کنارے گھنٹی کا

بٹن پریس کر دیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک بٹ مین آیا جو

اردی کے فرائض انجام دیتا تھا۔

”دس منٹ بعد چائے لے آنا۔ میرا ایک مہمان آنے والا

”شیکھر۔ کون شیکھر“..... میجر رام چند نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ارے۔ اتنی جلدی بھول گئے ہو میجر رام چند۔ سکس کلاس

میں تم میرے بہترین دوست اور کلاس فیلو ہوا کرتے تھے۔ شاید عمر

کے ساتھ ساتھ تمہاری یادداشت کمزور ہوتی چلی گئی ہے“..... دوسری

جانب سے شیکھر نے شکایتی لہجے میں کہا۔

”معاف کرنا شیکھر۔ واقعی یاد نہیں آ رہا“..... میجر رام چند نے

معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ لگتا ہے فوجی آفیسر بن کر تم مغرور ہو گئے ہو یا

پھر بے وفا ہو کہ پرانے اور بچپن کے دوستوں کو اتنی جلدی بھلا

دیتے ہو“..... شیکھر کی آواز سنائی دی۔

”نہیں شیکھر۔ ایسی تو کوئی بات نہیں لیکن تم یہ تو سوچو کو چھٹی

کلاس میں میری عمر دس گیارہ برس تھی اور اب اکٹھ سال ہے۔ گویا

نصف صدی گزر چکی ہے۔ اتنی طویل مدت میں تو انسان اپنے

قریبی عزیزوں تک کو بھول جاتا ہے“..... میجر رام چند نے مسکرا کر

کہا۔ شیکھر کی پہچان نہ ہونے کے بعد اسے اس بات کی خوشی ہو

رہی تھی کہ اس کے بچپن کے ایک دوست نے اسے پچاس برس بعد

بھی یاد رکھا تھا۔

”خیر۔ تمہاری معذرت اس لئے قبول کرتا ہوں کہ فوجی ٹریننگ

سے انسان کی عقل آدھی رہ جاتی ہے۔ یہ بتاؤ کب مل رہے ہو۔

میں کل ہی ٹھنڈا سے یہاں آیا ہوں اور تم سے ملنے کو بے تاب

ہے“..... میجر رام چند نے اردلی سے تحمانہ لہجے میں کہا تو اس آدمی نے اثبات میں سر ہلا دیا اور مڑ کر کمرے سے نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میجر رام چند دوبارہ اپنی یادداشت کریدنے لگا لیکن کئی منٹ گزر گئے اور اسے بالکل یاد نہ آیا کہ اس کے بچپن کے دوستوں میں کوئی شیکھر بھی تھا۔ دس منٹ گزر گئے اور اردلی چائے لے آیا۔ اس نے کونے میں پڑی چھوٹی میز پر چائے کے برتن رکھے اور دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس کے باہر جانے کے دو منٹ بعد کمرے میں ایک ادھیڑ عمر شخص داخل ہوا۔ عمر کے لحاظ سے وہ میجر رام چند کا ہم عمر ہی لگتا تھا۔ اس نے نیلے رنگ کا سوٹ زیب تن کر رکھا تھا اور آنکھوں پر نظر کا چشمہ تھا چہرے پر لمبی اور گھنی مونچھوں نے اس کی شخصیت کو کافی بارعب بنا رکھا تھا۔ اس کے سیدھے ہاتھ میں کوئی گفٹ پیک نظر آ رہا تھا جس پر چمکدار ربن بندھا ہوا تھا۔ شاید اس میں مٹھائی تھی یا پھر کیک وغیرہ۔

”ہیلو رام چند“..... اس آدمی نے میجر رام چند کی طرف بڑھتے ہوئے مسرت بھرے لہجے میں یوں چیخ کر کہا جیسے کوئی خوشی کی زیادتی سے دیوانہ ہو گیا ہو۔ میجر رام چند اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہی اس کا بھولا ہوا بچپن کا دوست شیکھر ہے۔ شیکھر نے قریب آ کر گفٹ پیکٹ میز پر رکھا اور میجر رام چند سے لپٹ گیا۔ اپنی میز پر بیٹھی ریکھا حیرت بھری نگاہوں سے شیکھر کی طرف دیکھ رہی تھی جس کے حلق سے رونے اور سنسنے کی ملی جلی

آوازیں نکل رہی تھیں۔

”آہ۔ پیارے رام۔ ہائے رام چند۔ تم پورے پچاس برس سے بچھڑے رہے۔ ماما جی روز پوچھا کرتی تھیں کہ میرا جگری یار رامو اب مجھ سے ملنے کیوں نہیں آتا۔ ہائے رامو پیارے۔ ماما جی تمہیں یاد کرتے کرتے اس دنیا سے چلی گئیں“..... شیکھر نے میجر رام چند کو اپنے سینے کے ساتھ بھینچتے ہوئے گلوگیر لہجے میں کہا اور اپنا نام بگاڑے جانے پر میجر رام چند کو غصہ تو آیا لیکن ضبط کر گیا۔ اس نے نرمی سے شیکھر کو خود سے الگ کیا تو شیکھر کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

”ارے تم رو رہے ہو شیکھر“..... رام چند نے پریشان ہو کر کہا۔

”نہیں رام چند۔ یہ تو خوشی کے آنسو ہیں۔ اتنے طویل عرصہ بعد ملے ہو تو دل پر قابو نہیں رہا۔ تم میری خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ آج تو میں اتنا خوش ہوں جیسے میری شادی ہوئی ہے۔ اسی خوشی میں اس طرف آتے ہوئے راستے میں ایک بڑی دکان سے امرتسری قلائد خرید لی۔ حالانکہ میں شوگر کا مریض ہوں پھر بھی میں نے دکان دار سے کہہ دیا کہ ایسی قلائد ہو جس میں بہت زیادہ میٹھا ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کھانے پر پتا چلے کہ بڑی دکان اور پھیکا پکوان“..... شیکھر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”بہت خوب۔ بیٹھو۔ چائے ٹھنڈی ہو جائے گی“..... میجر رام

ں میں سے ایک قلاقتد اٹھائی۔

”لو۔ بچوں کو چیز پہلے دینی چاہئے۔ میں اپنے ایک درجن ں میں سے سب سے چھوٹے بچے کو پہلے چیز دیا کرتا تھا“.....
شیکھر نے قلاقتد ریکھا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو ایک درجن ں کا سن کر ریکھا کا منہ حیرت سے کھل گیا لیکن اس نے کچھ لمبے بغیر قلاقتد لی اور اپنی میز پر جا بیٹھی۔ شیکھر نے ایک قلاقتد رام ند کے چہرے کی طرف بڑھائی۔

”منہ آگے کرو پیارے دوست۔ تمہیں تو میں اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گا“..... شیکھر نے کہا تو میجر رام چند نے مسکراتے ہوئے نہ کھولا اور شیکھر نے قلاقتد کا ٹکڑا اس کے منہ میں ڈال دیا۔ میجر رام چند قلاقتد کھانے لگا تو شیکھر نے دروازے کی طرف منہ کر کے باہر کھڑے اردلی کو آواز دی اور اردلی اندر آ گیا۔

”یس سر“..... اردلی نے شیکھر سے مودبانہ لہجے میں کہا۔
”یہ لو قلاقتد۔ ادھر بیٹھ کر کھا لو۔ باہر کسی نے دیکھا تو تمہیں سے بھی حصہ دینا پڑ جائے گا“..... شیکھر نے ڈبہ اردلی کی طرف بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”اوہ۔ کیا تم نہیں لو گے“..... میجر رام چند نے چونکتے ہوئے کہا۔

”لے لو تو لوں لیکن کھا نہیں سکوں گا۔ تم یہ بات مت سمجھنا کہ میرے دانت نہیں ہیں۔ اصل وجہ وہی ہے جو میں پہلے ہی تمہیں بتا

چند نے مروٹا مسکراتے ہوئے کہا اور میز کے آگے رکھی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

”چائے میں ضرور پیوؤں گا تمہارے ساتھ۔ کیا یہ تمہاری بیٹی ہے“..... شیکھر نے ریکھا کی طرف دیکھتے ہوئے سلام کیا۔
”نہیں۔ یہ میری معاون ریکھا ہے“..... میجر رام چند نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو ریکھا نے ہاتھ جوڑ کر ادب سے شیکھر کو سلام کیا۔

”ریکھا۔ یہ میرے بچپن کے دوست اور کلاس فیلو شیکھر ہیں۔ آج پچاس برس بعد ہماری ملاقات ہوئی ہے“..... میجر رام چند نے ریکھا کی طرف دیکھ کر شیکھر کا اس سے تعارف کرایا اور ریکھا کو چائے پیش کرنے کا اشارہ کیا تو ریکھا اٹھی اور چھوٹی میز کی طرف بڑھ گئی جس پر چائے کے برتن رکھے تھے۔ اس نے دو کپ چائے بنائی اور لا کر ان دونوں کے سامنے ایک ایک کپ رکھ دیا۔
”جیتی رہو ریکھا۔ میں نے دیکھا۔ تم کافی حیا دار اور کنواری معلوم ہوتی ہو“..... شیکھر نے مسکرا کر دعائیہ انداز میں کہا تو ریکھا شرمائی۔

”شرمانے کی ضرورت نہیں۔ جس نے کی شرم۔ جل گئے اس کے کرم۔ اس لئے قلاقتد کھانے میں کیسی شرم۔ ہم دوستوں کے ملنے کی خوشی میں تم بھی منہ میٹھا کر لو تو مجھے اور زیادہ خوشی ہوگی“..... شیکھر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر گفٹ پیکٹ کھول کر

چکا ہوں۔ یعنی ذیابطس۔ اس لئے صرف چائے میں میٹھا پڑے ہوں۔“ شیکھر نے جواب میں ہنس کر کہا اور چائے کا کپ اٹھا کر پینے لگا۔ اردلی دروازے کے بائیں جانب کھڑا قلاقند کھا رہا تھا۔ میجر رام چند نے قلاقند کھا کر چائے کا کپ اٹھا لیا۔ ریکھا بھر قلاقند کھا چکی تھی۔

”تم آج کل ٹھنڈا میں کیا کرتے ہو شیکھر“..... میجر رام چند نے چائے کا گھونٹ لے کر شیکھر سے پوچھا۔
 ”عیش کرتا ہوں“..... شیکھر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”عیش کیا مطلب“..... میجر رام چند نے حیرت بھری نگاہوں سے شیکھر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ایک بڑا ہوٹل ہے جسے میرے ملازم چلاتے ہیں اور میل ٹیکسیاں چلاتا ہوں۔ دو درجن ٹیکسیاں روزانہ مجھے بارہ ہزار روپے دیتی ہیں اور مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ انہوں نے رات بھر کتنا کمایا اور اپنے میک اپ پر کتنا خرچ کیا“..... شیکھر نے جواب میں کہا۔

”میک اپ کیا تم لڑکیاں چلاتے ہو“..... میجر رام چند نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ارے نہیں دوست۔ تم غلط سمجھے ہو۔ لڑکیاں اپنی مرضی سے چلتی ہیں، میں ٹیکسی کاروں کی بات کر رہا ہوں“..... شیکھر نے ہنس کر کہا۔

”تم نے میک اپ کی بات کی تھی نا“..... میجر رام چند نے مسکرا کر کہا۔

”ہاں۔ لڑکیوں کی طرح ٹیکسیوں کا میک اپ بھی کرنا پڑتا ہے۔ انہیں سجانا اور ان کے ایک ایک پرزے کا خیال رکھنا پڑتا ہے ان کا لباس میرا مطلب ہے سیٹوں کے کور بھی صاف ستھرے اور بے داغ رکھنا پڑتے ہیں تاکہ سفر کرنے والے کو گھن نہ آئے۔ پرانی ہو جانے والی ٹیکسی کو میں ایک منٹ نہیں رکھتا اور اسے بیچ کر نئی ٹیکسی لے لیتا ہوں۔ جیسے گزشتہ سال تمہاری بھابھی مرگئی تھی اور میں نے ایک ماہ بعد ہی نئی شادی کر لی تھی۔ وہ پچھلے ہفتہ بچہ کو جنم دیتے وقت مر گئی اور میں اب ٹھنڈا جا کر نئی شادی کر لوں گا۔ اگر تم میری شادی میں شرکت کر سکو تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔ آؤ گے نا“..... شیکھر نے مسلسل بولتے ہوئے کہا لیکن میجر رام چند کوئی جواب نہ دے سکا۔ اس کا سر جھکا رہا تھا اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے شیکھر کی آواز بہت دور سے آرہی ہو۔ اس کیفیت پر اس نے حیران ہوتے ہوئے ریکھا کی طرف دیکھا تو وہ اپنی کرسی پر بیٹھی جھول رہی تھی اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اسی لمحے اردلی کھڑے کھڑے لہرایا اور فرش پر گرنا چلا گیا۔ میجر رام چند نے اردلی کی طرف دیکھا اور اس کے بارے میں سوچنے کی کوشش کی لیکن دماغ نے کام نہ کیا اور اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ لہرایا اور کرسی سے فرش پر آگرا۔ دوسرے ہی لمحے اس کا ذہن اندھیرے میں ڈوبتا چلا گیا۔

میجر رام چند کے بے ہوش ہونے کے تقریباً دس منٹ بعد شیکھر کمرے سے نکلا اور دروازہ بند کر کے برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔ برآمدے سے باہر آ کر وہ احاطے کے بیرونی گیٹ پر پہنچا تو وہاں کھڑے گارڈز نے اسے دیکھا اور ایک گارڈ نے گیٹ کھول دیا۔ شیکھر باہر آ کر پیدل ہی ایک طرف چل دیا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک ہوٹل کے باہر چند ٹیکسیاں کھڑی تھیں۔ وہاں پہنچ کر اس نے ایک خالی ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور عقبی نشست پر بیٹھ گیا تو ڈرائیور نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا تو شیکھر نے اسے ایڈریس بتا دیا اور ڈرائیور نے انجن اشارت کر کے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ شیکھر دراصل عمران ہی تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ساتھی اس کی غیر موجودگی پر تاؤ کھا رہے ہوں گے۔

راجیشیا ہوٹل کے ایک کمرے میں جولیا اور صفدر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ عمران کی ہدایت پر ایکسٹو کے ایجنٹ ناصر علی نے اس ہوٹل میں فرضی ناموں سے ان کے لئے کمرے بک کروائے تھے اور لنچ کے بعد عمران نے جولیا اور صفدر کو یہاں بھیج دیا تھا۔ عمران نے انہیں بتایا تھا کہ وہ ڈیڑھ دو گھنٹے بعد ان کے پاس آئے گا۔ اب دو گھنٹے گزر چکے تھے اور وہ دونوں بے تابی سے عمران کا انتظار کر رہے تھے۔ صفدر ادھیڑ عمر آدمی کے میک اپ میں تھا اور جولیا بھی اس میک اپ میں چالیس برس کی خاتون لگ رہی تھی۔ اس نے سادہ شلوار سوٹ پہن رکھا تھا اور پیشانی پر بندیا اسے کافرستانی ظاہر کر رہی تھی چائے سے فارغ ہو کر جولیا نے اپنی گھڑی پر وقت دیکھا تو چار بج چکے تھے۔

”وہ ابھی تک نہیں آیا“..... جولیا نے صفدر کی طرف دیکھ کر

تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے وہ ابھی بیدار نہ ہوئے ہوں۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ کچھ دیر آرام کریں گے“..... صفدر نے مسکرا کر کہا۔

”عمران نے اگر سونا تھا تو ہمیں یہاں بھیجنے کی اسے کیا ضرورت تھی“..... جولیا نے ناگوار لہجے میں کہا۔

”یہاں ناصر نے ہم سب کے لئے چار کمرے بک کروائے تھے۔ ممکن ہے وہ ناصر کے ٹھکانے سے یہاں آ کر کسی کمرے میں سو رہے ہوں“..... صفدر نے امکان ظاہر کرتے ہوئے کہا اور اسی لمحے اس کے وایچ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا تو اس نے چونکتے ہوئے وایچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔

”ہیلو صفدر۔ عمران کالنگ۔ اور“..... ٹرانسمیٹر سے عمران کی آواز بلند ہوئی۔

”لیس عمران صاحب۔ صفدر اٹینڈنگ یو۔ آپ کہاں ہیں جناب۔ اور“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ناک پر رومال رکھ کر سنو۔ میں واش روم میں ہوں۔ اور“..... عمران نے جواب میں کہا تو جولیا نے برا سامنہ بنا لیا۔

”وہاں آپ کیا کر رہے ہیں۔ اور“..... صفدر نے کہا۔

”دنیا کے عظیم فلاسفر کے اس قول کی تصدیق کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ بھولی ہوئی چیزیں فوراً واش روم میں یاد آ جاتی ہیں۔ اور“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا۔

”اچھا۔ پھر۔ کیا تصدیق ہو گئی ہے۔ اور“..... صفدر نے بے اختیار ہنس کر کہا۔

”ہاں۔ مجھے جولیا یاد آ گئی ہے۔ ساتھ ہی اس سے کیا ہوا وہ بدھ بھی یاد آ گیا جس کے لئے جولیا نے کہا تھا کہ جو وعدہ کیا وہ مانا پڑے گا ورنہ واش روم کا مزہ چکھانا پڑے گا۔ اور“..... عمران نے چپکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”کیا یہی بکواس کرنے کے لئے کال کی ہے۔ اور“..... جولیا نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

”اوہ۔ تم نے سنا صفدر۔ کیا تمہارے کمرے میں کوئی مینڈکی آ گئی ہے۔ اور“..... دوسری طرف سے عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں جناب۔ مس جولیا نے بات کی ہے۔ اور“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تم خود ہی مینڈک ہو گے۔ اور“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں عمران سے کہا۔

”پھر تو بڑی گڑ بڑ ہے۔ اور“..... عمران کی تشویش بھری آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ کیسی گڑ بڑ۔ اور“..... صفدر نے چونک کر جلدی سے کہا۔

”سمجھا کرو برخوردار۔ تمہارا چیف چوہا ہے۔ وہ کبھی مینڈک اور مینڈکی کو نہیں ملنے دے گا اور ہم دونوں کے درمیان وہ چوہا دم کے

کہ تم حیران ہو رہے ہو۔ اوور..... عمران کی آواز سنائی دی۔
 ”مگر مادام ایکسٹو کون ہے۔ چیف کا اس سے کیا تعلق ہے۔
 اوور..... صفدر نے جلدی سے پوچھا۔

”اوہ۔ تو کیا تم نہیں جانتے برخوردار۔ کمال ہے۔ ارے وہ
 تمہارے چوہے کی شریک زندگی ہے۔ اوور..... عمران نے کہا تو
 صفدر اچھل پڑا۔

”شریک زندگی۔ یعنی چیف کی بیگم۔ اوور..... صفدر نے حیرت
 بھرے لہجے میں کہا۔
 ”ظاہر ہے۔ شریک زندگی اس کی ماں تو نہیں ہو سکتی۔ اوور۔
 عمران کی ناگوار سی آواز سنائی دی۔

”حیرت ہے۔ آپ نے پہلے تو کبھی ذکر نہیں کیا اوور..... صفدر
 نے شپٹائے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کیسے ذکر کرتا۔ مجھے بھی پہلے معلوم نہ تھا۔ آج پہلی مرتبہ اس
 سے ملاقات ہوئی ہے اور تمہیں یہ سن کر خوشی ہو گی کہ وہ چیف کی
 ساتویں زوجہ محترمہ ہے۔ پچھلے تین سال سے آٹھ نوکھلونوں کے
 ساتھ یہاں قیام پذیر ہے۔ اوور..... عمران نے جواب میں کہا۔
 ”کیا۔ آٹھ بچے۔ کیا نو دس برس پہلے چیف نے اس سے
 شادی کی تھی۔ اوور..... صفدر نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے
 ہوئے کہا۔

”نہیں۔ شادی تو تین سال پہلے ہوئی تھی جب تم نے یہاں آ

بل کھڑے ہو کر دیوار چین بن جائے گا۔ اس نے جولیا کو گمراہ
 کرنے کے لئے کال تو نہیں کی۔ اوور..... عمران نے مخصوص لہجے
 میں کہا۔

”فی الحال تو صرف آپ نے ہی کال کی ہے۔ اوور..... صفدر
 نے مسکرا کر کہا۔

”حیرت ہے۔ اس نے تو مجھے ایک گھنٹہ پہلے کال کر کے لمبی
 چوڑی ہدایات کی تھیں۔ اوور..... عمران کی آواز آئی۔
 ”کیسی ہدایات۔ اوور..... صفدر نے حیران ہو کر جولیا کی طرف
 دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم لوگوں کو کام میں مصروف کرنے کے لئے۔ اوور۔ عمران
 نے کہا۔

”فرمائیے۔ کیا آپ ناصر کے ٹھکانے پر ہی ہیں۔ اوور۔ صفدر
 نے مسکرا کر کہا۔

”اپنی ایسی قسمت کہاں ہے پیارے۔ میں اس وقت گوبندھ
 ہوٹل میں ہوں۔ ایکسٹو نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں فوراً گوبندھ ہوٹل
 پہنچوں اور مادام ایکسٹو کی حفاظت کروں۔ اوور..... عمران نے
 دوسری طرف سے ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

”کیا۔ مادام ایکسٹو۔ اوور..... صفدر نے یکدم چونک کر کہا۔
 تو جولیا بھی مادام ایکسٹو کے نام پر حیران ہو رہی تھی۔
 ”ہاں۔ میں نے مادام ایکسٹو ہی کہا ہے مادام ایکسٹو نہیں کہا

کر بے پور میں مشن مکمل کیا تھا اور جولیا نے مس پشپا کا کردار ادا کیا تھا۔ جولیا تمہیں یاد ہے نا وہ مہم۔ اور۔۔۔۔۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے جولیا کو مخاطب کر کے کہا۔

”بکواس مت کرو۔ تین سال میں آٹھ بچے کیسے پیدا ہو سکتے ہیں احمق آدمی۔ اور۔۔۔۔۔ جولیا نے اسے غصے سے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”کیوں نہیں ہو سکتے۔ تم شادی کر کے آزمائش کر سکتی ہو۔ اور۔۔۔۔۔ عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو جولیا کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

”شٹ اپ۔ بے ہودہ۔ اور۔۔۔۔۔ جولیا نے غضبناک ہو کر کہا۔

”عمران۔ یہ کون بول رہی ہے۔ بہت غصے میں معلوم ہوتی ہے۔ اور۔۔۔۔۔ دفعتاً وائج ٹرانسمیٹر سے ایک حیرت بھری نسوانی آواز ابھری۔

”مادام۔ یہ جولیا فنٹر وائر بول رہی ہے جس کے بارے میں ابھی ڈسکس کر رہے تھے کہ وہ سیکرٹ سروس کی ناک ہے۔ اور۔۔۔۔۔ عمران کی آواز سنائی دی۔ اس کا لہجہ خاصا مؤدبانہ تھا۔ صفدر اور جولیا، مادام ایکسٹو کی آواز سن کر حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

”اوہ۔ تو وہ تمہیں بے ہودہ کیوں کہہ رہی ہے۔ بڑی نک چڑھی

لگتی ہے۔ اور۔۔۔۔۔ مادام ایکسٹو کی غصیلی آواز سنائی دی۔ عمران صفدر اور جولیا کو چھوڑ کر مادام سے باتیں کر رہا تھا۔

”اصل میں یہ سن کر وہ آپ سے حسد کرنے لگی ہے کہ میں آپ کے پاس کیوں بیٹھا ہوں۔ جولیا میرے ساتھ کسی دوسری عورت کو برداشت نہیں کر سکتی مادام۔ کئی بار تھریسیا بمبل بی آف بوہیمیا کا سر گنجا کر چکی ہے سینڈلوں سے۔ اور۔۔۔۔۔ عمران نے کہا تو جولیا بوکھلا گئی۔

”نہیں مادام۔ عمران جھوٹ بکتا ہے۔ اور۔۔۔۔۔ جولیا نے جلدی سے بلند آواز میں کہا۔

”شٹ اپ۔ عمران صرف میرا ہے اور مجھے بہت پسند ہے۔ میں اس کی پریم دیوانی ہوں اور تمہارے چیف سے بددل ہو کر اس سے شادی کرنے والی ہوں۔ اس لئے اس کی بے عزتی ہرگز برداشت نہیں کر سکتی۔ تم نے دوبارہ عمران سے بدتمیزی کی یا اس کی شان میں کوئی گستاخی کی تو انجام اچھا نہیں ہو گا۔ اور۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے مادام ایکسٹو نے غراتی ہوئی آواز میں کہا تو اس کی ڈانٹ سن کر جولیا کو سانپ سونگھ گیا۔ ایکسٹو کی بیگم عمران کی محبت میں مبتلا تھی اور عمران سے شادی کرنے والی تھی۔ جولیا کی برداشت سے باہر تھا کہ اس کے سوا کوئی دوسری عورت عمران سے محبت کرے۔ یہ بات اس کے لئے خود کشی کے مترادف تھی۔ غصے سے جولیا کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ صفدر بھی پریشان نظر آ رہا تھا۔

”مجھے عمران سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے مادام ایکسٹو۔
اور“..... جولیا نے غصے سے جبرے بھینچتے ہوئے کہا۔

”مادام ایکسٹو نہیں۔ اب مس عمران کہو۔ اوہ نہیں سوری۔ مادام
علی عمران کہو۔ اور“..... مادام ایکسٹو نے غصیلے لہجے میں کہا تو صفدر
چونک پڑا۔

”ٹھیک ہے مس عمران صاحب۔ ویسے کیا آواز کے ساتھ آپ
نے جس بھی تبدیل کرائی ہے۔ اور“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

”دھت تیرے کی۔ اب گئی بھینس گوبر میں۔ اور“..... جواب
میں عمران کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی تو جولیا بے اختیار چونک
پڑی۔

”گوبر نہیں، کچھڑ میں کہیں جناب۔ اور“..... صفدر نے ہنس کر
کہا۔ جولیا بھی عمران کی ڈرامہ بازی سمجھ گئی تھی۔

”میں تو گوبر ہی کہوں گا کیونکہ یہاں سڑکوں پر کچھڑ دستیاب
نہیں ہے۔ اور“..... عمران نے ضدی لہجے میں کہا۔

”تمہارے دماغ میں بھی گوبر بھرا ہوا ہے احق۔ اسی لئے خود کو
مادام ایکسٹو بنا کر بول رہے تھے۔ اور“..... جولیا نے غصیلے لہجے
میں کہا۔

”اوہ۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ صفدر تم کسی کا راز سینے میں کیوں
دفن نہیں رکھتے۔ اور“..... عمران کی غصیلی آواز سنائی دی۔

”عمران کے بچے۔ یونہی بکواس کرتے رہو گے یا کوئی کام کی
بات بھی کرو گے۔ اور“..... جولیا نے غراتے ہوئے کہا۔

”تم سے میں کیسے بات کر سکتا ہوں جولیا۔ صفدر میری جگہ
بات پکی کرے گا۔ اور“..... عمران نے شرمائے ہوئے لہجے میں
کہا۔

”صفدر۔ یہ احق وقت ضائع کر رہا ہے۔ ٹرانسمیٹر آف کر دو۔
اور“..... جولیا نے صفدر کی طرف دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ بتا رہا ہوں۔ اور“..... واچ ٹرانسمیٹر سے عمران
کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی تو صفدر بے اختیار مسکرا دیا۔ عمران
انہیں ہدایات دینے لگا تھا۔ وہ دونوں توجہ سے سننے لگے۔

”ہوٹل کی پارکنگ میں سیاہ رنگ کی ایک کار تمہارے سفر کے
لئے موجود ہے۔ میک اپ تبدیل کر کے تم دونوں روانہ ہو جاؤ کسی
قسم کی مشکل پیش آئے تو مجھے پاد کر لینا۔ اور اینڈ آل“..... عمران
نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو صفدر نے
بھی ٹرانسمیٹر آف کیا اور کوٹ کی اندرونی جیب سے چھوٹا سا میک
اپ بکس نکال لیا۔ نصف گھنٹہ میں ان دونوں نے باری باری میک
اپ میں ضروری تبدیلیاں کیں اور نئی شکلوں میں کمرے سے نکل
آئے۔ وہ میڑھیوں سے نیچے آئے اور ہال سے گزر کر باہر کمپاؤنڈ
میں پہنچے تو پارکنگ لاٹ میں عمران کے بتائے ہوئے ماڈل اور نمبرز
والی سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ انکیشن سوچ میں چابی موجود تھی۔

صفدر نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور جولیا عقبی نشست پر بیٹھ گئی۔ صفدر نے انجن اشارٹ کیا اور ہوٹل کے گیٹ سے باہر سڑک پر آ کر دائیں جانب کار دوڑانے لگا۔ شہر کی مختلف سڑکوں سے گزر کر وہ تھوڑی دیر بعد شہری حدود سے باہر نکل آئے۔ ان کی منزل ایک آئل ریفائزری تھی اور شہر سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع یہ کافرستان کی سب سے بڑی آئل ریفائزری تھی۔ شہر سے باہر کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک سنسان جگہ پر صفدر نے کار روکی اور ڈرائیونگ سیٹ اوپر اٹھا کر نیچے ایک چوکور خانے میں رکھا اسلحہ نکالنے لگا۔ اس نے چند ٹائم بم اور ایک سائیکلنر ڈریوالور جولیا کے حوالے کیا اور اتنا ہی اسلحہ اپنے لباس میں محفوظ کر کے سیٹ نیچے کی اور اس پر بیٹھ کر کار آگے بڑھاتے ہوئے رفتار میں اضافہ کرتا چلا گیا۔

حصہ اول ختم شد

پریم کے ناول، امانہ ڈائجسٹ، بچوں کی کہانیاں، عمران سیریز

آن لائن بلی پبلیک لا ئبریری

0361-7283296

فردمختہ گھر کالیہ * عظیم احمد طارق 0334-9630911

ان سیر

ان کا انتقام



446

2

ایکسپریس ٹرین معمول کی رفتار سے اپنی منزل کی طرف دوڑ رہی تھی۔ اول درجے کے کمپارٹمنٹ میں سیکرٹ سروس کے ممبرز چوہان، تنویر اور خاور کے علاوہ چند دوسرے مسافر بھی بیٹھے اپنی اپنی منزل کا انتظار کر رہے تھے۔ چوہان، تنویر اور خاور موجود میک اپ میں سکھ دکھائی دے رہے تھے البتہ عمر کے لحاظ سے تنویر اور چوہان کے مقابلے میں خاور ادھیڑ عمر لگ رہا تھا۔ ناصر علی کے ٹھکانے پر عمران نے انہیں مہم کے بارے میں ہدایات دی تھیں اور وہ تینوں موجودہ شکلوں میں ساڑھے سات بجے ریلوے اسٹیشن پہنچے تو وہاں ناصر علی نے ان کے سفری ٹکٹ ان کے حوالے کئے تھے۔ وہ تینوں ٹرین میں اپنی سیٹوں پر بیٹھے اور تھوڑی دیر بعد ٹرین وہاں سے روانہ ہو گئی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے سفر کے دوران دو مرتبہ ٹکٹ چیکر نے ان کے ٹکٹ چیک کئے تھے۔ پہلی مرتبہ سفر شروع ہونے

کے چند منٹ بعد ٹکٹ چیکر نے ان کے ٹکٹ مارک کئے۔ پھر ایک گھنٹہ بعد وہ دوبارہ آیا تھا اور اس مرتبہ اس کے ساتھ ایک اور نوجوان بھی تھا۔ مسافروں کے ٹکٹ چیک ہونے کے دوران وہ نوجوان غور سے ایک ایک مسافر کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ جب چوہان، خاور اور تنویر کے ٹکٹ چیک کئے جانے لگے تو وہ نوجوان ان کی طرف بھی غور سے دیکھتا رہا تھا۔

چند منٹ بعد ٹرین کی رفتار کم ہونے لگی تو سیکرٹ سروس کے ممبرز الارٹ ہو گئے۔ ٹرین کی رفتار بتدریج کم ہوتی چلی گئی اور باہر آبادی کی روشنیاں دکھائی دینے لگیں۔ چند لمحوں بعد ٹرین ایک چھوٹے سے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر رک گئی اور تینوں ممبرز نشستوں سے اٹھے اور ٹرین سے اترے تو پلیٹ فارم پر زیادہ رش نہیں تھا۔ وہ تینوں بیرونی گیٹ پر پہنچے اور وہاں موجود ٹکٹ کلکٹر کو اپنے ٹکٹ تھما کر گیٹ سے باہر آ گئے۔ ٹیکسی اسٹینڈ پر چند ٹیکسیاں موجود تھیں۔ چوہان نے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے بات کی اور اسی کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ تنویر اور خاور عقبی نشست پر بیٹھے اور ڈرائیور نے انجن اشارت کر کے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ اسٹیشن کی حدود سے باہر سڑک پر آ کر اس نے دائیں جانب ٹیکسی موڑی اور رفتار میں اضافہ کرنے لگا۔ چھوٹا سا شہر تھا اور لوگ گھروں میں آرام کر رہے تھے اس لئے سڑک پر ٹریفک بہت ہی کم تھا۔ جلد ہی ٹیکسی شہری حدود سے باہر پہنچی اور سنسان سڑک پر دوڑنے لگی۔

”سردار جی۔ کیا آپ سڑک سے گاؤں تک پیدل جائیں گے“۔ دفعتاً ڈرائیور نے قریب بیٹھے چوہان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ وہاں ہمیں گاؤں تک لے جانے کے لئے کوئی سواری موجود ہوگی۔ تا نگہ یا پھر ٹریکٹر ٹرائی“..... چوہان نے مخصوص سکھ لہجے میں کہا۔

”ریل گاڑی آج چالیس منٹ لیٹ آئی ہے۔ ہو سکتا ہے آپ کا انتظار کرنے کے بعد ٹرائی یا تا نگہ واپس چلا گیا ہو۔ مجھے بھی اب صبح کی ٹرین سے پہلے کوئی سواری نہیں ملے گی۔ آپ چاہیں تو میں آپ کو گاؤں تک لے جا سکتا ہوں“..... ڈرائیور نے مسکرا کر کہا۔

”تمہاری بڑی مہربانی۔ سڑک سے گاؤں زیادہ دور نہیں ہے۔ ہم چند منٹ میں پیدل وہاں پہنچ جائیں گے“..... چوہان نے اس مرتبہ خشک لہجے میں کہا۔

”جیسے آپ کی مرضی سردار جی ورنہ میں اسی کرایہ میں آپ کو گاؤں تک پہنچا دیتا“..... ڈرائیور نے کہا۔

”اس رعایت کی وجہ“..... چوہان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”اصل میں آپ کے گاؤں میں میری خالہ رہتی ہے اور میں صبح تک فارغ ہوں۔ اسی بہانے خالہ سے ملاقات کر لوں گا“۔ ڈرائیور

نے مسکرا کر کہا۔

”کیا خیال ہے“..... چوہان نے چہرہ موڑ کر عقب میں بیٹھے تنویر اور خاور سے کہا۔

”نہیں۔ نیکی کے شور سے گاؤں والے بے آرام ہوں گے اور انہیں ہماری آمد کا علم ہو گیا تو وہ اسی وقت ملنے چلے آئیں گے جبکہ میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ اس طویل سفر نے مجھے تھکا ڈالا ہے۔“ خاور نے جلدی سے کہا۔

”آپ شاید دارالحکومت سے آئے ہیں اس لئے تھک گئے ہیں“..... ڈرائیور نے کہا۔

”تم خاموشی سے نیکی چلاؤ۔ کہیں حادثہ نہ کر بیٹھو“..... تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”خفا کیوں ہوتے ہو سردار جی۔ مجھے تو حیرت ہو رہی ہے کہ آپ اتنی دور سے آرہے ہیں اور آپ کے پاس کسی قسم کا کوئی سامان نہیں ہے۔ میں اتنے قریب سے جب بھی خالہ سے ملنے جاتا ہوں تو خالی ہاتھ نہیں جاتا۔ کم از کم فروٹ یا منضائی ضرور لے کر جاتا ہوں۔“ ڈرائیور نے مسکرا کر کہا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نیکی ڈرائیور ہو یا وکیل۔ مسلسل سوال کئے جا رہے ہوں“..... خاور نے ناگوار سے لہجے میں کہا تو ڈرائیور نے چپ سادھ لی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے سڑک کے کنارے نیکی روکی تو وہ تینوں چونک پڑے۔

”کیا ہوا“..... چوہان نے چونک کر پوچھا۔

”پیٹ میں گڑ بڑ ہو گئی ہے سردار جی۔ میں ابھی فارغ ہو کر آتا ہوں“..... ڈرائیور نے منہ بناتے ہوئے کہا اور دروازہ کھول کر نیکی سے اتر گیا شاید اسے شدید حاجت ہوئی تھی کہ اس نے نیکی کا انجن بھی بند نہیں کیا تھا۔ وہ سڑک کی دوسری جانب واقع گھنے درختوں کی طرف بڑھا اور درختوں کے پیچھے غائب ہو گیا۔

”کیا ہم نے گاؤں پیدا سفر کرنا ہے“..... تنویر نے قریب بیٹھے خاور سے پوچھا۔

”نہیں۔ گاؤں میں ہمارا کیا کام۔ ہم گاؤں سے کافی فاصلے سے گزر کر آگے جائیں گے“..... خاور نے مسکرا کر کہا۔

”نہ جانے وہ کتنی دیر میں فارغ ہو گا۔ کبخت بہت باتونی ہے۔“ چوہان نے بیزاری سے کہا لیکن خلاف توقع ڈرائیور تین منٹ بعد ہی درختوں کی آڑ سے نمودار ہو گیا۔ قریب آ کر وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور گیر بدل کر نیکی آگے بڑھا دی۔

”آپ لوگوں کو انتظار کی زحمت اٹھانا پڑی۔ دراصل بے تحاشا چائے اور قہوہ پینے کے سبب مجھے بار بار حاجت ہوتی ہے۔ چائے کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے نا“..... ڈرائیور نے چوہان کی طرف دیکھ کر کہا تو چوہان نے کوئی جواب نہ دیا چنانچہ ڈرائیور نے دوبارہ بات کرنے کی کوشش نہ کی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک جگہ پہنچ کر بریک لگا دی۔ ستاروں کی مدھم روشنی میں وہاں سے ایک کچی سڑک

مغربی سمت جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ تینوں ممبرز ٹیکسی سے اترے۔ چوہان نے ڈرائیور کو طے شدہ کرایہ ادا کیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ سڑک سے اتر کر کچے راستہ کی طرف مڑ گیا۔ چند قدم چلنے کے بعد خاور نے مڑ کر دیکھا تو ٹیکسی ابھی تک وہیں رکی ہوئی تھی۔ کچے راستے کے دونوں جانب درخت اور درختوں کی دوسری جانب کھیتوں کے سلسلے تھے۔ ٹیکسی کی ہیڈ لائٹس بجھی ہوئی تھیں جس کے سبب اس میں بیٹھا ڈرائیور نظر نہ آ رہا تھا۔ خاور کو حیرت ہوئی کہ ٹیکسی واپس کیوں نہیں گئی۔ اسی لمحے تنویر نے بھی پیچھے دیکھا اور چونک پڑا۔

”وہ احمق ڈرائیور ابھی واپس نہیں گیا۔ شاید اپنی خالہ کے پاس جانے کا پروگرام بنا رہا ہے“..... تنویر نے ناگوار سے لہجے میں کہا۔
 ”نہیں۔ کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے“..... خاور نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”کیا مطلب۔ کیسی گڑبڑ“..... چوہان نے چونک کر کہا۔

”وہ مجھے عام ڈرائیور نہیں لگتا۔ ڈرائیور اجنبی مسافروں کے ساتھ اس قسم کی باتیں نہیں کیا کرتے۔ انہیں صرف اپنے کرایہ سے غرض ہوتی ہے۔ تم لوگ یہیں رکو۔ میں جا کر دیکھتا ہوں کہ وہ کیوں رکا ہوا ہے“..... خاور نے جلدی سے کہا تو چوہان اور تنویر درختوں کی آڑ میں ہو گئے اور خاور واپس مڑ گیا۔ وہ درختوں کی آڑ لیتا ہوا مین روڈ پر پہنچا اور سڑک کے کنارے واقع ان درختوں کی

آڑ میں رک کر سڑک کی دوسری طرف کھڑی ٹیکسی کی طرف دیکھنے لگا۔ ٹیکسی کی عقبی سرخ بتیاں جل رہی تھیں اور انجن بدستور اشارت تھا۔ خاور زمین پر بیٹھا اور ہاتھ پیروں پر چوپائیوں کی طرح چلتا ہوا درختوں کی آڑ سے نکل آیا۔ اس کا رخ ٹیکسی کے عقب کی طرف تھا۔ ٹیکسی میں ہلکی ہلکی انسانی آواز ابھر رہی تھی لیکن انجن کے شور میں واضح نہیں سنائی دے رہا تھا۔ خاور ٹیکسی کے عقب میں پہنچا اور اسی انداز میں ٹیکسی کے پہلو میں عقبی نشست کے دروازے کے پاس آ رکا تو آواز واضح طور پر سنائی دینے لگی اور وہ آواز ٹیکسی ڈرائیور کی ہی تھی۔

”ہیلو موہن۔ انیل کانگ۔ اوور“..... ڈرائیور کی آواز سنائی دی اور وہ اپنے الفاظ بار بار دہرا رہا تھا۔ خاور سمجھ گیا کہ ڈرائیور کا نام انیل ہے اور وہ اپنے کسی ساتھی کو ٹرانسمیٹر پر کال کر رہا ہے چنانچہ خاور غور سے سننے لگا۔

”ایس انیل۔ موہن رسیونگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ایک نئی آواز سنائی دی۔

”میں نے تین ایسے آدمیوں کو ٹریس کیا ہے جو بظاہر سکھ ہیں لیکن اصلیت کچھ اور ہے کیونکہ ان کا لہجہ سکھوں کے لہجے سے ذرا مختلف ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اصلی سکھ نہیں ہیں۔ اوور“..... ٹیکسی ڈرائیور انیل کی آواز بلند ہوئی۔

”اوہ۔ تم نے انہیں کیسے چیک کیا ہے انیل۔ ذرا تفصیل سے

بتاؤ۔ اور..... موہن کی اضطراب بھری آواز سنائی دی تو انیل جواب میں تنویر، چوہان اور خاور کے ٹیکسی میں سفر کا واقعہ بیان کرنے لگا۔ اس کی گفتگو سن کر خاور کے جسم میں سنساہٹ سی پھیلتی جا رہی تھی کہ انہیں اتنی جلدی ٹریس کر لیا گیا تھا۔ یقیناً انیل اور موہن کا تعلق کافرستان کے کسی خفیہ ادارے سے تھا اور انیل کو اس شہر میں مشتبہ افراد کو چیک کرنے کی ڈیوٹی سونپی گئی تھی۔ اس طرح وہ ٹیکسی ڈرائیور کے روپ میں رات کے وقت ٹرین سے اترنے والے مسافروں پر نگاہ رکھا کرتا تھا۔ نہ جانے اس کے ساتھی اسی شہر میں تھے یا دارالحکومت میں اور موہن اس وقت کہاں سے بات کر رہا تھا۔

”کیا تمہارے خیال میں وہ ہمارے مطلوبہ پاکیشیائی ایجنٹ ہیں۔ اور..... تفصیل سن کر موہن نے پوچھا۔

”ہاں۔ مجھے ان پر یہی شبہ ہوا تھا۔ اس شبہ کی تصدیق کے لئے راستے میں ایک جگہ ٹیکسی روک کر رفع حاجت کے بہانے درختوں کی آڑ میں گیا تو خفیہ ٹیپ ریکارڈر آن کر کے گیا تھا۔ میری غیر موجودگی میں ان تینوں نے آپس میں جو گفتگو کی، میں نے ابھی سنی ہے اور اس سے معلوم ہوا ہے کہ ان کی منزل گاؤں کی بجائے کوئی اور ہے۔ وہ لوگ گاؤں سے کافی فاصلے سے گزر کر آگے جائیں گے۔ اور..... انیل نے کہا تو خاور چونک پڑا۔ انیل درست کہہ رہا تھا کیونکہ ان تینوں نے وہی باتیں کی تھیں جن کا انیل ذکر کر رہا

تھا۔

”آل رائٹ انیل۔ یقیناً وہ تینوں ہمارے مطلوبہ پاکیشیائی ایجنٹ ہی ہوں گے۔ تم ان کا خاموشی اور احتیاط سے تعاقب کرو۔ میں چند ممبرز کو تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں۔ ساتھیوں کے پہنچ جانے پر ان تینوں کو گرفت میں لے کر یہاں لے آنا۔ اور..... موہن کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔ ممبرز کتنی دیر میں یہاں پہنچیں گے۔ اور..... انیل نے کہا۔

”جلد ہی کیونکہ اس سڑک تک وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے پہنچیں گے اور وہاں سے آگے پیدل سفر کرتے ہوئے تم تک پہنچ جائیں گے۔ تم ٹرانسمیٹر اپنے پاس ہی رکھنا کیونکہ وہ ہیلی کاپٹر سے اترنے کے بعد تم سے رابطہ قائم کریں گے اور تم انہیں گائیڈ کرو گے کم از کم پندرہ منٹ بعد تم ان کی کال کے منتظر رہنا۔ اپنی حفاظت کا خیال رکھنا اور ساتھیوں کے پہنچنے تک ان تینوں کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دینا۔ اور اینڈ آل..... موہن نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹیکسی میں خاموشی پھیل گئی لیکن اس دوران خاور فیصلہ کر چکا تھا اسے کیا کرنا چاہئے چنانچہ اس نے اپنی جیب سے سائیلنسر ڈ لگا ریوالور نکالا اور زمین سے اٹھ کھڑا ہوا۔ انیل ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اس نے انجن بند کیا اور دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ خاور نے اس کے سر کا نشانہ لے کر فائر

کر دیا۔

انیل کو اپنی جگہ سے اٹھنا نصیب نہ ہوا اور وہ بے جان ہو کر اسٹیرنگ پر جھکتا چلا گیا۔ خاور نے دروازہ کھولا اور احتیاط سے انیل کی جیبوں کی تلاشی لی تو ایک جیب سے چھوٹا سا کارڈ برآمد ہوا۔ خاور نے ٹیکسی کی اندرونی لائٹ آن کی اور روشنی میں کارڈ کا جائزہ لیا تو بے اختیار چونک پڑا۔ کارڈ پر ایک استخوانی کھوپڑی کی چھوٹی سی تصویر بنی ہوئی تھی۔ اس انسانی مردہ کھوپڑی کی آنکھوں کے گڑھوں میں انگریزی حرف آر لکھا ہوا تھا جبکہ منہ کے خلا میں انگریزی حرف اس انداز میں لکھا تھا کہ جیسے کھوپڑی کے منہ کے درمیانی بالائی دانت اوپر سے آپس میں ملے ہوئے ہوں۔ اس کے علاوہ کارڈ پر کچھ نہ تھا لیکن خاور سمجھ گیا تھا کہ کھوپڑی کی تصویر پر رام رام انجینی کا مخصوص مونوگرام تھا۔ اس نے کارڈ اپنی جیب میں رکھا اور انیل کی جیب سے ملنے والا سائیلنسر ڈیوالتور لے کر واپس اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھنے لگا لیکن وہ کافی فکر مند تھا۔ عمران کی ہدایات کے مطابق انہیں خاموشی سے اپنی منزل پر پہنچنا تھا لیکن اب یہ ممکن نہیں رہا تھا۔ انیل کے ساتھی جو یقیناً دارالحکومت سے ہیلی کاپٹر میں پندرہ منٹ بعد وہاں پہنچنے والے تھے، انیل کی ٹیکسی میں پڑی انیل کی لاش دیکھ کر سمجھ جاتے کہ اسے کس نے قتل کیا ہے اور وہ لوگ فوراً ہی وسیع علاقے میں ان تینوں کی تلاش شروع کر دیتے۔ انہی خدشات میں گھرا خاور اپنے ساتھیوں کے قریب

پہنچ گیا۔

”کیا ہوا۔ تم نے بڑی دیر لگا دی“..... چوہان نے جلدی سے پوچھا۔

”ہم خطرے میں گھرنے والے ہیں“..... خاور نے کہا۔

”اوہ۔ کیسا خطرہ“..... تنویر نے چونکتے ہوئے کہا تو خاور نے انہیں انیل اور موہن کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتایا۔ تفصیل سن کر چوہان اور تنویر بھی پریشان ہو گئے۔

”اب کیا ہوگا۔ منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی ہمارا راز کھل گیا۔“ چوہان نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”دیکھا جائے گا۔ ہمارے پاس پندرہ منٹ ہیں۔ اتنے وقت میں ہمیں کم از کم گاؤں تک پہنچ جانا چاہئے“..... خاور نے کہا۔

”اگر آنے والوں نے پیدل چلنے کی بجائے ہیلی کاپٹر سے ہی ہمیں تلاش کرنا شروع کر دیا تو پھر“..... تنویر نے پریشان سی آواز میں کہا۔

”شاید لیکن فی الحال آؤ۔ ہمیں تیزی سے فاصلہ طے کرنا چاہئے“..... خاور نے بے پروائی سے کہا اور پھر وہ تینوں تیزی سے گاؤں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

رپورٹ نہیں دی تھی۔

ٹہلٹے ٹہلٹے کرنل پھوکر داس نے رک کر میز پر رکھے سگار بکس سے ایک سگار نکالا ہی تھا کہ اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے سگار چھوڑا اور ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھا لیا۔
 ”لیں۔ کرنل پھوکر داس فرام دس اینڈ“..... اس نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”گنگا رام بول رہا ہوں“..... دوسری طرف سے وزارت دفاع کے سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ آپ کیسے ہیں مسٹر گنگا رام“..... کرنل پھوکر داس نے چونک کر کہا۔

”آل رائٹ۔ آپ کے لئے ایک اہم اطلاع ہے جس کا تعلق ہماری منسٹری سے ہے“..... گنگا رام نے کہا۔

”فرمائیے۔ میں سن رہا ہوں“..... کرنل پھوکر داس نے جلدی سے کہا۔

”ہمارے ریکارڈز روم انچارج میجر رام چند، اس کی اسسٹنٹ لڑکی ریکھا اور اردلی کونشہ آور قلاقتد کھلا کر بے ہوش کر دیا گیا تھا جس کا ہمیں تھوڑی دیر پہلے علم ہوا ہے“..... سیکرٹری دفاع گنگا رام کی آواز سنائی دی تو کرنل پھوکر داس بے اختیار چونک پڑا۔ معاملہ واقعی اہم بلکہ خطرناک تھا کیونکہ بے ہوش ہونے والے افراد کا تعلق ایسے ریکارڈز روم سے تھا جہاں قومی سلامتی اور دفاعی امور سے متعلقہ

کرنل پھوکر داس بے تابی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے ذہن پر وہ پاکیشیائی ایجنٹ سوار تھے جن کے بارے میں جی ایچ کیو نے اطلاع دی تھی کہ وہ ایجنٹ شہر میں داخل ہو چکے ہیں۔ اگرچہ کیپٹن ریوند لال یہ عزم ظاہر کر کے گیا تھا کہ وہ شام سے پہلے پہلے عمران اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے اس کے قدموں میں لا پھینکے گا لیکن کرنل پھوکر داس کو یقین نہیں تھا کہ کیپٹن ریوند اتنی جلدی پاکیشیائی ایجنٹوں تک پہنچ جائے گا۔ پاکیشیائی سیکرٹ سروس کی ٹیم ماضی میں جب بھی کافرستان آئی، کافرستان کی تمام ایجنسیاں مل کر بھی عمران اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار نہیں کر سکی تھیں۔ آج تک پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ایک ممبر بھی ہلاک کرنا تو درکنار گرفتار تک نہ کیا جاسکا تھا اسی لئے وہ اس فکر میں مبتلا تھا کہ ابھی تک پاکیشیائی ایجنٹوں کی گرفتاری کے بارے میں کسی ممبر نے

ٹاپ سیکرٹ فائلیں اور دوسرا ریکارڈ رکھا جاتا تھا۔

”کیا آپ نے اس معاملے سے متعلق معلومات حاصل کی ہیں۔ انہیں کس نے نشہ آور مٹھائی کھلائی تھی؟..... کرنل پھوکر داس نے پوچھا۔

”صرف گیٹ گارڈز انچارج سے معلوم ہو سکا ہے کہ میجر رام چند کا ایک ادھیڑ عمر دوست شیکھر اس سے ملنے آیا تھا۔ اس کی آمد سے دس منٹ قبل میجر رام چند نے گیٹ پر فون کر کے ہدایت کی تھی کہ اس کا ایک دوست شیکھر آنے والا ہے اور اسے ریکارڈ روم میں پہنچا دیا جائے۔ دس منٹ بعد شیکھر نامی شخص وہاں پہنچا تو اس کے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھا۔ ایک گارڈ نے اسے ریکارڈ روم تک گائیڈ کیا۔ تقریباً نصف گھنٹہ بعد شیکھر واپس گیا تو وہ خالی ہاتھ تھا۔ شاید وہ شخص میجر رام چند کے لئے مٹھائی لایا تھا جو اس کے واپس جانے کے بعد کھائی گئی تھی“..... گنگا رام نے کہا۔

”اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ شیکھر کی لائی ہوئی مٹھائی صرف ان تینوں نے کھائی جو بے ہوش ہوئے تھے اور شیکھر نے مٹھائی نہیں کھائی تھی۔ یقیناً اس کی موجودگی میں مٹھائی استعمال کی گئی تھی اور شیکھر کو بھی کھانی چاہئے تھی کیونکہ اگر مٹھائی رام چند کے بچوں کے لئے تھی تو آفس میں کھانے کی بجائے وہ ڈبہ اپنے گھر لے جاتا۔ اردلی تک کو مٹھائی کھلائی گئی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ مٹھائی لانے والا خود نہ کھاتا۔ لگتا ہے کہ شیکھر نے دانستہ کھانے سے گریز کیا اور

جب تینوں افراد بے ہوش ہو گئے تو شیکھر نے کسی کو ان کی بے ہوشی کی اطلاع دینے کی ضرورت بھی نہ سمجھی۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ اردلی کو بھی مٹھائی کھلائی گئی حالانکہ عام طور پر اردلی کو اتنی وقعت نہیں دی جاتی“..... کرنل پھوکر داس نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”بالکل۔ اردلی کو مٹھائی کمرے سے باہر جا کر کھانی چاہئے تھی لیکن اس نے کمرے کے اندر کھائی۔ مٹھائی کا ڈبہ اس کے پاس ہی فرش پر پڑا ملا ہے“..... دوسری طرف سے گنگا رام نے کہا۔

”نہیں ایسا تو نہیں کہ شیکھر ریکارڈ روم سے کوئی فائل اڑا کر لے گیا ہو عملہ کی بے ہوشی کے بعد“..... کرنل پھوکر داس نے اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ ریکارڈ روم بدستور لاک ہے اور چابیاں میجر رام چند کی جیب میں موجود ملی ہیں“..... گنگا رام نے جلدی سے کہا۔

”کیا ان تینوں کو ہوش آ گیا ہے؟“..... کرنل پھوکر داس نے طویل سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں۔ انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کی جا رہی ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ خود آکر اس معاملہ کو دیکھیں۔ کہیں کوئی ایسی گڑبڑ نہ ہو گئی ہو جو ہمارے لئے ناقابل تلافی نقصان کا باعث بن جائے۔“ گنگا رام کی آواز سنائی دی۔

”بہتر۔ میں چند منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔ میرے آنے تک ان

تینوں سے کوئی سوال نہ کیا جائے۔ اوکے..... کرنل پھوکر داس نے آخر میں کہا اور فون کا رسیور رکھ دیا۔ سیکرٹری دفاع کی بات ماننا اس کے لئے ضروری نہ تھا اور وہ اپنی جگہ کسی ممبر کو وہاں بھیج سکتا تھا لیکن معاملہ نہایت اہم تھا اس لئے اس نے خود جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار وزارت دفاع کے ہیڈ کوارٹر کی طرف دوڑ رہی تھی۔ ڈرائیونگ اس کا ایک ماتحت گوپال کر رہا تھا اور کرنل پھوکر داس عقبی نشست پر بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وزارت دفاع کے ہیڈ کوارٹر پہنچ کر گوپال نے عمارت کے برآمدے سے کچھ فاصلے پر کار روکی اور انجن بند کر دیا۔ وہ دونوں کار سے اتر کر برآمدے کی طرف بڑھے تو ان کے استقبال کے لئے سیکرٹری دفاع کا اردلی موجود تھا۔ وہ دونوں اردلی کی رہنمائی میں سیکرٹری دفاع کے کمرے میں پہنچے تو اندر آفس ٹیبل کے پیچھے بیٹھے سیکرٹری گنگا رام نے کرسی سے کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے ہیلو کہا اور کرنل پھوکر داس اس سے مصافحہ کر کے اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے اشارے پر گوپال بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کرنل پھوکر داس۔ آپ کے لئے کافی منگواؤں یا ٹھنڈا“۔ گنگا رام نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اخلاقیات کہا۔

”تھینک یو۔ فی الحال کسی چیز کی طلب نہیں ہے۔ وہ تینوں کہاں ہیں۔ کیا انہیں ہوش آ گیا ہے“..... کرنل پھوکر داس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ کیا انہیں یہاں طلب کیا جائے“..... گنگا رام نے سر ہلا کر کہا۔

”نہیں۔ وہیں چلتے ہیں“..... کرنل پھوکر داس نے جلدی سے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ چند لمحوں بعد وہ تینوں ریکارڈ روم میں داخل ہوئے تو کمرے میں میجر رام چند، ریکھا اور ایک اردلی کے علاوہ مسلح گارڈز بھی موجود تھے۔ میجر رام چند اس کی اسٹنٹ ریکھا اور اردلی تینوں بہت پریشان نظر آ رہے تھے۔ ان تینوں نے کرنل پھوکر داس، گنگا رام اور گوپال کو سلام کیا اور وہ سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”میجر رام چند۔ آپ مجھے تفصیل سے پورا واقعہ بتائیں۔ کوئی بات رہنی نہیں چاہئے“..... کرنل پھوکر داس نے میجر رام چند سے سخت لہجے میں کہا تو میجر رام چند نے اپنے دوست شیکھر کی فون پر گفتگو سے لے کر اپنے بے ہوش ہونے تک کے واقعات تفصیل سے بیان کئے۔

”تو کیا تم نے یقین کر لیا تھا وہ اجنبی شخص جسے تم پہچان نہیں سکے تھے۔ ماضی میں تمہارا دوست ہوا کرتا تھا“..... کرنل پھوکر داس نے کہا۔

”در اصل پچاس سال گزر چکے ہیں۔ میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے وہ میرا کوئی دوست ہو اور مجھے یاد نہ آ رہا ہو اس لئے میں نے اس سے ملاقات کرنے میں کوئی حرج نہ سمجھا۔ اس کے علاوہ جس گرم جوشی سے وہ ملا اور فرط مسرت سے اس کے آنسو بہنے لگے،

اس سے مجھے یقین کرنا پڑا کہ واقعی وہ بچپن کے زمانے میں میرا دوست تھا۔ اس نے اپنی مرحومہ ماں کا بھی ذکر کیا تھا کہ وہ اکثر اس سے میرے بارے میں پوچھا کرتی تھی..... میجر رام چند نے جواب میں کہا تو کرنل پھوکر داس ریکھا اور اردلی کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے پوچھ گچھ کی لیکن ان کے بیانات سے بھی اس کی تسلی نہ ہو سکی۔

”اس واقعہ سے تو یہی لگتا ہے کہ شیکھر یہاں سے کچھ چوری کرنے آیا تھا“..... کرنل پھوکر داس نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے شیکھر یہاں سے کوئی اہم فائل لے گیا ہو جس کے لئے اس نے ان لوگوں کو نشہ آور قلاقند کے ذریعے بے ہوش کیا اور خود شوگر کے مریض کا بہانہ بنا کر قلاقند کھانے سے گریز کیا تھا“۔ سیکرٹری گنگا رام نے خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”بالکل۔ گوپال۔ تم میجر رام چند کے ساتھ فائل روم کو چیک کرو۔ یہ ناممکن ہے کہ شیکھر نے بے مقصد ان لوگوں کو بے ہوش کیا ہو“۔ کرنل پھوکر داس نے اپنے ماتحت گوپال سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو میجر رام چند، گوپال کے ساتھ اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کرنل پھوکر داس کی پیشانی پر فکر مندی کے تاثرات تھے اور وہ میجر رام چند کے بیان پر غور کر رہا تھا کہ شیکھر کون تھا اور اس کا یہاں آنے کا مقصد کیا تھا۔ چند منٹ بعد گنگا رام کرنل پھوکر داس

سے معذرت کر کے کمرے سے باہر چلا گیا۔ تقریباً نصف گھنٹہ بعد میجر رام چند اور گوپال فائل روم میں فائلوں کی چیکنگ مکمل کر کے واپس آ گئے۔

”چیف۔ فائل روم میں ہر چیز سلامت اور محفوظ ہے۔ نہ کوئی لاک ٹوٹا ہوا ہے اور نہ ہی کوئی فائل اپنی جگہ سے غائب ہوئی ہے“۔ گوپال نے مودبانہ لہجے میں کرنل پھوکر داس سے کہا تو کرنل پھوکر داس گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ اس کا ذہن مطمئن نہیں ہو رہا تھا کیونکہ میجر رام چند کے بیان کے تجزیہ سے اس نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا کہ شیکھر نامی شخص کی یہاں آمد بے مقصد ہرگز نہیں تھی اور اس نے کوئی نہ کوئی ضرور گڑبڑ کی ہوگی لیکن فی الحال گوپال کی تصدیق پر یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ وہ گوپال کے ساتھ اپنے آفس روانہ ہو گیا۔

مسکراتے ہوئے جولیا کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا تو گارڈ نے چونک کر جولیا کی طرف دیکھا اور فوراً ہی سلام کر دیا۔
 ”کیا بات ہے سنتری“..... جولیا نے انتہائی سخت لہجے میں گارڈ سے کہا تو وہ گھبرا گیا۔

”کچھ نہیں مس صاحبہ۔ آپ لوگ جا سکتے ہیں“..... گارڈ نے خوفزدہ لہجے میں جولیا اور صفدر سے کہا اور پیچھے ہٹ کر دوسرے گارڈ کو اشارہ کیا تو اس گارڈ نے سڑک سے رکاوٹ اٹھا دی۔ صفدر نے کار آگے بڑھا دی۔

”عمران صاحب بہت باخبر آدمی ہیں۔ نہ جانے انہوں نے کہاں سے معلوم کر لیا کر ریفائزری منیجر کی کوئی بیٹی بھی ہے۔“ صفدر نے مسکرا کر کہا۔

”ہاں۔ اگر نہ ہوتی تو ہم یہاں روک لئے جاتے“..... جولیا نے اس کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”بلکہ گرفتار کر لئے جاتے۔ بہر حال اسی طرح آپ کی تعظیم و عزت ہوتی رہی تو ہم اپنے مقصد میں آسانی سے کامیاب ہو جائیں گے اور کسی کو ہم پر شبہ بھی نہ ہو سکے گا“..... صفدر نے آہستہ سے ہنس کر کہا۔

ریفائزری کے احاطے کے گیٹ پر انہیں روکا گیا اور صفدر نے جولیا کے بارے میں گارڈز کو بتایا تو جولیا کی حیثیت کا علم ہوتے ہی گیٹ کھول دیا گیا اور صفدر نے اندر آ کر کار دائیں جانب واقع

تقریباً نصف گھنٹہ کے سفر کے بعد جولیا اور صفدر کو کچھ فاصلے پر دائیں جانب آئل ریفائزری دکھائی دینے لگی۔ چند منٹ بعد صفدر نے مین روڈ سے کار اس چھوٹی سی سڑک پر موڑی جو تقریباً نصف کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ریفائزری کے گیٹ تک جاتی تھی۔ درمیان میں ایک چیک پوسٹ تھی۔ اس چیک پوسٹ کے قریب پہنچ کر صفدر نے کار روکی تو ایک سیکورٹی گارڈ اس کے قریب آ گیا۔
 ”آپ کہاں جا رہے ہیں“..... گارڈ نے صفدر سے کہا۔
 ”اندر۔ جنرل منیجر صاحب کے پاس“..... صفدر نے جواب میں کہا۔

”کس مقصد سے۔ شناختی کارڈ دیجئے ذرا“..... گارڈ نے کہا۔
 ”ان سے شناخت مانگو۔ یہ تمہارے جنرل منیجر صاحب کی صاحبزادی ہیں اور اپنے ڈیڈی سے ملنے آئی ہیں“..... صفدر نے

اجنبی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا لیکن وہ دونوں بے پروائی کے انداز میں بائیں جانب کی راہداری میں مڑ گئے جس کے باہر دیوار پر نصب ایک تختی پر تیر کے نشان سمیت ”آفیسرز رومز“ کے الفاظ لکھے تھے۔ اس راہداری میں آنے والے سامنے متعدد کمرے تھے۔ چند کمروں کے باہر چڑاسی ٹائپ ملازم کھڑے دکھائی دے رہے تھے۔ بائیں ہاتھ کے تیسرے کمرے کے باہر آویزاں تختی پر ”جنرل منیجر“ کے الفاظ لکھے تھے اور وہاں ایک چڑاسی کھڑا جولیا اور صفدر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کمرے کا دروازہ بند تھا۔ وہ دونوں چڑاسی کے قریب آ کر رک گئے۔

”جی ایم صاحب موجود ہیں اندر“..... صفدر نے سوالیہ انداز میں چڑاسی سے کہا۔

”نہیں جناب۔ وہ ابھی ابھی دورے پر گئے ہیں“..... چڑاسی نے جواب میں کہا۔

”اوہ۔ کیا ڈیڈی کسی غیر ملکی دورے پر چلے گئے ہیں“..... جولیا نے پریشان ہو کر جلدی سے کہا تو چڑاسی نے حیرت سے جولیا کی طرف دیکھا۔

”نہیں مس صاحبہ۔ وہ ریفرنسری یونٹ کے وزٹ پر گئے ہیں۔ آپ اندر تشریف رکھیں“..... چڑاسی نے مؤدبانہ لہجے میں جولیا سے کہا اور مڑ کر کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ صفدر اور جولیا کمرے میں داخل ہوئے تو کمرے میں کوئی نہ تھا۔ شاندار آفس ٹیبل کے

پارکنگ ایریا کی طرف موڑ دی جہاں کافی گاڑیاں پارک تھیں۔ صفدر نے پارکنگ شیڈ کے باہر ہی کار روک کر انجن بند کر دیا۔ وہ دونوں کار سے اترے اور اس طرف بڑھنے لگے جس طرف ایڈمنسٹریشن بلاک کی عمارت دکھائی دے رہی تھی۔ ریفرنسری کے احاطے میں کئی افراد ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔ آئل ریفرنسری کافی وسیع و عریض رقبہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ تنصیبات اور عمارت کے درمیان ساٹھ ستر قدم کا فاصلہ تھا۔ درمیانی حصے میں گراسی پلاٹ تھے جن کے گرد سرسبز اور قد آدم پودوں کی باڑ تھی۔ عمارت سے اس باڑ تک ایک پختہ راستہ تھا جس پر کچھ افراد آ جا رہے تھے۔ ان افراد میں مردوں کے علاوہ خواتین و مرکز بھی تھیں۔ احاطے کے گیٹ سے عمارت کا فاصلہ بھی تقریباً پچاس ساٹھ قدم کا تھا۔ صفدر اور جولیا بڑے اطمینان سے اس انداز میں آ گے بڑھ رہے تھے جیسے پہلے بھی کئی بار وہاں آ چکے ہوں اور اس جگہ سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہوں۔ آنے جانے والوں میں کئی افراد نے سرسری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا اور چند ایک کی آنکھوں میں حیرت بھی نمودار ہوئی لیکن چونکہ صفدر اور جولیا میک اپ میں کافرستانی نظر آ رہے تھے، اس لئے کسی نے ان سے کچھ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی اور وہ کسی روک ٹوک کے بغیر عمارت کے قریب پہنچ گئے۔ وہ دونوں برآمدے میں داخل ہوئے تو دائیں بائیں طویل راہداریاں دکھائی دیں۔ برآمدے میں ایک مسلح گارڈ کھڑا انہیں

پیچھے رکھی ریوالونگ چیئر خالی پڑی تھی۔ جولیا اور صفدر میز کے بائیں جانب پڑی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ چڑاسی اندر آ کر دروازے میں رک گیا تھا۔

”ڈیڈی کب تک وزٹ سے واپس آئیں گے“..... جولیا نے چڑاسی سے پوچھا۔

”تقریباً نصف گھنٹہ بعد۔ آپ لوگ کیا پینا پسند کریں گے۔“ چڑاسی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ابھی تو کچھ نہیں۔ البتہ ڈیڈی آ جائیں تو ان کے ساتھ کافی پیئیں گے“..... جولیا نے مسکرا کر کہا تو چڑاسی نے سر ہلایا اور مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ باہر جا کر اس نے دروازہ بند کیا تو صفدر نے جولیا کو مخصوص اشارہ کیا اور اٹھ کر ایک کونے میں واقع واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ وہ واش روم میں داخل ہوا تو جولیا دروازے کی طرف دیکھتی رہی۔ تقریباً تین منٹ بعد صفدر واش روم سے باہر آیا تو اس کے بیٹھنے کے بعد جولیا اپنی کرسی سے اٹھی اور واش روم میں داخل ہو گئی۔ تقریباً دو منٹ بعد وہ باہر نکلی اور صفدر کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

”کتنا وقت لگایا ہے“..... صفدر نے سرگوشی کے انداز میں جولیا سے پوچھا۔

”نصف گھنٹہ۔ تم چڑاسی کو بلا کر اسے بتا دو کہ ہم ریفرنسری کی سیر کرنے جا رہے ہیں“..... جولیا نے سر ہلاتے ہوئے آہستہ سے

کہا تو صفدر نے اٹھ کر میز پر رکھی گھنٹی کا بٹن پریس کیا اور فوراً ہی اپنی کرسی پر آ بیٹھا۔ تین سیکنڈ بعد دروازہ کھلا اور چڑاسی کمرے میں داخل ہوا۔

”یس سر۔ حکم فرمائیں“..... چڑاسی نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہم تنہائی میں بوریت محسوس کر رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ تم ہمارے ساتھ چلو اور ڈیڈی کے واپس آنے تک ہمیں ریفرنسری کی سیر کراؤ“..... جولیا نے مسکرا کر کہا۔

”بہت بہتر مس صاحبہ۔ تشریف لائیں“..... چڑاسی نے سر ہلا کر کہا تو صفدر اور جولیا کرسیوں سے اٹھ کر چڑاسی کے ساتھ کمرے سے باہر نکلے اور عمارت سے باہر آ کر چڑاسی کی رہنمائی میں ریفرنسری یونٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ وہاں پہنچ کر چڑاسی انہیں ریفرنسری کے مختلف حصوں کی سیر کراتا رہا اور وہ دونوں چڑاسی کی نگاہ سے بچ کر اپنا اپنا کام کرتے رہے۔ تقریباً بیس منٹ بعد صفدر نے اپنی گھڑی پر وقت دیکھ کر جولیا کو واپسی کے لئے مخصوص اشارہ کیا تو جولیا نے قدم روک لئے۔

”کیا ڈیڈی اپنے آفس میں واپس پہنچ گئے ہوں گے“..... جولیا نے چڑاسی سے کہا۔

”شاید“..... چڑاسی نے جواب میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم ذرا جا کر معلوم کرو۔ ہم اتنی دیر میں اور گھوم

گیٹ بند کرنے کی کوشش کی لیکن صفدر نے یکدم پوری قوت سے ایکسیلیٹر پیڈل پریس کر دیا۔ سائرن کی خوفناک چنگھاڑ میں ایک دھماکا ہوا اور ان کی کار آدھ کھلے گیٹ کو توڑتی اور گارڈز کو ایک طرف اچھالتی باہر نکل آئی۔ صفدر اور جولیا نے کار کے گیٹ کے ساتھ ٹکراتے وقت اپنے چہرے جھکا لئے تھے ورنہ کار کی ونڈ اسکرین کے ٹوٹنے والے ٹکڑے ان کے چہروں کو ناقابل شناخت بنا دیتے۔ اس احتیاط کے باوجود بھی صفدر کی پشت اور گردن پر شیشے کی کرچیوں نے خراشیں ڈال دی تھیں لیکن فوری طور پر نہ تو اسے تکلیف کا احساس ہو سکا تھا اور نہ ہی یہ محسوس کرنے کا وقت تھا۔ ان کا راز افشا ہو چکا تھا۔ یقیناً چڑاسی سے اپنی بیٹی کی آمد اور ریفا سزئی تنصیبات کی طرف اس کی موجودگی کا ذکر سن کر جنرل منیجر نے خطرہ محسوس کر لیا تھا اور اس نے سائرن بجانے کے ساتھ ساتھ ان دونوں کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا تھا چنانچہ صفدر اور جولیا کے پاس وہاں سے فوری طور پر فرار ہو جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اور اب اتنا وقت بھی نہ رہا تھا کہ وہ اس سلسلے میں کچھ سوچ بچار سے کام لیتے۔ ان کے ڈالے ہوئے ٹائم بموں کے بلاسٹ ہونے اور ریفا سزئی میں تباہی پھیلنے میں چند منٹ رہ گئے تھے۔ گویا زندگی موت میں جنگ کا آغاز ہو چکا تھا اور صرف چار منٹ بعد فتح حاصل ہونے والی تھی چنانچہ گیٹ سے باہر آتے ہی صفدر کار کی رفتار میں اضافہ کرتا چلا گیا۔

لیتے ہیں۔ ڈیڈی آپچکے ہوں تو تم ہمیں آکر لے جانا“..... جولیا نے مسکرا کر کہا تو چڑاسی نے سر ہلایا اور مڑ کر واپس عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ صفدر اور جولیا نے واش روم میں باری باری جا کر ٹائم بموں پر نصف گھنٹے کا وقت ایڈجسٹ کیا تھا اور وہ عام ریٹ وایج سائز کے ٹائم بم انہوں نے سیر کے دوران ریفا سزئی کے مختلف حصوں میں ڈال دیئے تھے۔ ٹائم بم بلاسٹ ہونے میں صرف دس منٹ باقی تھے چنانچہ جونہی چڑاسی نگاہوں سے اوجھل ہوا، صفدر اور جولیا تیزی سے پارکنگ شیڈ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ یہ جگہ پارکنگ سے کافی فاصلے پر تھی اس لئے کار تک پہنچنے میں انہیں چار پانچ منٹ لگ گئے۔ وہ دونوں کار میں بیٹھے اور صفدر نے انجن اشارت کر کے اس کا رخ احاطے کے گیٹ کی طرف کر دیا لیکن گیٹ کے پاس پہنچتے ہی یکدم فضا خطرے کے سائرن سے گونجنے لگی۔ یہ سائرن ریفا سزئی کے مختلف حصوں میں نصب تھے اس لئے سائرن بجتے ہی ریفا سزئی میں بھگدڑ مچ گئی جولیا اور صفدر پریشان ہو گئے۔ گیٹ کے قریب واقع سیکورٹی روم سے کئی گارڈز دوڑتے ہوئے باہر آ گئے۔ گیٹ پر موجود گارڈز نے گیٹ کھولا ہی تھا کہ ایڈمنسٹریشن آفس کی عمارت کی طرف سے کئی گارڈز دوڑتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان کا رخ گیٹ کی طرف ہی تھا۔

”روکو۔ اس گاڑی کو روک لو“..... آنے والے گارڈز نے دور سے ہی چیختی ہوئی آواز میں کہا تو گیٹ گارڈز نے جلدی سے دوبارہ

پڑے۔

”جھک جائیں مس جولیا“..... صفدر نے فوراً چیخ کر کہا تو جولیا نے پھرتی سے خود کو آگے کی جانب جھکا دیا اور کار سڑک پر مضبوط بانس کی رکاوٹ سے ٹکرائی۔ دوسرے ہی لمحے بانس کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔ صفدر نے جلدی سے اسٹیرنگ پر جھکا ہوا سر اٹھا کر سامنے کی طرف دیکھا اور تیزی سے اسٹیرنگ کو کنٹرول میں کر لیا ورنہ کار سڑک سے اتر کر درختوں سے جا ٹکراتی۔ جولیا نے سیدھے ہو کر پیچھے کا جائزہ لیا تو ان کے تعاقب میں آنے والی گاڑیاں قریب پہنچ چکی تھیں۔ بانس کی رکاوٹ سے ٹکرانے کے سبب ان کی کار کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ اس لئے صفدر نے بیک ویو آئینے میں پیچھے کا جائزہ لیتے ہوئے رفتار میں اضافہ کرنے لگا لیکن چند سیکنڈ بعد ہی عقب سے ان پر فائرنگ ہونے لگی۔ مشین گنوں کی خوفناک آوازوں سے فضا لرز رہی تھی لیکن درمیانی فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے گولیاں ان کی کار تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو رہی تھیں۔

”مس جولیا۔ مین روڈ تک پہنچنے سے پہلے ہی ان گاڑیوں سے نجات حاصل کر لیں“..... صفدر نے جولیا سے کہا تو جولیا نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور صفدر کی طرف اپنی پشت کر کے بیٹھ گئی۔ اس نے راکٹ ہسٹل والا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکالا اور اگلی گاڑی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ راکٹ اس گاڑی سے ٹکرایا اور اس گاڑی کے پرچے اڑ گئے تو اس کے عقب میں آنے والی دونوں گاڑیاں

”عقب میں آنے والوں کو آپ نے سنبھالنا ہے مس جولیا۔ راکٹ ہسٹل استعمال کرنا پڑے گا“..... صفدر نے پیچھے دیکھے بغیر جولیا سے کہا تو جولیا نے اپنی پنڈلی سے بندھا سیکرٹ سروس کا مخصوص ہتھیار راکٹ ہسٹل نکال لیا اور چہرہ موڑ کر پیچھے کا جائزہ لینے لگی۔ گیٹ سے دو تین گاڑیاں باہر آرہی تھیں۔ اس نے سامنے کی طرف دیکھا تو وہ راستے میں واقع چیک پوسٹ کے قریب پہنچنے والے تھے لیکن وہاں سے سڑک پر نہ صرف بانس کی رکاوٹ موجود تھی بلکہ چھ سات مسلح گارڈز بھی سڑک کے دونوں طرف اور درمیان میں کھڑے تھے اور ان کی مشین گنوں کا رخ صفدر اور جولیا کی کار کی طرف تھا۔ ایک لمحہ میں صورت حال کا جائزہ مکمل کر کے جولیا نے راکٹ ہسٹل والا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکالا اور جونہی سڑک پر کھڑے گارڈز سے ان کا درمیانی فاصلہ کچھ اور کم ہوا، جولیا نے ہونٹ بھیپتے ہوئے چیک پوسٹ کی عمارت پر راکٹ فائر کر دیا۔

ہسٹل سے نکلنے والا سگار نما راکٹ فضا میں سفید کیرسی بناتا ہوا عمارت سے جا ٹکرایا اور زور دار دھماکے سے عمارت طبع کا ڈھیر بن گئی۔ مسلح گارڈز بوکھلا کر عمارت کی طرف متوجہ ہوئے اور جولیا نے سڑک کے بائیں ہاتھ پر کھڑے تین گارڈز پر فائر کر دیا۔ راکٹ ان میں سے ایک گارڈ سے ٹکرا کر پھٹ گیا اور اس کے ساتھ باقی دونوں گارڈز کے بھی پرچے اڑ گئے جبکہ سڑک کے وسط اور دوسری جانب کھڑے گارڈز جان بچانے کے لئے دائیں جانب دوڑ

فل رفتار سے تباہ ہونے والی گاڑی سے ٹکرا کر الٹ گئیں۔ جولیا کے لبوں پر درندگی بھری مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ دوبارہ سیٹ پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ صفدر بھی بیک ویوئر آئینے میں تعاقب کرنے والی گاڑیوں کا انجام دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ وہ مین روڈ کے قریب پہنچ چکے تھے لیکن جونہی صفدر نے مین روڈ پر پہنچ کر کار شہر کی طرف موڑی، فضا پے در پے دھماکوں سے گونجنے لگی۔ ان دونوں نے بیک وقت ریفائزری کی طرف دیکھا تو ریفائزری سے اٹھنے والے دھوئیں اور آگ کے مرغولے آسمان کی طرف بلند ہو رہے تھے اور ہولناک دھماکوں کے ساتھ ساتھ آگ کا دائرہ پھیلتا جا رہا تھا۔ صفدر سامنے دیکھتے ہوئے سوچنے لگا کہ ریفائزری کی تباہی کی خبر یقیناً ان کے شہر میں داخل ہونے تک شہر میں پہنچ جائے گی اور ان کی گرفتاری کے لئے تمام فورسز سڑکوں پر نکل آئے گی اس لئے ضروری تھا کہ وہ جلدی سے شہر میں داخل ہو کر کسی جگہ خود کو محفوظ کر لیتے چنانچہ وہ کار کو فل رفتار سے دوڑا رہا تھا۔ یہ خطرہ بھی بہر حال موجود تھا کہ ان کے شہر میں داخل ہونے سے پہلے پولیس اور فائر بریگیڈ کی گاڑیاں شہر سے باہر نکل آئیں تو اس سڑک پر ہی انہیں گھیر لیا جائے گا۔ ظاہر ہے کار کی نمبر پلیٹ اور کلر کے علاوہ ٹوٹا ہوا ونڈ اسکرین فوری طور پر ان کی پہچان بن سکتے تھے اور جلد ہی صفدر کے خدشات حقیقت بن کر سامنے آ گئے۔ ابھی وہ شہر کی حدود سے تقریباً ایک کلومیٹر دور ہی تھے کہ شہر کی طرف سے سائرن

بجاتی کئی گاڑیاں طوفانی رفتار سے آتی دکھائی دینے لگیں۔ ان میں پولیس، ایسولینس اور فائر بریگیڈ گاڑیاں شامل تھیں لیکن پولیس گاڑیوں کی تعداد زیادہ تھی اور دوسری گاڑیوں کے آگے دوڑ رہی تھیں۔ یقیناً ریفائزری سے پولیس کی مطلع کیا گیا تھا اور آنے والی گاڑیوں سے صفدر اور جولیا کے بچنے کا وقت تھا اور نہ امکان تھا چنانچہ صفدر اور جولیا پریشانی میں مبتلا ہوتے چلے گئے۔

خاور، چوہان اور تنویر تقریباً دس منٹ بعد ایک چھوٹے سے گاؤں کے قریب پہنچے تو انہوں نے کچی سڑک چھوڑ دی اور دائیں ہاتھ پر کھیتوں کے درمیان ایک پگڈنڈی پر آگے بڑھنے لگے۔ ان کھیتوں میں دور دور تک قد آدم گھنی فصلیں لہلہا رہی تھیں۔ ان تینوں کے پاس اگرچہ ٹارچیں تھیں لیکن انہوں نے ٹارچیں جلانے سے گریز کیا اور ستاروں کی مدھم روشنی میں سفر کرتے رہے۔ تھوڑی دیر میں وہ گاؤں سے تقریباً تین سو قدم کے فاصلے پر پہنچ گئے اور وہاں سے دوبارہ مغرب کی طرف قدم اٹھانے لگے۔ ٹھیک اسی لمحے فضاء میں ہیلی کاپٹر کا مخصوص شور ابھرنے لگا۔ انہوں نے بے اختیار مڑ کر عقب کی طرف دیکھا تو بہت دور فضاء میں ایک روشنی حرکت کرتی نظر آنے لگی۔ یقیناً وہ روشنی ہیلی کاپٹر کی تھی اور وہ ہیلی کاپٹر گاؤں کی سمت اڑا چلا جا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ تینوں یکدم پریشان ہو گئے لیکن انہوں نے اپنے قدم نہ روکے۔ ان کا اندازہ تھا کہ ہیلی کاپٹر والے انہیں پہلے گاؤں میں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے اور ان کے وہاں نہ ملنے کے بعد ہی انہیں ادھر ادھر تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر گاؤں کے اوپر جا پہنچا لیکن وہاں اترنے کی بجائے ہیلی کاپٹر نے رخ بدلا اور اس سمت میں پرواز کرتا دکھائی دیا جس طرف خاور، تنویر اور چوہان سفر کر رہے تھے۔

انہوں نے ہیلی کاپٹر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو ہیلی کاپٹر کی

رفتار زیادہ نہیں تھی اور اس پر نصب سرچ لائٹ کی روشنی کا دائرہ زمین پر حرکت کر رہا تھا جس سے کافی ایریا روشن ہو رہا تھا۔ وہ تینوں ممبرز رک کر ہیلی کاپٹر کی سمت دیکھتے ہوئے پریشان ہو رہے تھے۔

”اوہ۔ ہیلی کاپٹر تو بالکل ہماری سیدھ میں اس طرف آ رہا ہے۔“ تنویر نے یکدم بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
 ”لگتا ہے اس کے مقدر میں ہمارے ہاتھوں فنا ہونا لکھا ہے، اس لئے آنے دو“..... خاور نے بے پروائی سے کہا۔
 ”تو کیا ہم اسے تباہ کریں گے“..... چوہان نے چونکتے ہوئے کہا۔

”فی الحال تو نہیں لیکن ناگزیر صورت حال ہو گئی تو یہی کرنا پڑے گا۔ میرے ساتھ آؤ“..... خاور نے جواب میں کہا اور دائیں جانب مڑ گیا۔ اس طرف کھیت میں لمبے پودوں والی فصل اگی ہوئی تھی۔ ہیلی کاپٹر ابھی تقریباً دو سو قدم کے فاصلے پر تھا۔ خاور، چوہان اور تنویر اس کھیت میں داخل ہوئے اور قد آدم فصل نے انہیں چھپا لیا۔ خاور کھیت کے کنارے پر واقع پودوں میں چھپا تاکہ ہیلی کاپٹر پر نگاہ رکھ سکے۔ تنویر اور چوہان اس سے چند قدم آگے کھیت کے تقریباً وسط میں تھے لیکن وہ پلٹ کر خاور کے عقب میں آ کر بیٹھے۔ ہیلی کاپٹر ست رفتاری سے اڑتا ہوا لمحہ بہ لمحہ اس کھیت کے قریب آتا جا رہا تھا۔

”میں تو کہتا ہوں کہ اسے دور ہی نشانہ بنا ڈالیں“..... تنویر نے کہا۔

”نہیں۔ اس طرح ہماری یہاں موجودگی ثابت ہو جائے گی۔ ہیلی کاپٹر کا ایئر بیس سے رابطہ ختم ہونے پر ہمارے دشمن فوراً سمجھ جائیں گے کہ ہیلی کاپٹر حادثے کا شکار ہو چکا ہے چنانچہ زیادہ تعداد میں ہیلی کاپٹر وسیع پیمانے پر ہماری تلاش شروع کر دیں گے۔“ خاور نے سخت لہجے میں کہا اور اسی لمحے ہیلی کاپٹر ان کے کھیت سے تیس چالیس گز کے فاصلے پر بائیں جانب مڑ گیا۔ اس کا رخ اب مغرب کی طرف تھا۔ خاور، چوہان اور تنویر نے اطمینان کا سانس لیا اور ہیلی کاپٹر کے کافی دور نکل جانے کے بعد وہ تینوں کھیت سے نکل آئے۔ دور جاتے ہیلی کاپٹر کو دیکھتے ہوئے وہ دوبارہ اپنی مطلوبہ سمت میں آگے بڑھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر کی روشنیاں لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی جا رہی تھیں جو آخر کار بالکل ہی معدوم ہو گئیں۔ نہ جانے وہ کس طرف نکل گیا تھا۔ وہ تینوں تیزی سے قدم اٹھاتے رہے اور تقریباً نصف گھنٹہ بعد ایک بنجر اور ناہموار علاقے میں جا پہنچے۔ اس علاقے میں دور دور تک خود رو جھاڑیاں اور کہیں کہیں اونچے نیچے ٹیلے دکھائی دے رہے تھے۔ آبادی کا کسی طرف نشان تک نظر نہ آ رہا تھا۔

”خاور۔ ابھی اور کتنا سفر کرنا ہے“..... تنویر نے خاور سے پوچھا کیونکہ عمران نے اسے پارٹی لیڈر بنا کر چوہان اور تنویر کے ساتھ

بھیجا تھا۔

”کیا تھک گئے ہو“..... خاور نے قدم روکے بغیر مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ چائے کی طلب ہو رہی ہے“..... تنویر نے جواب میں کہا۔

”چائے تو اب مشن سے واپسی پر ہی نصیب ہو سکے گی۔ اس وقت تک ہمیں صبر کرنا پڑے گا“..... خاور نے پیچھے دیکھے بغیر کہا۔ تقریباً پچیس منٹ تک مسلسل سفر کے بعد انہیں دور سے ایک جنگل کے آثار دکھائی دینے لگے۔ لیکن ابھی وہ اس جنگل سے تقریباً سو قدم دور ہی تھے کہ آگے چلنے والا خاور یکدم رک گیا۔ اس سمت سے کسی گاڑی کے انجن کی ہلکی سی آواز اس کی سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔ خاور کے رکنے پر چوہان اور تنویر نے بھی قدم روکے اور انہیں بھی وہ آواز سنائی دینے لگی جو جنگل کے بائیں جانب سے آ رہی تھی۔ ان لوگوں نے اس سمت میں دیکھا لیکن اس طرف کوئی گاڑی نظر نہ آئی۔ شاید وہ ٹیلوں کی آڑ میں تھی البتہ گاڑی کے لمحہ بہ لمحہ بڑھتے شور سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ گاڑی انہی کی سمت میں آ رہی تھی۔ ان تینوں کے خیال میں وہ کوئی فوجی گاڑی ہی ہو سکتی تھی کیونکہ یہ سرحدی ایریا تھا اور اس علاقے میں فوجی کیمپوں کی موجودگی یقینی بات تھی۔ خاور نے تنویر اور چوہان کو اشارہ کیا اور وہ تینوں دوبارہ آگے بڑھنے لگے لیکن اب وہ پہلے کی نسبت زیادہ

جس کی آواز انہوں نے سنی تھی۔ شاید فوجی کچھ دور اپنی گاڑی روک کر پیدل ان کی طرف آئے تھے اور انہیں دیکھ کر نیلے کی آڑ میں رک گئے تھے۔

”سنا نہیں تم نے۔ فوراً ہاتھ بلند کر لو ورنہ ہم فائر کھول دیں گے“..... ان کے مخاطب فوجی نے غراتے ہوئے لہجے میں دوبارہ کہا تو خاور نے گہرا سانس لے کر ہاتھ اٹھا دیئے۔ چوہان اور تنویر نے بھی اس کی تقلید کی۔ انہیں حکم دینے والا فوجی چند قدم آگے بڑھ کر رک گیا۔ اس کے کندھوں کے بیچ اسے ٹائیک یا حوالدار ظاہر کر رہے تھے۔ باقی فوجی آگے بڑھے اور انہوں نے تنویر، خاور اور چوہان کو گھیرے میں لے لیا۔

”تم لوگ کون ہو اور کہاں جا رہے ہو“..... ٹائیک نے انہیں گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تو وہ تینوں خاموش رہے۔ ٹائیک نے اپنا سوال دہرایا۔

”ہم اپنے گاؤں جا رہے ہیں۔ ہمارا گاؤں جنگل کی دوسری طرف ہے“..... خاور نے جواب میں کہا۔

”جھوٹ بکتے ہو خبیث۔ ہیلی کاپٹر والے تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں اور تم ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہو کیونکہ جنگل کی دوسری طرف نہ کوئی گاؤں ہے اور نہ آبادی“..... ٹائیک نے دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا تو خاور اور اس کے ساتھی چونک پڑے۔ یقیناً ہیلی کاپٹر والوں نے سرحدی محافظوں کو ان کے بارے

تیزی سے قدم اٹھا رہے تھے تاکہ اس گاڑی کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی جنگل تک پہنچ کر خود کو پوشیدہ کر لیا جائے۔

گاڑی کی آواز لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی لیکن ابھی تک وہ نمودار نہیں ہوئی تھی۔ چند لمحوں بعد گاڑی کی آواز یکدم ختم ہو گئی جس کا مطلب تھا کہ وہ کہیں رک گئی تھی اور اس کا انجن بند ہو چکا تھا۔ چوہان، تنویر اور خاور نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ وہ اپنی منزل تک کسی سے ٹکرائے بغیر پہنچنا چاہتے تھے۔ وہ تیزی سے جنگل کے قریب پہنچتے جا رہے تھے۔ جنگل کافی گھنا لگتا تھا اور دائیں سے بائیں پھیلے ہوئے اس جنگل سے گزر کر ان تینوں کو دوسری طرف پہنچنا تھا لیکن ابھی وہ جنگل سے تقریباً چالیس قدم دور ہی تھے کہ اچانک ان کے بائیں جانب چند قدم کے فاصلے پر واقع ایک نیلے سے چند ٹارچوں کی تیز روشنیاں خاور، تنویر اور چوہان پر پڑیں اور وہ لوگ یکدم بوکھلا کر رک گئے۔ انہوں نے جلدی سے نیلے کی طرف دیکھا تو اس طرف سے چھ فوجی محافظ مشین گنوں سمیت نمودار ہو چکے تھے ان میں سے تین کے پاس ٹارچیں تھیں جن کی روشنیوں نے انہیں گھیرے میں لے رکھا تھا اور فوجیوں کی مشین گنوں کا رخ تنویر، چوہان اور خاور کی طرف تھا۔

”ہالٹ۔ تم ہمارے گھیرے میں ہو۔ ہاتھ بلند کر لو ورنہ چھلنی کر دیئے جاؤ گے“..... ایک فوجی نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا تو تینوں ممبرز پریشان ہو کر رہ گئے۔ یقیناً وہ فوجی اسی گاڑی سے آئے تھے

میں مطلع کر دیا تھا اور وہ فوجی انہی کی تلاش میں اس طرف آنکے تھے۔ ان کے خیال میں وہ بری طرح پھنس چکے تھے کیونکہ فوجیوں کو ڈاج دینا بے حد مشکل تھا۔

”ان کی تلاش لو۔ ہری اپ“..... انہیں خاموش دیکھ کر نائیک نے اپنے ساتھیوں سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو دو محافظوں نے اپنی مشین گنیں اپنے کندھوں سے لٹکائیں اور سیکرٹ سروس کے ممبرز کے قریب آ کر ان کے لباسوں کی تلاشی لینے لگے چونکہ ان تینوں نے اپنے ہتھیار لباس کے اندر اپنی پنڈلیوں سے باندھ رکھے تھے، اس لئے دو محافظوں کو ان کے لباس سے کوئی اسلحہ نہ ملا تو وہ پیچھے ہٹ گئے اور انہوں نے دوبارہ ممبرز پر مشین گنیں تان لیں۔

”ٹھیک ہے۔ انہیں لے آؤ۔ کوئی بھاگنے کی کوشش کرے تو فوراً اسے گولی مار دینا“..... نائیک نے اپنے ماتحتوں سے سخت لہجے میں کہا اور مڑ کر ٹیلے کی طرف بڑھ گیا۔ چاروں طرف کھڑے محافظوں نے تنویر، چوہان اور خاور کو اس طرف چلنے کا حکم دیا اور وہ پانچ مشین گنوں کے گھیرے میں نائیک کے پیچھے قدم بڑھانے لگے۔ خاور تیزی سے سوچ رہا تھا کہ محافظوں سے کیسے نجات حاصل کی جائے۔ اسلحہ کا استعمال ان کے لئے مزید خطرات پیدا کر سکتا تھا کیونکہ فائرنگ کا شور سن کر اس علاقے میں موجود گشت کرنے والے دوسرے فوجی محافظ فوراً ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور انہیں دوبارہ گرفتار کر لیا جاتا لیکن خاور کو اپنی ذمہ داری کا احساس بھی

تھا۔ اسے نہ صرف اپنی بلکہ تنویر اور چوہان کی زندگی بھی بچانی تھی۔ نائیک ان سے چند قدم آگے تھا اور وہ لوگ خاموشی سے اس کے پیچھے قدم اٹھا رہے تھے۔ نائیک کے دو ماتحت ان کے دائیں بائیں اور تین عقب میں آ رہے تھے۔

تھوڑی دور آ کر انہیں کچھ فاصلے پر کھڑی ایک فوجی جیپ کا ہیولا نظر آنے لگا جس کی تمام روشنیاں بجھی ہوئی تھیں۔ نائیک اسی جیپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جلد ہی وہ جیپ کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ نائیک نے جیپ کے دروازے کے پاس پہنچ کر اندر نصب ٹرانسمیٹر آن کیا اور بولنے لگا۔

”ہیلو کیپٹن صاحب۔ نائیک دھرمیندر کالنگ۔ اوور“..... نائیک نے اپنے الفاظ دو مرتبہ دہراتے ہوئے کہا۔
”یس دھرمیندر۔ کیپٹن جیون رسیونگ یو۔ اوور“..... چند سیکنڈ بعد ٹرانسمیٹر سے ایک سخت سی آواز ابھری۔

”سر۔ ہم نے ان تینوں کو گرفتار کر لیا ہے جن کی تلاش کا آپ نے حکم دیا تھا۔ اوور“..... نائیک دھرمیندر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔
”گڈ۔ ویری گڈ دھرمیندر۔ کیا وہ تینوں خالصے ہیں۔ اوور۔“
دوسری طرف سے مسرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

”یس سر لیکن ان کی تلاشی لینے سے اسلحہ نہیں ملا۔ وہ لوگ جنگل کی دوسری جانب جانا چاہتے تھے۔ اوور“..... دھرمیندر نے جواب میں کہا۔

ہوتے ہوئے اس فوجی کو دبوچا اور جیب کی طرف اپنی پشت کر کے اس کی گردن کے گرد بازو لپیٹا اور پھر فوجی کی پشت اپنے سینے سے لگالی تو اس فوجی کے ہاتھ سے مشین گن گر گئی اور وہ خود کو خاور کی گرفت سے آزاد کرانے کی کوشش کرنے لگا۔ دوسرے فوجی تیزی سے خاور کی طرف لپکے لیکن اسی لمحے تنویر اور چوہان نے ہاتھ گرا کر ان فوجیوں پر حملہ کر دیا۔ تنویر کا گھونسا ایک فوجی کی ناک پر پڑا اور وہ درد کی شدت سے کراہنے لگا۔ اس کے ہاتھ سے مشین گن گر گئی اور اس نے اپنی خون آگتی ناک پر ہاتھ رکھ لیا۔

چوہان نے دوسرے فوجی کی پسلیوں میں کھڑی ہتھیلی سے ضرب لگائی اور وہ فوجی چیختا ہوا زمین پر گر گیا تو چوہان نے فوراً ہی تیسرے فوجی کو دبوچا اور اٹھا کر چوتھے فوجی پر اچھال دیا۔ تیسرا فوجی اپنے ساتھی پر گرا تو دونوں ہی زمین بوس ہو گئے۔ اسی لمحے خاور نے اپنی گرفت میں دبے فوجی کی گردن کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور وہ آدمی بے جان ہو کر زمین پر گرنا چلا گیا۔ اس کی گردن ٹوٹ گئی تھی۔ تنویر نے جھپٹ کر ایک مشین گن زمین سے اٹھائی تو اسی لمحے نائیک دھرمیندر تیزی سے جیب سے اترا اور اپنا ریوالور نکالتا ہوا چوہان کی طرف جھپٹا ہی تھا کہ خاور نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ دھرمیندر کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا اور وہ لڑکھڑایا ہی تھا کہ خاور نے بڑھ کر فوراً ہی اس کے جڑے پر آہنی گھونسا مارا تو دھرمیندر کراہتا ہوا کمر کے بل زمین پر جا گرا۔ اس کے سنبھلنے

”یقیناً یہ وہی ہیں جنہیں گرفتار کرنے پہلی کا پٹر آیا ہے۔ تم انہیں یہاں لے آؤ۔ میں پہلی کا پٹر والوں کو اطلاع دیتا ہوں۔ اور“۔ کیپٹن جیون نے کہا۔

”رائٹ سر۔ ہم لار ہے ہیں انہیں۔ اور“..... نائیک دھرمیندر نے سر ہلا کر کہا۔

”انہیں فرار ہونے کا ہرگز موقع نہیں ملنا چاہیے دھرمیندر۔ وہ بے حد خطرناک افراد ہیں۔ ان پر دشمن ملک کے ایجنٹ ہونے کا شبہ ہے۔ لہذا ان میں سے کوئی فرار ہونے کی کوشش کرے تو اسے فوراً ختم کر دینا۔ اور اینڈ آل“..... کیپٹن جیون نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو دھرمیندر نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور جیب کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

”انہیں اندر بٹھاؤ اور ان کی سخت نگرانی کرو“..... دھرمیندر نے اپنے ماتحتوں کی طرف دیکھ کر سخت لہجے میں کہا تو محافظوں نے تنویر، چوہان اور خاور کو جیب کے پچھلے حصے میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ اس دوران خاور حرکت میں آنے کا فیصلہ کر چکا تھا چنانچہ وہ جیب میں سوار ہونے کے لئے آگے بڑھا لیکن دوسرے قدم پر ہی لڑکھڑا کر زمین پر گیا۔

”اوہ۔ اسے کیا ہو گیا ہے“..... ایک محافظ نے چونکتے ہوئے کہا اور خاور کی طرف لپکا۔ اس نے جھک کر خاور کا بازو پکڑا اور اسے کھڑا کرنے کی کوشش کی لیکن خاور نے یکدم اچھل کر کھڑے

سے پہلے ہی تنویر نے مشین گن کا رخ اس کی طرف کر دیا۔
 ”فائر مت کرنا“..... خاور نے چیخ کر کہا۔ چوہان نے بھی ایک
 مشین گن اٹھا کر فوجیوں پر تان لی۔ دھرمیندر جلدی سے اٹھ کھڑا
 ہوا تو خاور نے پھرتی سے اس کا گرا ہوا ریوالور اٹھا کر اس پر تان
 لیا۔ فوجیوں کی زمین پر گرنے والی ٹارچوں میں سے ایک ابھی جل
 رہی تھی۔

”خبردار۔ تم میں سے کوئی حرکت نہ کرے“..... خاور نے
 فوجیوں سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”تم۔ تم لوگ بچ کر نہیں جا سکتے۔ اس علاقے میں ہماری پوری
 ایک بٹالین موجود ہے“..... دھرمیندر نے غراتے ہوئے لہجے میں
 کہا۔

”سٹ اپ۔ ہاتھ بلند کر لو“..... خاور نے اسے ڈانٹتے ہوئے
 کہا تو دھرمیندر نے اسے گھورتے ہوئے ہاتھ بلند کر لئے اور بقیہ
 چاروں فوجیوں نے بھی اس کی تقلید کی۔ دھرمیندر کا ایک ماتحت
 خاور کے ہاتھوں زندگی کی بازی ہار چکا تھا۔

”ہیلی کاپٹر کہاں ہے“..... خاور نے دھرمیندر سے پوچھا۔

”مجھے معلوم نہیں“..... دھرمیندر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”جھوٹ بکتے ہو“..... تنویر نے جارحانہ انداز میں غراتے ہوئے

کہا۔

”کیپٹن جیون کو علم ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ ہیلی کاپٹر کیپ میں اترا

ہو۔ تم لوگوں کی بہتری اسی میں ہے کہ ہتھیار پھینک کر خود کو
 ہمارے حوالے کر دو“..... دھرمیندر نے سخت لہجے میں کہا تو خاور
 آگے بڑھا اور اس نے یکدم ریوالور کے دستے سے دھرمیندر کے
 سر میں ضرب لگا دی۔

دھرمیندر کراہتا ہوا زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا لیکن اسی لمحے
 ایک فوجی نے تنویر کو دھرمیندر کی طرف متوجہ پا کر اس پر حملہ کر دیا
 اور تنویر کے ہاتھ سے مشین گن گر گئی۔ وہ لڑکھڑایا ہی تھا کہ اس
 فوجی نے جھک کر زمین سے مشین گن اٹھانے کی کوشش کی مگر تنویر
 نے فوراً سنبھل کر اس پر چھلانگ لگائی اور فوجی منہ کے بل زمین پر
 جا گرا۔ اس نے تیزی سے کروٹ لی اور سیدھا ہوا ہی تھا کہ تنویر
 اس کے سینے پر چڑھ گیا اور اس کے منہ پر گھونٹے برسانے لگا تو
 فوجی کے حلق سے کراہیں نکلنے لگیں۔ باقی فوجیوں کو چوہان اور خاور
 نے مشین گنوں سے کور کر رکھا تھا۔ تنویر کے تیسرے گھونٹے کے بعد
 اس کے نیچے پڑے فوجی نے یکدم کروٹ لی اور تنویر دائیں طرف
 لڑھک گیا لیکن فوراً ہی سنبھل گیا اور جونہی اس فوجی نے زمین سے
 اٹھنے کی کوشش کی، تنویر نے وحشیانہ انداز میں اس کے پہلو میں
 گھونسا جمایا اور فوجی چیختا ہوا دوبارہ ڈھیر ہو گیا۔

”ختم کرو یار۔ وقت کم ہے“..... خاور نے غراتے ہوئے لہجے
 میں کہا اور اسی لمحے فوجی نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی تو تنویر نے
 اس کی گردن پر چچا تلا ہاتھ رسید کر دیا۔ کراٹے کی اس ضرب سے

کافی بڑا اور بلند تھا اور خاور اس ٹیلے کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ اس کی آڑ میں پہنچ جائیں اور یہ خدشہ نہ رہے کہ عقب سے کوئی انہیں دیکھ سکے گا لیکن جیسے ہی وہ اس آخری ٹیلے کے گرد گھوم کر دوسری طرف پہنچے، انہیں جھٹکا سا لگا اور وہ یکدم اپنی جگہ ساکت ہوتے چلے گئے۔

فوجی کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ بے جان چھپکلی کی طرح زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ تنویر جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے مشین گن اٹھا کر نائیک دھرمیندر پر تان لی۔ خاور نے اپنی پنڈلی سے بندھا ریوالور نکالا اور ایک فوجی کی پیشانی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ بے آواز گولی نے فوجی کو چیخنے کی مہلت نہ دی اور وہ بے جان ہو کر زمین پر گرتا چلا گیا۔ خاور نے نائیک دھرمیندر اور باقی دو سپاہیوں کو بھی موت کی آغوش میں پہنچایا اور ریوالور جیب میں رکھ لیا۔

”اب چلو۔ ہمیں جلد سے جلد جنگل میں داخل ہو جانا چاہئے۔“

خاور نے ایک فوجی کی مشین گن اٹھا کر تنویر اور چوہان سے کہا اور پھر وہ تینوں تیزی سے جنگل کی طرف بڑھنے لگے لیکن اب وہ کافی محتاط تھے کیونکہ کہیں بھی اچانک فوجیوں کے کسی گروپ سے سامنا ہو سکتا تھا۔ خاور کے اندازے کے مطابق فوجی کیمپ اور کیپٹن جیون اسی سمت میں ہو سکتے تھے جس طرف سے دھرمیندر اور اس کے ماتحت آئے تھے۔ کیپٹن جیون نے دھرمیندر سے کہا تھا کہ وہ ہیلی کاپٹر والوں کو اطلاع دے رہا ہے تو اس کا مطلب واضح تھا کہ ہیلی کاپٹر کیمپ کی بجائے کسی دوسری جگہ پر اترا تھا۔ وہ نامعلوم جگہ کسی سمت میں بھی ہو سکتی تھی۔ اس لئے وہ تینوں بڑے محتاط انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ جنگل تک راستے میں کئی چھوٹے بڑے اور بلند ٹیلے حائل تھے۔ وہ تیزی سے قدم سے قدم اٹھاتے جنگل کے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ ان کے راستے میں واقع آخری ٹیلا

شہر سے آنے والی گاڑیاں ابھی تقریباً چار سو گز کے فاصلے پر تھیں۔ صفدر نے جلدی سے رفتار کم کی اور کار سڑک سے اتار کر روکنے کے بعد انجن بند کر دیا۔ وہ دونوں فوراً کار سے اترے اور تیزی سے درختوں کی طرف لپکے۔ درختوں کی دوسری جانب آ کر کھیتوں کی طرف دوڑے اور ایک کھیت میں داخل ہو گئے جس میں قد آدم پودوں والی فصل اگی ہوئی تھی۔ اس کھیت سے نکل کر وہ سامنے والے کھیت میں داخل ہو گئے۔ تمام کھیتوں میں مکئی کی بلند فصلیں تھیں جو اتنی بلند اور گھنی تھیں کہ انہیں باہر سے نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ تیسرے کھیت کے وسط میں پہنچ کر وہ دونوں رک گئے۔ اب وہ سڑک سے تقریباً سو قدم کے فاصلے پر تھے۔ سائرن کی آواز یہاں بھی سنائی دے رہی تھی لیکن اب وہ ریفائزری کی سمت میں تھی اور رفتہ رفتہ مدہم ہوتی جا رہی تھی۔ گویا شہر سے آنے والی گاڑیاں ان کی کار سے گزر کر آگے جا چکی تھیں۔

”مس جولیا۔ آپ دومنٹ یہاں ٹھہریں، میں باہر کا جائزہ لے کر آتا ہوں“..... صفدر نے جولیا سے کہا۔

”نہیں صفدر۔ اب ہمیں اسی طرف سے شہر کی جانب بڑھنا چاہئے۔ مجھے لگتا ہے ریفائزری کی طرف سے بھی گاڑیاں آرہی ہیں اور ہماری کار دیکھ کر وہ کار کی سیدھ میں ادھر ہی آئیں گے۔ ہمیں فوراً اس جگہ سے دور نکل جانا چاہئے“..... جولیا نے جلدی سے کہا۔

”آل رائٹ۔ آئیے“..... صفدر نے ایک لمحہ کے لئے جولیا کے

سامنے سے آنے والے خطرے سے بچنے کے لئے صفدر نے جلدی سے دائیں بائیں دیکھا۔ سڑک کے دونوں جانب درختوں کے پیچھے دور تک کھیتوں کے سلسلے واقع تھے مگر اس طرف جانے کا کوئی راستہ نظر نہ آ رہا تھا۔ صفدر جانتا تھا کہ پولیس کو ریفائزری سے حادثے کی اطلاع کے ساتھ ان دونوں کے بارے میں بھی بتادیا گیا ہوگا اور ان کی کار کے نمبر سے بھی پولیس کو باخبر کر دیا ہوگا۔ ایسے میں آنے والی پولیس گاڑیاں انہیں لازماً روکتیں اور اس وقت وہ کار کو سڑک سے دائیں یا بائیں لے جانے کی کوشش کرتا تو پھر بھی انہیں مشتبہ سمجھ کر پولیس ان کا تعاقب کرنے لگتی۔ اس نے جولیا سے اس خدشے کا ذکر کیا۔

”ہمیں کار چھوڑ دینی چاہئے۔ شہر تک ہم پیدل پہنچ سکتے ہیں۔“

جولیا نے جواب میں کہا تو صفدر نے اس کی تجویز سے اتفاق کیا۔

خدا شہ پر غور کرتے ہوئے کہا تو جولیا اس کے ساتھ کھیت سے گزر کر دوسری جانب آئی اور پھر وہ دونوں اطراف کے کھیتوں کے درمیان تقریباً دو فٹ کشادہ خشک نالے میں چلتے ہوئے شہر کی سمت میں بڑھنے لگے۔ جولیا نے راکٹ پٹل دوبارہ اپنی پنڈلی سے باندھے الاسٹک کے ساتھ پھنسا کر ریوالور نکال لیا تھا جبکہ صفدر کے ہاتھ میں بھی ریوالور تھا اور وہ جولیا کے آگے چل رہا تھا۔ نالے کی نرم ریتی مٹی کی وجہ سے ان کے قدموں کی آہٹیں پیدا نہیں ہو رہی تھیں اور وہ سڑک کے متوازی سفر کر رہے تھے۔ تقریباً ڈیڑھ سو گز کا فاصلہ طے ہونے کے بعد بلند فصلوں والے کھیتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور تقریباً اتنے فاصلے پر نظر آنے والی عمارتوں تک خالی کھیت تھے۔ اس لئے صفدر رک گیا کیونکہ کھیتوں کی آڑ ختم ہونے کے بعد سڑک کی طرف سے انہیں با آسانی دیکھا جاسکتا تھا چنانچہ اس نے سوچا کہ پہلے اکیلا آگے جا کر سڑک کی سمت کا جائزہ لے کہ سڑک پر کوئی گاڑی موجود تو نہیں لیکن اسی لمحے عقب سے ایک آواز سن کر وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

”وہ ادھر ہیں“..... کسی نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔ جولیا اور صفدر نے تیزی سے سڑک دیکھا تو عقب کی جانب وہ جس کھیت سے نکل کر نالے میں آئے تھے، اس کھیت کے باہر دو پولیس اہلکار دکھائی دیئے۔ پولیس والوں کو دیکھ کر جولیا اور صفدر بوکھلا گئے اور اسی لمحے دونوں پولیس اہلکار سیٹیاں بجاتے ہوئے ان کی طرف

دوڑنے لگے۔

”بھاگو صفدر“..... جولیا نے چیختی ہوئی آواز میں جلدی سے کہا اور پھر وہ دونوں بدحواس جانوروں کی طرح کھیتوں کے آخر میں واقع شہر کی ابتدائی آبادی کی طرف دوڑنے لگے لیکن ان کے دوڑتے ہی عقب میں آنے والے دونوں سپاہیوں نے اپنے ریوالوروں سے ان پر فائرنگ شروع کر دی چونکہ فاصلہ زیادہ تھا اس لئے گولیاں ان تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ کھیتوں کی آڑ سے نکل کر صفدر اور جولیا نے رے بغیر سڑک کی طرف دیکھا تو اس طرف کوئی گاڑی یا آدمی نظر نہ آیا چنانچہ وہ ناک کی سیدھ میں دوڑتے رہے۔ کچھ دور آکر صفدر نے دوڑتے دوڑتے چہرہ موڑ کر پیچھے دیکھا تو عقب میں آنے والے سپاہیوں کی تعداد میں اضافہ ہو چکا تھا اور وہ مسلسل فائرنگ کرتے ہوئے ان کے پیچھے بھاگے چلے آ رہے تھے لیکن صفدر کو جولیا کی رفتار ست پڑتی محسوس ہو رہی تھی چنانچہ اس نے رک کر جولیا کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اور اس کے ساتھ پہلے سے زیادہ تیز دوڑنے لگا۔

زندگی اور موت کا کھیل جاری تھا اور موت پولیس والوں کی صورت میں ان کا تعاقب کر رہی تھی۔ شہری عمارتیں ابھی کچھ دور تھیں اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کے دونوں ممبرز ان عمارتوں تک پہنچنے کے لئے اپنی زندگی کی تیز ترین دوڑ لگا رہے تھے مگر اچانک شہر کی طرف سے آنے والی ایک پولیس کار سڑک پر رکتی دکھائی دی۔ اس

میں سے چھ پولیس اہلکار اترے اور سڑک سے اتر کر صفدر اور جولیا کی طرف دوڑنے لگے۔ ان کے ہاتھ میں کاشٹکوف رائفلیں تھیں۔ وہ صفدر اور جولیا کی طرف فائرنگ کرنے لگے تو صفدر نے رکے بغیر اپنی جیب سے راکٹ پستل نکالا اور ان افراد کی طرف راکٹ فائر کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک دھماکا ہوا اور ان میں سے تین افراد کے جسموں کے پر نیچے اڑ گئے جبکہ باقی سپاہیوں نے خود کو زمین پر گرا دیا یا شاید وہ زخمی ہو کر گر گئے تھے۔ صفدر اور جولیا کے تعاقب میں بھی آٹھ سپاہی دوڑ رہے تھے۔ صفدر نے مڑ کر ایک راکٹ ان کی طرف بھی فائر کر دیا جو ایک قطار میں ان کی جانب آ رہے تھے۔ تباہ کن راکٹ سب سے اگلے سپاہی کے جسم سے ٹکرایا اور زور دار دھماکے سے اس آدمی کے ساتھ پیچھے آنے والے تین سپاہی اور بھی موت کی آغوش میں پہنچ گئے۔ فائر کرتے ہی صفدر دوبارہ جولیا کے ساتھ آگے دوڑنے لگا۔

سڑک کی طرف سے آنے والے سپاہیوں میں سے جو بچ گئے تھے، وہ اٹھے اور جھکے جھکے صفدر اور جولیا کی طرف دوڑتے ہوئے ان پر دوبارہ گولیاں برسانے لگے لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کے باعث کوئی گولی ان تک نہیں پہنچ پا رہی تھی۔ چند لمحوں بعد عقب میں بچ جانے والے سپاہی بھی ریوالور سے صفدر اور جولیا کی طرف دوبارہ فائرنگ کرتے ہوئے ان کے پیچھے دوڑنے لگے۔ صفدر اور جولیا دونوں اطراف سے آنے والی گولیوں سے بچتے ہوئے جلد ہی

آبادی کی عمارتوں کے قریب جا پہنچے مگر اسی لمحے شہر کی طرف سے آنے والی ایک اور پولیس کار سڑک پر نمودار ہوئی اور سڑک سے اتر کر ان کی طرف دوڑنے لگی۔ کھیت پیچھے رہ گئے تھے اور وہاں زمین کسی قدر ہموار تھی، اس لئے پولیس کار کو اس طرف آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی اور اس میں سوار پولیس والے بھی صفدر اور جولیا پر فائرنگ کرنے لگے تھے لیکن صفدر اور جولیا رفتار سست کئے بغیر دوڑتے ہوئے پہلی عمارت کی چار دیواری کے قریب جا پہنچے۔ اتنے میں پولیس کار بھی کچھ قریب آ گئی تھی۔ صفدر نے رکتے ہوئے راکٹ پستل کا رخ پولیس کار کی طرف کیا اور فائر کر دیا۔ اگلے ہی لمحے پولیس کار ایک خوفناک دھماکے سے تباہ ہو گئی اور اس میں موجود پولیس اہلکار کار کے اندر ہی دوسری دنیا میں پہنچ گئے لیکن صفدر اور جولیا ان کا انجام دیکھنے کی بجائے دیوار کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے عمارت کے عقب میں پہنچ گئے اب انہیں سڑک کی طرف سے نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔

دیوار کی آڑ میں پہنچ کر رکتے ہی صفدر نے عقب میں آنے والے باقی سپاہیوں کی طرف راکٹ فائر کر دیا جو اپنے ریوالور سے ان کی طرف فائرنگ کرتے دوڑتے چلے آ رہے تھے۔ ان میں سے دو کے جسموں کے پر نیچے اڑ گئے اور تیسرا بھی گرتا دکھائی دیا۔

”آئیے۔ ہمیں فوری طور پر کہیں پوشیدہ ہو جانا چاہیے۔“ صفدر نے جولیا سے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر عمارت کی عقبی دیوار کے

ساتھ آگے کی طرف دوڑنے لگا۔ وہ کسی فیکٹری کی عمارت تھی اور اس سے آگے بھی کئی عمارتیں واقع تھیں جو کارخانے ہی تھے البتہ تھوڑی دیر بعد انہیں رہائشی عمارتیں بھی نظر آنے لگیں۔ جلد ہی وہ آبادی میں پہنچ گئے۔ وہاں دونوں اطراف میں عمارتیں اور چھوٹی بڑی گلیاں واقع تھیں۔ سڑک کی طرف سے پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دے رہے تھے مگر صفدر اور جولیا کے عقب میں کوئی نہ تھا چنانچہ وہ آبادی میں پہنچ کر دوڑنے کی بجائے تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ اپنا اسلحہ انہوں نے لباسوں میں چھپا لیا تھا تاکہ وہاں کا کوئی لیکن ان پر شبہ نہ کر سکے۔ وہ مختلف گلیوں میں تیزی سے سفر کرتے ہوئے کافی دور نکل آئے۔ اب وہ وقتی طور پر خطرے سے باہر تھے لیکن ابھی مطمئن نہیں تھے۔ سڑک پر ٹکنا دوبارہ موت کے منہ میں جانے کے مترادف تھا اور اس علاقے سے واقفیت نہ ہونے کے سبب بھٹک جانے کا بھی خدشہ تھا۔ سڑک کی طرف سے اب بھی پولیس گاڑیوں کے سائرن سنائی دے رہے تھے اور کسی لمحے پولیس ان کے سر پر پہنچ سکتی تھی چنانچہ صفدر نے چلتے چلتے جولیا کی رائے لی اور پھر ایک گلی میں داخل ہونے پر ایک کونجی کا کھلا ہوا گیٹ دیکھ کر وہ دونوں اس میں داخل ہو گئے۔ عمارت کے احاطے میں اور برآمدے میں کوئی ذی روح نظر نہ آ رہا تھا جبکہ برآمدے کے قریب ایک کار کھڑی تھی۔ وہ دونوں اطراف کا جائزہ لینے لگے لیکن اسی لمحے عمارت کے اندر

سے ایک آدمی برآمدے میں آیا اور رک کر حیرت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ وہ ادھیڑ عمر بوڑھا سا آدمی حلیئے سے ملازم معلوم ہوتا تھا۔ جولیا اور صفدر اطمینان سے قدم اٹھاتے ہوئے اس آدمی کے قریب جا رہے۔

”آپ دونوں کون ہیں اور اجازت کے بغیر اندر کیوں آئے ہیں“..... بوڑھے نے انہیں غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہم تمہارے مالک گوپی چند صاحب سے ملنے آئے ہیں۔“

صفدر نے مسکرا کر کہا۔ اس نے گیٹ پر نصب پلٹ پر اس عمارت کے مکین کا نام دیکھ لیا تھا جو آشتی ناول فیکٹری میں جنرل منیجر تھا۔

”کیا آپ کی ان سے ملاقات کا وقت طے شدہ ہے۔“ ملازم نے پوچھا۔

”نہیں لیکن وہ ہمیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہمیں ان کے پاس لے چلو، وہ خود ہی تمہیں ہمارے بارے میں بتا دیں گے۔ وہ موجود ہیں نا“..... صفدر نے جواب میں کہا۔

”ہاں۔ مگر اب وہ جانے والے ہیں۔ آئیے“..... ملازم نے سر ہلا کر واپس مڑتے ہوئے کہا تو صفدر اور جولیا اس کے پیچھے برآمدے میں داخل ہو گئے۔ عمارت میں مکمل خاموشی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس میں زیادہ افراد نہیں تھے پھر بھی جولیا نے معلوم کیا ان کے بیوی بچے موجود نہیں ہیں“..... جولیا نے قدم

ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا اور ساتھ ہی ہاتھ بلند کر لئے۔

”موت کے ڈسٹری بیوٹرز“..... صفدر نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”تم بھی ہاتھ بلند کر لو“..... جولیا نے ملازم سے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ملازم نے دہشت زدہ ہو کر ہاتھ اٹھا دیئے تو صفدر نے جولیا کو مخصوص اشارہ کیا اور وہ مڑ کر ملازم کے عقب میں آ گئی۔ دوسرے ہی لمحے اس کے ریوالور کا دستہ ملازم کے سر پر پڑا اور ملازم کراہتے ہوئے فرش پر گر کر بے ہوش ہوتا چلا گیا۔ اس کا انجام دیکھ کر گوپی چند خوف کی شدت سے کانپنے لگا۔

”تمہارے علاوہ اور کون ہے یہاں“..... صفدر نے گوپی چند کو گھورتے ہوئے کہا۔

”نک۔ کوئی۔ نہیں“..... گوپی چند نے خوف سے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا۔

”اپنی گاڑی کی چابیاں دو مجھے۔ ہری اپ“..... صفدر نے سخت لہجے میں کہا تو گوپی چند نے فوراً ہی ایک ہاتھ نیچے کر کے جیب سے چابیاں نکالیں اور صفدر کی طرف بڑھا دیں۔

”اگر زندہ رہنے کی آرزو ہے تو میرے سوالوں کے صحیح صحیح جواب دو“..... صفدر نے چابیاں جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور گوپی چند سے اس کی ذات اور مصروفیات سے متعلق سوالات کرنے لگا۔ گوپی چند خوفزدہ لہجے میں جواب دیتا رہا۔ صفدر آخری

بڑھتے ہوئے ملازم سے پوچھا۔

”وہ گزشتہ روز شہر میں کسی رشتہ دار کی شادی میں مصروف ہیں۔“
سیٹھ صاحب بھی اب وہیں جا رہے ہیں“..... ملازم نے رکے بغیر کہا۔

چند لمحوں بعد وہ ملازم کی رہنمائی میں راہداری کے ایک کمرے میں داخل ہوئے جو آرائش سے ڈرائنگ روم لگتا تھا۔ اندر ایک نوجوان شخص صوفے پر بیٹھا فون پر بات کر رہا تھا لیکن صفدر اور جولیا کو دیکھ کر اس نے چونکتے ہوئے فون کا رسیور رکھا اور حیرت سے ان کا جائزہ لینے لگا۔ صفدر مسکراتے ہوئے آگے بڑھا اور اس نے ہاتھ سے مصافحہ کے لئے اس آدمی کو یقیناً گوپی چند ہی تھا، کی طرف بڑھایا تو گوپی چند نے بھی بے اختیار صفدر کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن اسی لمحے صفدر نے مصافحہ کرنے کی بجائے پھرتی سے دوسرا ہاتھ جیب میں ڈال کر ریوالور نکالا اور اس آدمی پر تان لیا تو گوپی چند کی آنکھیں حیرت و خوف کی شدت سے پھیل گئیں اور ملازم بھی بے اختیار اچھل پڑا لیکن اسی لمحے جولیا نے بھی پھرتی سے اپنا ریوالور نکالا اور ملازم پر تان لیا۔

”ہاتھ بلند کر لو مسٹر گوپی چند۔ ورنہ اس بے آواز ریوالور کی گولہ تمہارے سینے میں سوراخ کر دے گی“..... صفدر نے دھمکی بھرے لہجے میں کہا۔

”تت۔ تم۔ تم کون ہو“..... گوپی چند نے خوف کی شدت سے

سوال کر کے گوپی چند کے عقب میں آ گیا اور جونہی گوپی چند نے جواب دیا، صفدر نے اس کے سر پر ریوالور کے دستہ سے ضرب لگائی تو وہ کراہتا ہوا صوفے پر ہی ڈھیر ہو گیا۔

”میں بیرونی گیٹ بند کر کے آتا ہوں۔ آپ جلدی سے اپنے چہرے میں تبدیلیاں کر لیں“..... صفدر نے جولیا سے کہا اور اپنی اندرونی جیب سے چھوٹا سا میک اپ بکس نکال کر جولیا کے حوالے کرنے کے بعد کمرے سے نکل آیا۔ باہر آ کر اس نے کمپاؤنڈ کا گیٹ بند کیا تو پولیس گاڑیوں کے سائرن کی ہلکی ہلکی آوازیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔ وہ واپس ڈرائنگ روم میں آیا تو جولیا میک اپ میں مصروف تھی۔ چند منٹ بعد وہ فارغ ہوئی تو صفدر نے اپنے میک اپ میں کچھ تبدیلیاں کیں اور پھر کمروں کی تلاشی لینے پر ایک کمرے میں وارڈ روب مل گیا جس میں زنانہ اور مردانہ کئی سوٹ موجود تھے۔

تقریباً چالیس منٹ بعد وہ نئے لباس اور شکلوں میں گوپی چند کی کار میں اس کی کونٹھی سے نکلے تو انہیں کوئی نہیں پہچان سکتا تھا کہ وہ دونوں وہی ہیں جو تقریباً ایک درجن پولیس اہلکاروں کو قتل کرنے والے مطلوب افراد ہیں۔ صفدر گلیوں میں کار دوڑانے لگا کیونکہ سڑک پر جانا خطرناک تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس علاقے سے کافی دور گنجان آبادی میں پہنچے اور پھر صفدر نے کار کا رخ سڑک کی طرف کر دیا۔ وہ سڑک پر پہنچے تو وہاں معمول کے مطابق زندگی رواں

دواں تھی اور کوئی پولیس گاڑی نظر نہ آ رہی تھی چنانچہ صفدر نے ایک چوراہے پر پہنچ کر کار دائیں جانب کی سڑک پر موڑ دی۔ تقریباً دس منٹ تک دو تین سڑکوں پر گھومنے کے بعد صفدر اور جولیا، ناصر کی کونٹھی پر پہنچ گئے۔ جہاں عمران بے تابی سے ان کا انتظار کر رہا تھا۔

نوجوان ہنس پڑا۔

”آپ نہ بھی بتائیں تو تب بھی سمجھ گیا ہوں کہ آپ کیا چاہتے ہیں“..... نوجوان نے جو کہ صفدر تھا، مسکراتے ہوئے کہا۔

”کسی کے عشق کی انتہا چاہتا ہوں۔ تمہیں کیا پتا کہ میں کیا چاہتا ہوں“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو صفدر نے چائے کے تھرمس سے کپ میں چائے ڈال کر عمران کی طرف بڑھا دی۔ عمران کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر ناصر کا ایک نوجوان ماتحت باہر بیٹھا دلچسپی سے عمران کی باتیں سن رہا تھا۔

”جولیا۔ تم بھی پی لو۔ تھکن دور ہو جائے گی“..... عمران نے ایک ہاتھ سے کپ پکڑتے ہوئے کہا۔

”مجھے طلب نہیں ہے“..... صفدر کے ساتھ بیٹھی جولیا نے منہ بنا کر کہا جو نئے میک اپ میں تھی۔ یہ میک اپ ناصر علی کے ٹھکانے پر پہنچتے ہی اس نے عمران کی ہدایت پر کیا۔ صفدر نے بھی میک اپ تبدیل کیا تھا اور پھر عمران نے انہیں اپنی مہم کے بارے میں بریف کیا تھا اس کے بعد وہ ان دونوں کے ساتھ روانہ ہوا تو اس نے جولیا اور صفدر کو راستے میں بتایا تھا کہ تنویر، خاور اور چوہان بھی ٹرین میں سفر کر رہے ہوں گے۔ عمران کے پلان کے مطابق تنویر، چوہان اور خاور نے ایک دوسرے راستے سے کافرستان کے ایک انتہائی اہم اور خفیہ پراجیکٹ تک پہنچنا تھا جبکہ عمران نے جولیا اور صفدر کے ساتھ سڑک کے راستے اس پراجیکٹ کے قریب ان تینوں ممبرز

سیاہ رنگ کی وین شہر سے باہر آئی اور سنسان سڑک پر فراٹے بھرنے لگی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک ادھیڑ عمر بوڑھا سا شخص موجود تھا جبکہ عقبی نشست پر ایک ادھیڑ عمر عورت کے ساتھ ایک نوجوان بیٹھا تھا۔ وہ مینوں دار الحکومت سے مسلسل سفر کر کے اس چھوٹے سے شہر میں پہنچے تھے اور وہاں صرف چند منٹ ایک ہوٹل پر رک کر انہوں نے اپنے تھرمس میں چائے لی تھی کیونکہ ابھی انہیں مزید دو گھنٹے سفر کرنا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ڈرائیور نے ایک ہاتھ بلند کر کے جمابہی لی۔

”کیا ہوا عمران صاحب“..... عقب میں بیٹھے نوجوان نے ڈرائیور سے کہا۔

”کیوں پوچھتے ہو۔ کیسے تم سے کہوں کہ میں کس لئے پیتا ہوں“۔ ڈرائیور نے شاعرانہ انداز میں کہا جو کہ عمران ہی تھا تو

سے جا ملنا تھا۔ دو گروپ بنانے کی وجہ یہ تھی کہ اگر ایک گروپ کسی مصیبت میں پڑ جائے یا مقررہ وقت پر منزل پر نہ پہنچ سکے تو دوسرا گروپ مشن کو مکمل کرے گا۔ عمران نے وزارت دفاع کے ریکارڈ روم سے اس پراجیکٹ سے متعلق فائل کی منی کیمرے سے تصویریں لی تھیں اور اس کی ہدایات پر ناصر نے ان تصویروں کے بڑے پرنٹ بنائے تھے جو پراجیکٹ کے اندر اور باہر کی تصاویر اور نقشے تھے۔ ایک نقشہ عمران نے خاور کو بھی دیا تھا اور اسے طے شدہ وقت پر وہاں پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔

”جولیا۔ تمہیں یقیناً بھوک لگ رہی ہو گی۔ راستے میں کسی روڈ ریستورنٹ سے کھانا کھائیں گے۔ اس کے بعد نہ جانے کب نصیب ہو“..... عمران نے چائے پی کہ خالی کپ پیچھے بیٹھے صفدر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو جولیا خاموش رہی۔ کچھ دیر بعد راستے میں ایک چیک پوسٹ پر پہنچ کر انہیں کار روکنا پڑی کیونکہ سڑک پر بانس کی رکاوٹ تھی اور وہاں پولیس کے دو سپاہی کھڑے تھے۔ اس کے علاوہ چیک پوسٹ کی عمارت کے باہر ایک میز کے گرد بھی دو افراد بیٹھے تھے جو سادہ لباس میں تھے۔ اس سے پہلے وہ پچھلی تین چیک پوسٹوں سے کسی خطرے کے بغیر گزرے تھے مگر یہاں دو سادہ لباس والوں کی موجودگی غیر معمولی تھی اس لئے عمران اور اس کے ساتھی ہوشیار ہو گئے۔ اس وقت ڈرائیونگ سیٹ پر بابر تھا اور عمران اس کے برابر میں بیٹھا تھا۔ یہ تبدیلی عمران نے دور سے چیک

پوسٹ کی روشنی دیکھ کر کی تھی۔

ان کے کار روکتے ہی سادہ لباس والوں میں سے ایک آدمی اٹھ کر ان کی طرف بڑھنے لگا۔ رکاوٹ کے پاس کھڑے ایک سپاہی نے بابر سے ڈرائیونگ لائسنس اور کار کے کاغذات طلب کئے اور بابر نے ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھے کاغذات اٹھا کر اس کے ہاتھ میں دے دیئے۔

”آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں“..... سادہ لباس والے نے قریب آ کر عمران سے کہا۔

”گھر جا رہے ہیں۔ آپ چلیں گے ہمارے ساتھ“..... عمران نے ناگوار سے لہجے میں کہا تو وہ آدمی بے اختیار مسکرا دیا۔

”نہیں جناب۔ شاید آپ مائنڈ کر گئے ہیں۔ علاقے میں ان دنوں حالات کافی خراب ہیں“..... اس شخص نے کہا۔

”فکر مت کریں۔ وہ ہمارا اپنا علاقہ ہے“..... عمران نے کہا۔ سپاہی ڈرائیونگ لائسنس اور کار کے کاغذات چیک کر رہا تھا۔

”پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔ آپ اپنا نام و پتا نوٹ کرا دیں۔“ اس آدمی نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”بیٹے۔ میرا نام چاولہ ہے۔ میرے پیچھے میری بیوی اور بیٹا بیٹھے ہیں۔ ایڈریس نوٹ کر لو“..... عمران نے کہا اور ایک ایڈریس

بتا دیا۔

”شکریہ۔ میں نوٹ کر لوں گا۔ ذرا احتیاط سے جائیے گا۔“ اس

شخص نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا اور اسی لمحے سپاہی نے کاغذات واپس باہر کے حوالے کر دیئے تو باہر نے کار آگے بڑھائی اور دوسرے سپاہی نے سڑک سے رکاوٹ ہٹا دی۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے اطمینان کا سانس لیا تھا۔

”تم نے مجھے بیوی کیوں کہا“..... کچھ دور آنے کے بعد جولیا نے غصیلے لہجے میں عمران سے کہا۔

”تو کیا منے کی ماں کہتا جبکہ ابھی وہ پیدا ہی نہیں ہوا“۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو جولیا نے غصے سے جڑے بھینچ لئے۔ باہر مسکراتا ہوا کار درڑا رہا تھا۔ اگلے شہر میں داخل ہو کر باہر نے عمران کے اشارے پر ایک ہوٹل کے باہر کار روکی اور انجن بند کر دیا۔ ان لوگوں نے ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا کھایا اور نصف گھنٹہ کے بعد دوبارہ روانہ ہو گئے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد اگلے شہر کے قریب پہنچے تو شہر کے باہر واقع پولیس چیک پوسٹ پر انہیں رکنا پڑا۔ وہاں بھی باوردی پولیس اہلکاروں کے علاوہ دو سادہ لباس والے افراد بھی موجود تھے۔ کار رکتے ہی دونوں کار کے قریب آ گئے۔

”آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں جناب“..... ان میں سے گنجے سروالے شخص نے پوچھا۔

”شہر۔ وہاں ہمارے قریبی رشتہ دار کی مرگ ہو گئی ہے اور ہمیں سیدھا مرگھٹ پر جانا ہے“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”براہ کرم ہمارے ساتھ آئیں تاکہ آپ کا نام اور ایڈریس

نوٹ کر لیا جائے“..... گنجے شخص نے نرم لہجے میں کہا۔

”کیا یہ ضروری ہے۔ یہیں نوٹ کر لو۔ میں بتاتا ہوں“۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔ چوکی میں انسپکٹر صاحب آپ کا نام اور ایڈریس لکھیں گے رجسٹر میں۔ آئیے“..... گنجے نے اس مرتبہ سخت لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ چلو“..... عمران نے سر ہلا کر کہا اور کار سے اترتا تو اس شخص نے صفدر، جولیا اور باہر کو بھی ساتھ چلنے کا حکم دیا۔

”ان کی کیا ضرورت ہے برخوردار۔ میں ہوں نا“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”ان کا آپ سے کیا رشتہ ہے“..... گنجے شخص نے عمران کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”سب سے بڑا رشتہ جس سے آبادی میں اضافہ ہوتا ہے یعنی جو میاں کا بیوی سے اور بیٹے کا باپ سے رشتہ ہوتا ہے“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”گویا یہ نوجوان آپ کا بیٹا اور خاتون آپ کی پتی ہیں۔ ٹھیک ہے۔ آئیے“..... گنجے آدمی نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو عمران اس کے ساتھ چیک پوسٹ کی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے تو وہاں ایک انسپکٹر کے علاوہ ایک دراز قامت سادہ لباس والا شخص بھی میز کے پاس بیٹھا

اس نے نام تبدیل کرنے کی غلطی کی تھی۔

”شکر سے کہو کہ اس کے باقی ساتھیوں کو اندر لے آئے۔ کسی کو فرار نہ ہونے دینا“..... دراز قامت شخص نے گنجے سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو گنجے آدمی نے دروازے میں جا کر بلند آواز سے کسی شکر نامی شخص کو ہدایت کی اور مڑ کر دوبارہ قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔

”سر۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں“..... گنجے نے دراز قامت سے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

”شاید۔ بہر حال یہ غلط لوگ ہیں کیونکہ اس نے پچھلے شہر میں اپنی رہائش گاہ کا جو ایڈریس بتایا تھا اس گھر اور گلی میں چاولہ نام کا کوئی شخص نہیں رہتا“..... دراز قامت نے جو کوئی افسر معلوم ہوتا تھا، مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے جناب۔ میں تو وہیں رہتا ہوں۔“

عمران نے پریشان سی آواز میں کہا۔

”شٹ اپ۔ ہم نے ایک گھنٹہ پہلے ہی تفتیش کر لی تھی کیونکہ پچھلی چیک پوسٹ والوں نے ہمیں تمہارے بارے میں اطلاع دے دی تھی“..... آفسر نے سخت لہجے میں عمران کو ڈانٹتے ہوئے کہا تو عمران کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ان لوگوں کا تعلق کسی خفیہ ادارے یا ایجنسی سے ہے اور شاید ان کی آمد کی خبر رام رام ایجنسی کو مل چکی تھی اس لئے اس ایجنسی نے پراجیکٹ کی حفاظت کے سلسلے میں اس سڑک پر چیکنگ کے لئے اپنے ممبرز کو بھیجا ہو گا۔

تھا۔ بائیں طرف دیوار کے ساتھ ایک بیچ پر دو باوردی سپاہی بیٹھے تھے۔ سادہ لباس شخص غور سے عمران کو دیکھنے لگا۔ گنجے آدمی نے اسے عمران کی کار کا نمبر اور سفر کا سبب بتایا کہ وہ کسی عزیز کی مرگ میں جا رہے ہیں۔ اس کی بات سن کر دراز قامت شخص نے میز پر رکھے ایک کانڈ پر نگاہ ڈالی اور چونک پڑا۔ اسے چونکتے ہوئے دیکھ کر عمران کے ذہن میں خطرے کا ساڑن گونجنے لگا۔

”تمہارا نام“..... اس شخص نے عمران کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”گوپال“..... عمران نے جواب میں بے اختیار کہا تو وہ شخص اچھل پڑا۔

”اریسٹ کر لو اسے“..... دراز قامت شخص نے یکدم کرسی سے اٹھتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا تو عمران بوکھلا گیا اور گنجے آدمی نے فوراً ریوالور نکال کر عمران پر تان لیا۔ بیچ پر بیٹھے سپاہیوں نے بھی جلدی سے کھڑے ہو کر اپنی کلاشنکوف رائفلیں عمران پر تان لیں۔

”اوہ۔ مگر کیوں جناب۔ میں نے کیا جرم کیا ہے“..... عمران نے پریشان ہو کر کہا۔

”جرم یہ ہے کہ تم نے پچھلی چیک پوسٹ پر اپنا نام چاولہ بتایا تھا اور ایڈریس بھی شہر کا بتایا تھا کہ وہاں تمہارا گھر ہے لیکن تم اس شہر سے گزر کر دوسرے شہر میں جا رہے ہو اور اب تمہارا نام گوپال ہو چکا ہے۔ ہاتھ بلند کر لو“..... دراز قامت شخص نے طنزیہ انداز میں غراتے ہوئے کہا تو عمران کو اپنی یادداشت پر تاؤ آنے لگا کہ

”نہیں سر۔ میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ شاید اس نے خود اندازہ لگایا ہے کہ ہم کون ہیں“..... گنجے شخص نے مودبانہ لہجے میں جلدی سے کہا۔

”خیر۔ تم ان کی تلاشی لو اور ان کے میک اپ واش کر دو۔ یہ ہمارے مطلوبہ افراد ہی ہیں“..... کیپٹن شرما نے تحسانہ لہجے میں کہا تو عمران اور اس کے ساتھی پریشان ہو گئے۔ گنجا اور اس کا ساتھی شکر اپنے ریوالور جیبوں میں ڈال کر صفدر اور جولیا کی طرف بڑھے۔

”شرم کرو گنجے بیٹے۔ میری پتی کا خیال رکھنا“..... عمران نے یکدم گنجے کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”بکواس بند کرو خبیث۔ میرا نام کمار ہے“..... گنجے نے عمران کو گھورتے ہوئے خونخوار لہجے میں کہا۔ شاید وہ پولیس والوں کے سامنے بے عزتی برداشت نہ کر سکا تھا۔

”خفا کیوں ہوتے ہو کمہار بیٹا۔ میں تو کہہ رہا تھا کہ میری بڑھیا کی تلاشی لیتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہئے۔ وہ تمہاری ماں کے برابر ہے۔ اسے ماں نہیں سمجھ سکتے تو ماں جیسی تو سمجھو“..... عمران نے سہم کر کہا تو کمار نے غضبناک ہو کر شکایتی انداز میں کیپٹن شرما کی طرف دیکھا۔

”خاموش کھڑے رہو مسٹر ورنہ میں تمہارا اور تمہاری بیوی کا ایسا احترام کروں گا کہ یاد رکھو گے ہمیشہ“..... کیپٹن شرما نے عمران کو

اتنے میں صفدر، جولیا اور بابر پولیس والوں کے نرغے میں اندر داخل ہوئے تو عمران کو ہینڈ زاپ پوزیشن میں دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ ان کے ساتھ سادہ لباس والا شکر نامی شخص بھی تھا۔ سادہ لباس والے دراز قامت افسر نے انہیں بھی ہاتھ بلند کرنے کا حکم دیا تو ان تینوں نے ہاتھ بلند کر لئے۔

”کیا یہ تمہاری بیوی ہے“..... دراز قامت نے جولیا کو گھورتے ہوئے عمران سے کہا۔

”ہاں۔ یہ تمہاری ماں ہے۔ اس کا ادب کرو“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔ قانون کسی کا ادب نہیں کرتا“..... اس شخص نے عمران کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تمہارا نام قانون ہے۔ یقین نہیں آتا“..... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ مجھے کیپٹن شرما کہتے ہیں اور تم اس وقت انٹیلی جنس کی حراست میں ہو“..... دراز قامت نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

”رام رام۔ انٹیلی جنس ایجنسی۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ تم فوجی من موجدی ہو اور ہم سے مذاق کر رہے ہو“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو کیپٹن شرما بے اختیار چونک پڑا۔

”کیا تم نے اسے بتایا تھا کہ ہمارا تعلق رام رام ایجنسی سے ہے“..... کیپٹن شرما نے گنجے کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

گھورتے ہوئے کہا۔

”میری بات بھی پہلے باندھ لو بلکہ جیب میں ڈال لو شرما جی۔ چاہے تمہیں شرم آئے نہ آئے، میرے جیتے جی تمہارا آدمی میری بیوی کی تلاشی لے گا تو میں یہ ذلت بالکل برداشت نہیں کر سکوں گا۔“ عمران نے ورائنگ کے انداز میں کہا۔

”تمہارے برداشت نہ کرنے سے کیا ہوگا؟“ کیپٹن شرما نے سخت لہجے میں کہا۔

”میرا دم نکل جائے گا۔ بہتر ہے کہ میری پتی کی تلاشی لینے سے پہلے مجھے گولی مار کر ختم کر دو یا کم از کم میرے نگاہوں کے سامنے اس کی تلاشی مت لو ورنہ میں اپنے گلے میں رسہ ڈال کر خود کشی کر لوں گا۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آل رائٹ کمار۔ تم شکر کے ساتھ اس عورت کو باہر لے جا کر اس کی جامہ تلاشی لو۔ جاؤ۔“ کیپٹن شرما نے اپنے ماتحتوں سے کہا۔

”ہاہر چلو“ کمار نے جولیا سے تھکمانہ لہجے میں کہا تو جولیا نے عمران کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔ وہ عمران کی اسکیم نہ سمجھ سکی تھی۔

”بے فکر ہو کر چلی جاؤ پیاری پتی۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہ بد بخت لڑکے تمہارے ساتھ کوئی غلط قسم کی شرارت کریں تو انہیں بھگوان کا واسطہ دینا اور اگر باز نہ آئیں تو آنکھ مار کر

ختم کر دینا“..... عمران نے ابرو کی جنبش سے جولیا کو مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا تو جولیا مڑ کر دروازے کی طرف بڑھی۔ شکر اور کمار بھی اس کے پیچھے بڑھنے لگے۔

”اے بیٹے شکر۔ پتھر نہ لگے کنکر۔ صرف کمار جائے تم شرافت سے یہیں کھڑے رہو۔ ورنہ“..... عمران نے یکدم غراتے ہوئے شکر سے کہا۔

”ورنہ تم کیا کرو گے بڑھے“..... شکر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”چیخ چیخ کر تمہیں بد دعا دوں گا کہ بھگوان تمہیں غرق کرے۔“ عمران نے کہا۔

”بکواس بند کرو۔ اب تم نے ایک لفظ بھی کہا تو گولی مار دوں گا۔“ کیپٹن شرما نے غضبناک لہجے میں کہا تو عمران نے سہم کر سر جھکا لیا۔ جولیا، شکر اور کمار کے ساتھ چیک پوسٹ سے باہر آئی اور دروازے سے دائیں جانب رک گئی۔ شکر اور کمار اس کے سامنے آ کر کھڑے ہوئے۔ شکر نے کمار کو اشارہ کیا اور کمار نے جولیا کی تلاشی لینے کے لئے جولیا کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ جولیا نے یکدم اس کی کلائی کو پکڑ کر گھمایا اور اسے اپنی پشت پر لے کر جھٹکے سے زمین پر پھینک دیا۔ کمار کمر کے بل زمین پر گرا اور کراہنے لگا۔ یہ دیکھ کر شکر جلدی سے جولیا کی طرف جھپٹا ہی تھا کہ جولیا نے یکدم اچھل کر شکر کے سینے میں ٹھوکر جمائی اور وہ چیخ کر

شرما کو گریبان سے پکڑ کر اسے فرش سے اٹھایا اور اس کے ناک پر
اپنی مکا مارا تو شرما کے حلق سے کراہ نکلی اور اس کے ناک سے خون
بہنے لگا لیکن اس نے فوراً ہی سنبھل کر عمران کے جڑے پر جوابی
گھونسا جما دیا۔ عمران لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا اور کیپٹن شرما نے اپنے
ریوالور کی طرف چھلانگ لگا دی مگر اسی لمحے عمران نے سنبھل کر اس
پر جست لگائی اور کیپٹن شرما منہ کے بل فرش پر جا گرا تو عمران نے
فوراً اس کی پشت پر سوار ہو کر اس کے سر کے بال اپنی مٹھی میں
جکڑے اور اس کا چہرہ فرش سے اوپر اٹھا کر زور سے فرش کے ساتھ
نکرا دیا۔

کیپٹن شرما کے منہ سے چیخ نکلی اور عمران نے فوراً ہی اس کی
گردن پر کھڑی ہتھیلی کا وار کر دیا۔ کراٹے کی ضرب سے کیپٹن شرما
کی گردن ٹوٹ گئی تو اسی لمحے بابر نے انسپٹر کے ہولسٹر سے ریوالور
کھینچ کر ایک طرف پھینکا اور اس کے عقب میں آ کر ریوالور کے
دستے سے انسپٹر کے سر پر زور دار ضرب جمائی۔ انسپٹر کراہتا ہوا فرش
پر گرا اور بے ہوشی کی وادیوں میں پہنچ گیا۔ باہر کمار کے چھلانگ
لگانے سے جولیا لڑکھڑا کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی تھی لیکن کمار نے
دوبارہ اس پر حملہ کیا تو جولیا نے بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف
ہٹتے ہوئے کمار کی کمر میں لات جمائی اور وہ کراہتے ہوئے زمین
پر جا گرا۔ ٹھیک اسی لمحے چیک پوسٹ سے دو سپاہیوں نے باہر آ کر
جولیا پر کلاشنکوفیں تان لیں۔ اتنے میں مرنے والے سپاہی کا ساتھی

لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا گرا۔ اسی لمحے سڑک پر رکاوٹ کے پاس
کھڑے دونوں پولیس اہلکار جولیا کی طرف دوڑ پڑے۔ انہیں آتے
دیکھ کر جولیا نے فوراً اپنے لباس سے ریوالور نکالا اور ایک سپاہی پر
فائر کر دیا۔ سائینسٹر ریوالور کی گولی اس سپاہی کے سر میں لگی اور
وہ چیخے بغیر زمین بوس ہو گیا مگر اسی لمحے کمار نے زمین سے اٹھ کر
جولیا پر جست لگا دی۔

چیک پوسٹ کے کمرے میں شکر کی چیخ سنائی دی تو کیپٹن شرما
بے اختیار اچھل پڑا۔ عمران اور صفدر سمجھ گئے کہ جولیا ایکشن میں آ
چکی ہے۔

”اوہ۔ باہر دیکھو۔ شاید اس حرافہ نے شکر پر حملہ کر دیا ہے۔“
کیپٹن شرما نے دونوں مسلح سپاہیوں کی طرف دیکھ کر غراتے ہوئے
لہجے میں کہا تو وہ دونوں سپاہی دروازے کی طرف لپکے اور تیزی
سے قدم اٹھائے کمرے سے باہر چلے گئے تو عمران یکدم اپنی جگہ
سے اچھلا اور اڑتا ہوا کیپٹن شرما پر آ پڑا۔ کیپٹن شرما کے ہاتھ سے
ریوالور گر گیا اور وہ کرسی سمیت پیچھے جا گرا۔ دوسری کرسی پر بیٹھا
انسپٹر بولکھا کر کھڑا ہوا اور اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکالنے کی
کوشش کی لیکن اسی لمحے بابر نے اس پر چھلانگ لگائی اور انسپٹر
لڑکھڑاتا ہوا میز سے جا نکلایا بابر نے فوراً سنبھل کر اپنا ریوالور نکالا
اور انسپٹر کے سینے سے لگا دیا جبکہ عمران کے حرکت میں آتے ہی
صفدر دوڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ عمران نے جلدی سے کیپٹن

بھی قریب آ گیا لیکن وہ غیر مسلح تھا۔

”بس اب کوئی حرکت مت کرنا بڑھیا۔ ہاتھ بلند کرلو“..... ایک مسلح سپاہی نے جولیا کو لٹکارتے ہوئے کہا تو جولیا نے مڑ کر دونوں سپاہیوں کی طرف دیکھا تو اسی لمحے کمار سنبھل کر کھڑا ہو گیا جبکہ شکر بھی کراہتا ہوا زمین سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن اس سے پہلے کہ جولیا سپاہی کے حکم پر ہاتھ بلند کرتی، صفدر نے چیک پوسٹ سے نکل کر ریوالور سے ایک سپاہی پر فائر کیا اور سپاہی ہمر میں سوراخ لئے زمین پر گر گیا۔ دوسرے سپاہی نے تیزی سے مڑ کر صفدر کی طرف دیکھا اور صفدر نے اس پر بھی فائر کر دیا۔ گولی سپاہی کے سینے میں لگی اور وہ چیختا ہوا زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ شکر اور کمار جلدی سے صفدر کی طرف متوجہ ہوئے جولیا نے پھرتی سے جھک کر زمین پر گرا ہوا ایک ریوالور اٹھا لیا۔ یہ دیکھ کر کمار نے فوراً اپنی جیب سے ریوالور نکالنے کی کوشش کی لیکن جولیا نے جلدی سے اس پر فائر کر دیا۔ کمار کے پہلو میں سوراخ ہو گیا اور وہ چیختا تڑپتا ہوا زمین بوس ہو گیا۔ تیسرے غیر مسلح سپاہی نے جھک کر اپنے ایک ساتھی کی رائفل اٹھانے کی کوشش کی ہی تھی کہ صفدر کے ریوالور کی گولی اس سپاہی کو چاٹ گئی اور وہ کر بناک چیخ کے ساتھ زمین پر گر گیا۔

اسی لمحے شکر نے جولیا کو غیر متوجہ سمجھ کر اس پر چھلانگ لگا دی لیکن جولیا اس کی طرف سے غافل نہیں تھی۔ اس نے پھرتی سے شکر پر فائر کیا اور شکر چیختا ہوا زمین پر گرنا چلا گیا۔ اسی لمحے عمران

چیک پوسٹ سے باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں بھی ریوالور تھا۔ ”دیری ناکس۔ لگتا ہے ہلاکو خان کی نسل ابھی دنیا میں موجود ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اندر والوں کا کیا بنا“..... صفدر نے مسکرا کر پوچھا۔

”ملیا میٹ البتہ انسپکٹر صرف بے ہوش ہے“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”اسے بھی ختم کر دو“..... جولیا نے جلدی سے کہا۔

”اتنی سنگدل اور بے رحم مت بنو سوئی۔ کسی دن تم مجھے بھی اپنی درندگی کا نشانہ بنا ڈالو گی“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”تو کیا آپ انسپکٹر کو زندہ چھوڑ جائیں گے“..... صفدر نے عمران کی بات پر بے ساختہ ہنستے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ اصل میں مجھے اس کی بے داغ یونیفارم چاہئے۔ ابھی اسے گولی مار دی تو وردی خون آلود ہو جائے گی۔ تم لوگ کار میں بیٹھو میں انسپکٹر بن کر ابھی آتا ہوں“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا۔

چند منٹ بعد ان کی کار دوبارہ ویران سڑک پر اپنی منزل کی طرف دوڑ رہی تھی۔ باہر ڈرائیونگ کر رہا تھا اور اس کے برابر میں عمران انسپکٹر کی یونیفارم میں بیٹھا تھا۔ انسپکٹر کی یونیفارم اتارنے کے بعد عمران نے اسے بھی ختم کر دیا تھا اور ٹیلی فون کے تار بھی کاٹ ڈالے تھے۔ کار شہر میں داخل ہوئی اور کہیں رکے بغیر چند منٹ

بعد شہر کی دوسری جانب آ کر سنسان سڑک پر سفر کرنے لگی۔ تقریباً دس منٹ کے سفر کے بعد بابر نے عمران کی ہدایت پر مین روڈ سے دائیں جانب جانے والی ایک کچی سڑک پر کار موڑ دی۔ کچے راستے پر چند منٹ بعد ہیڈ لائٹس کی روشنی میں ایک نہر کا بلند کنارہ دکھائی دینے لگا۔ نہر کے نشیب میں درختوں اور جھاڑیوں کی کثرت تھی۔ عمران کے اشارے پر بابر نے نہر کی پٹری سے تقریباً بیس قدم پیچھے کار روکی اور انجن بند کر دیا۔ یہاں سے آگے انہیں پیدل سفر کرنا تھا۔ وہ چاروں کار سے اتر آئے۔ بابر نے کار کی ڈگی سے دو ایئر بیگ نکالے اور اپنے کندھوں پر لٹکائے تو عمران نے انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور نہر کی طرف بڑھنے لگا لیکن ابھی وہ نہر کی پٹری سے چند قدم پیچھے ہی تھے کہ اچانک راستے کے دونوں طرف واقع جھاڑیوں کی آڑ سے چند افراد نمودار ہوئے انہوں نے ہاتھوں میں موجود ریوالور عمران اور اس کے ساتھیوں پر تان لئے۔ اس کے ساتھ ہی ان میں ایک آدمی نے اپنے دوسرے ہاتھ میں موجود نارچ روشن کی اور ان چاروں پر روشنی ڈالنے لگا۔

اس ٹیلے کی دوسری جانب ایک ہیلی کاپٹر کھڑا دکھائی دے رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر دیکھ کر خاور، تنویر اور چوہان ایک لمحہ کے لئے پریشان ہو کر رہ گئے۔ تقریباً بارہ فوجی ہیلی کاپٹر کے قریب ٹہل رہے تھے اور ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں لیکن ان میں سے دو افراد سادہ لباس میں تھے۔ یقیناً ان کا تعلق خفیہ ایجنسی سے تھا مگر اس سے پہلے کہ ان لوگوں میں سے کوئی ان کی طرف متوجہ ہوتا خاور اور اس کے ساتھی جلدی سے پیچھے ہٹے اور ٹیلے کی آڑ میں پہنچ کر رک گئے۔ ہیلی کاپٹر کی بیرونی روشنیاں بجھی ہوئی تھیں اور صرف ہیلی کاپٹر کے اندر کی لائٹ آن تھی۔ اس لئے وہ فوجیوں کو نظر نہ آ سکے تھے لیکن ان کے تیزی سے پیچھے ہٹنے پر ان کے قدموں کی آہٹیں بلند ہوئی تھیں جنہیں فوجیوں نے محسوس کر لیا تھا۔

”ادھر ٹیلے کے پیچھے دیکھو۔ کوئی اس طرف موجود ہے“..... فوراً

ہی ایک تھکسانہ آواز بلند ہوئی تو خاور نے آڑ سے سر نکال کر اس جانب دیکھا۔ تین فوجی ٹیلے کی طرف بڑھ رہے تھے اور بقیہ فوجی بھی اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ سیکرٹ سروس کے ممبرز کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ ان فوجیوں سے ٹکرا جاتے مگر اچانک ہی خاور کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور اس نے فوری طور پر اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر کے اپنے ساتھیوں کو سرگوشی کے انداز میں اپنے پلان سے مطلع کر دیا چنانچہ وہ تینوں ٹیلے کے ساتھ پشت لگا کر کھڑے ہو گئے اور ٹیلے کی طرف آنے والے فوجیوں کا جن میں سے ایک کے ہاتھ میں روشن نارچ تھی، کا انتظار کرنے لگے۔ فوجیوں کے بھاری بوٹوں کی آہٹیں رفتہ رفتہ قریب آتی چلی گئیں اور پھر جیسے ہی وہ تینوں فوجی ٹیلے کے پاس پہنچ کر ان کی طرف مڑے، خاور اور چوہان حرکت میں آ گئے۔ انہوں نے بیک وقت تینوں فوجیوں کو گردن سے دبوچا اور گردنوں کے گرد بازولپٹ کر گرفت سخت کرتے ہوئے ہاتھ سے ان کے منہ دبائے تو فوجی یکدم بوکھلا کر فوری طور پر ساکت ہو گئے ان کی نارچ بھی زمین پر گر گئی۔ اس کے بعد انہوں نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر ریوالور نکال کر فوجیوں کے سروں پر ضریریں لگائیں تو فوجی منہ سے آواز نکالنے کی حسرت دل میں لئے خاموشی سے بے ہوش ہوتے چلے گئے۔

خاور نے زمین سے نارچ اٹھائی جو گرنے سے بچھ گئی تھی اور

دوبارہ روشن کر کے ٹیلے کی مخالف سمت میں روشنی ڈالنے لگا جبکہ اس کے پلان کے مطابق تنویر اور چوہان نے جلدی جلدی اپنی مصنوعی داڑھی مونچھیں اور پگڑیاں اتار دیں اور بے ہوش فوجیوں کی وردیاں اتار کر پہننے لگے۔ ان دونوں کے بعد خاور نے بھی تیسرے فوجی کی یونیفارم پہن لی۔ اس ساری کارروائی میں بمشکل تین منٹ صرف ہوئے۔ انہوں نے فوجیوں کی مشین گنیں اٹھالیں تو خاور نے نارچ بجھا دی اور پھر چوہان اور تنویر ٹیلے کی آڑ سے دائیں جانب بڑھنے لگے۔ خاور نے نارچ تنویر کے حوالے کی تھی جو اس نے روشن کر لی تھی اور روشنی وہاں سے تقریباً تیس قدم کے فاصلے پر واقع دوسرے ٹیلے کی طرف پھینکنے لگا۔ دوسرے ٹیلے کے قریب پہنچ کر چوہان نے یکدم مشین گن کا رخ ٹیلے کی طرف کر کے فار کر دیا اور اس کے ساتھ ہی فوراً بعد وہ ٹیلے کی جانب دوڑنے لگے۔ ہیلی کاپٹر کے پاس کھڑے فوجیوں نے انہیں ٹیلے کی طرف دوڑتے دیکھا تو وہ سب بھی دوسرے ٹیلے کی طرف دوڑ پڑے۔ تنویر اور چوہان اس ٹیلے کی آڑ میں جا پہنچے خاور پہلے ٹیلے کی آڑ میں کھڑا اس طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی دوڑتے ہوئے فوجی دوسرے ٹیلے کے قریب پہنچے۔ خاور پہلے ٹیلے کی آڑ سے نکلا اور انتہائی برق رفتاری سے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھنے لگا۔ جلد ہی وہ ہیلی کاپٹر کی دوسری جانب جا پہنچا۔ وہاں رک کر اس نے اپنی پنڈلی سے بندھی تھیلی سے ایک ٹائم بم نکالا اور اس پر وقت ایڈجسٹ کر

کے کھڑکی سے ہیلی کاپٹر کے اندر ڈال دیا پھر جنگل کی طرف تیزی سے لپکا۔ ایک منٹ میں وہ جنگل کے قریب پہنچا اور جنگل کے ابتدائی درختوں کے پیچھے رک کر آڑ سے فوجیوں کی طرف دیکھنے لگا۔

تمام فوجی سادہ لباس والوں کے ساتھ دوڑتے ہوئے نیلے کی دوسری طرف پہنچے تو وہاں تنویر اور چوہان کھڑے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ تنویر نے فوجیوں کے آنے سے پہلے ہی نارچ بجا دی تھی اور ان کی پشت فوجیوں کی طرف تھی اس لئے فوجیوں کے پاس موجود نارچوں کی روشنی ان کے چہروں پر نہیں پڑ رہی تھی۔

”کیا ہوا۔ کون تھا“..... ایک فوجی نے رک کر ہانپتے ہوئے تنویر اور چوہان سے پوچھا جو یونیفارم سے کیپٹن لگ رہا تھا۔

”تین افراد تھے جو اس طرف بھاگے تھے“..... تنویر نے سامنے کی جانب واقع ایک اور نیلے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے پیچھے دیکھے بغیر کہا۔

”اوہ۔ کہیں وہی لوگ نہ ہوں“..... فوجی کیپٹن نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ وہ تو پہلے ہی گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ یہ ان کے ساتھی ہوں گے۔ انہیں فوراً تلاش کرو“..... ایک سادہ لباس والے نے جلدی سے سخت لہجے میں کہا۔

”جوانو۔ پھیل کر آگے بڑھو۔ ان تینوں کو بچ کر نہیں جانا

چاہئے۔ ہری اپ“..... کیپٹن نے فوجی سپاہیوں سے تحکمانہ لہجے میں کہا اور خود بھی سادہ لباس والوں کے ساتھ اس نیلے کی طرف بڑھنے لگا جو کم از کم تیس قدم کے فاصلے پر نظر آ رہا تھا۔ تنویر اور چوہان بھی آگے بڑھے لیکن انہوں نے اپنی رفتار کم ہی رکھی اور دوسرے لوگ ان سے آگے نکل گئے تو وہ دونوں واپس مڑے اور تیز قدموں سے اس سمت بڑھنے لگے جس طرف ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ تین منٹ کے محدود وقت میں وہ ہیلی کاپٹر کے قریب سے گزر کر دوسری طرف پہنچے تو درختوں کی آڑ میں کھڑے خاور نے فوراً جیب سے پنسل نارچ نکالی اور ان کی طرف کر کے ایک لمحہ کے لئے نارچ جلائی اور پھر بجا دی چنانچہ روشنی کا سنگل دیکھ کر تنویر اور چوہان چند لمحوں میں خاور کے پاس پہنچ گئے۔

”کیا پوزیشن ہے“..... خاور نے جلدی سے پوچھا۔

”وہ آگے چلے گئے ہیں۔ ہم نے انہیں غلط راہ پر ڈال دیا ہے“۔ تنویر نے مسکرا کر کہا تو خاور نے اطمینان کا سانس لیا اور پنسل نارچ روشن کر کے چوہان اور تنویر کے ساتھ جنگل میں آگے بڑھنے لگا۔ جنگل زیادہ گنجان نہیں تھا۔ وہ کافی محتاط ہو کر سفر کر رہے تھے۔ تقریباً دس منٹ ہی گزرے تھے کہ ہیلی کاپٹر کا شور بلند ہونے لگا تو تنویر اور چوہان بے اختیار چونک پڑے۔

”ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو رہا ہے۔ وہ لوگ ہمیں فضا سے تلاش کرنے کی کوشش کریں گے“..... تنویر نے یکدم رک کر تشویش

بھرے لہجے میں کہا۔

”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ میں ان کا پکا بندوبست کر کے آیا ہوں۔ جلدی چلو“..... خاور نے ہنس کر کہا تو تنویر اور چوہان اس کا مطلب سمجھ کر مطمئن ہو گئے اور دوبارہ آگے بڑھنے لگے۔ چند لمحوں بعد ہی ہیلی کاپٹر فضا میں جنگل کے اوپر اڑتا دکھائی دیا اور وہ سیکرٹ سروس کے ممبرز کے بائیں جانب سے جنگل کی دوسری طرف جا رہا تھا لیکن ابھی وہ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ ایک ہولناک دھماکا ہوا اور فضا میں اڑتے ہیلی کاپٹر کے پرچے اڑ گئے تو خاور نے اطمینان کا سانس لیا۔

”کیا تم نے ہیلی کاپٹر میں ٹائم بم نصب کیا تھا؟“..... چوہان نے خاور سے کہا۔

”ہاں۔ ان سے مستقل نجات حاصل کرنے کے لئے یہی واحد طریقہ تھا ورنہ جنگل کی دوسری طرف پہنچ کر وہ ہمارا استقبال کرتے لگتے“..... خاور نے جواب میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو تنویر اور چوہان نے دل ہی دل میں خاور کی دور اندیشی کی تعریف کی۔ جنگل کا سفر تقریباً پندرہ منٹ جاری رہا اور وہ جنگل کے باہر پہنچے تو آگے ناہموار میدانی علاقہ تھا اور وہاں سے کافی فاصلے پر متعدد روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ خاور کے پاس عمران کا دیا ہوا جو نقشہ تھا اس کے مطابق اگرچہ وہ روشنیاں ان کے مطلوبہ پراجیکٹ کی نہیں

ہو سکتی تھیں لیکن انہوں نے اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے چونکہ اسی سمت میں سفر کرنا تھا اس لئے تینوں ممبرز تیز قدموں سے ان روشنیوں کی طرف بڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ان روشنیوں کے قریب پہنچے تو وہ ایک فوجی کیمپ ثابت ہوا اور وہ تینوں ایک گھنی جھاڑی کی آڑ میں رک کر اس کیمپ کا جائزہ لینے لگے۔ وہ کوئی بہت بڑا کیمپ نہیں تھا۔ بلکہ چند خیمے بنجر زمین پر نصب تھے جن کے باہر گیس لیپ جل رہے تھے۔ ان کی روشنی میں چند فوجی ٹرک اور جیپیں ادھر ادھر کھڑی نظر آ رہی تھیں۔ خیموں کے باہر کچھ فوجی سو رہے تھے اور کچھ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ چند لمحوں تک کیمپ کا جائزہ لینے کے بعد خاور نے فیصلہ کیا کہ وہ تھوڑی دور تک سمت تبدیل کر کے کیمپ سے آگے جائیں گے اور پھر اصل سمت میں سفر کریں گے چنانچہ اس نے تنویر اور چوہان کو چلنے کا اشارہ کیا اور ان کے ساتھ دائیں جانب بڑھنے لگا۔ تقریباً سو گز کا فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ پھر پہلی سمت میں قدم اٹھانے لگے۔ اور فوجی کیمپ سے اتنے ہی فاصلے سے گزر گئے۔ آگے پتھریلی زمین شروع ہو گئی اور کافی دور بلند پہاڑیوں کے تاریک ہیولے دکھائی دینے لگے۔ انہیں ان ہی پہاڑوں کی دوسری جانب پہنچنا تھا جہاں ان کی منزل تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ چٹانی علاقے میں پہنچ گئے۔ وہاں چاروں جانب چھوٹی بڑی چٹانیں نظر آ رہی تھیں چنانچہ وہ محتاط ہو گئے کیونکہ اب وہ ممنوع علاقے میں پہنچ چکے تھے جسے نقشہ میں ”ڈبنجرس زون“

ظاہر کیا گیا تھا۔

پتھریلی زمین پر ان کے قدموں کی آہٹیں ابھر رہی تھیں۔ راستہ بھی دشوار گزار تھا لیکن ابھی انہوں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ اچانک ان کے عقب سے فوجی گاڑیوں کا شور بلند ہونے لگا تو وہ چونک کر رک گئے۔ انجنوں کے شور سے لگتا تھا کہ جیسے چند گاڑیاں اسی طرف آ رہی تھیں۔ خاور نے آواز سے گاڑیوں کی سمت کا اندازہ لگایا کہ وہ گاڑیاں اسی فوجی کیمپ کی طرف سے آ رہی تھیں جس کے قریب سے وہ گزر کر اس طرف آئے تھے اور اس کیمپ میں فوجی گاڑیاں بھی دکھائی دی تھیں۔

”ہو سکتا ہے گاڑیاں ہماری ہی تلاش میں اس طرف آ رہی ہوں۔ اس لئے ذرا تیزی سے قدم اٹھاؤ“..... خاور نے دوبارہ آگے بڑھتے ہوئے کہا تو تنویر اور چوہان تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ مگر اسی لمحے فضا میں ہیلی کاپٹروں کی مخصوص آواز گونجنے لگی۔ انہوں نے چونک کر بائیں جانب دیکھا تو اس طرف فضا میں دو ہیلی کاپٹروں کی روشنیاں حرکت کر رہی تھیں۔ یقیناً وہ ہیلی کاپٹرز ان ہی کی تلاش میں اس طرف اڑے چلے آ رہے تھے جن کی سرچ لائٹس روشن تھیں۔ خاور نے پریشان ہو کر دائیں بائیں کا جائزہ لیا۔ انہیں فوری طور پر ہیلی کاپٹروں کی سرچ لائٹس سے بچنے کے لئے کسی آڑ یا پناہ کی ضرورت تھی۔ ان کے دائیں جانب چند قدم کے فاصلے پر ایک بلند چٹان زمین کی طرف جھکی ہوئی تھی۔ اس کا جھکا

ہوا حصہ ہیلی کاپٹرز کی مخالف سمت میں تھا اور وہ تینوں اس کے پیچھے ہیلی کاپٹرز والوں کی نگاہوں سے اجھل رہے تھے چنانچہ خاور نے اپنے ساتھیوں کو اس چٹان کی طرف چلنے کا اشارہ کیا اور وہ تینوں تیزی سے اس چٹان کی طرف بڑھنے لگے۔ ہیلی کاپٹرز اب تھوڑے فاصلے پر رہ گئے تھے۔ تنویر، چوہان اور خاور جلد ہی چٹان کے قریب پہنچے اور چٹان کے خمیدہ کے نیچے آ کر رک گئے۔ چٹان کا وہ جھکا ہوا حصہ سائبان کا کام دے رہا تھا اور اگر ہیلی کاپٹرز وہاں سے گزرتے تو ان کی روشنی جھکے ہوئے حصے کے نیچے نہیں پہنچ سکتی تھی۔ چند لمحوں بعد دونوں ہیلی کاپٹرز قریب آ پہنچے۔ ان میں نصب سرچ لائٹس کے دائرے چٹانوں کو روشن کر رہے تھے۔

دونوں ہیلی کاپٹرز ایک دوسرے سے چند گز کے فاصلے پر تھے۔ ان میں سے ایک عین اسی چٹان کے اوپر سے گزرا جس کے نیچے تینوں ممبرز موجود تھے۔ سرچ لائٹ کی روشنی چٹان کے بالائی حصے پر پڑی اور وہ تینوں چٹان کے جھکے ہوئے حصے کے نیچے روشنی سے محفوظ رہے۔ ہیلی کاپٹرز کے گزر جانے کے چند لمحوں بعد خاور، تنویر اور چوہان اپنی پناہ گاہ سے نکلے اور دوبارہ آگے بڑھنے لگے۔ ہیلی کاپٹرز کا شور دور ہوتا جا رہا تھا مگر فوجی گاڑیوں کا شور لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا چنانچہ وہ برق رفتاری سے قدم اٹھانے لگے تھے۔ خاور نے قدم روکے بغیر اپنی گھڑی پر وقت دیکھا تو رات کے گیارہ بج رہے تھے اور عمران کے پرگرام کے مطابق انہیں بارہ بجے سے پہلے اپنی

منزل پر پہنچنا تھا لیکن تھوڑا ہی فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ اچانک روشنی میں نہا گئے۔ یکدم روشنی پڑنے سے وہ ٹھٹک کر رک گئے اور ایک لمحہ کے لئے ان کی آنکھیں سامنے سے پڑنے والی تیز روشنی کے سبب چندھیا سی گئیں۔ چند لمحوں بعد وہ دیکھنے کے قابل ہوئے انہیں اپنے دائیں جانب تین مسلح فوجی کھڑے دکھائی دیئے جن کے ہاتھوں میں موجود مشین گنوں پر نارچیں نصب تھیں اور مشین گنوں کا رخ خاور، تنویر اور چوہان کی طرف ہی تھا۔

”خبردار۔ فرار ہونے کی کوشش مت کرنا۔ اپنی مشین گنیں پھینک کر ہاتھ بلند کرلو“..... ایک فوجی نے انہیں للکارتے ہوئے کہا تو خاور نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر ہاتھ بلند کر لئے تو چوہان اور تنویر نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے۔

عمران، جولیا، صفدر اور بابر اس غیر متوقع صورت حال پر بوکھلا کر رک گئے تھے۔ مسلح افراد چار سادہ پوش تھے اور لگتا تھا کہ وہ پہلے سے عمران اور اس کے ساتھیوں کے انتظار میں وہاں چھپے ہوئے تھے۔ یقیناً ان کا تعلق کسی خفیہ ادارے یا پھر رام رام ایجنسی سے تھا۔

”ہاتھ بلند کرلو۔ کسی نے بھاگنے کی کوشش کی تو مارا جائے گا۔“ نارچ بردار شخص نے دھمکی دیتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تو عمران نے ہاتھ اٹھانے میں پہل کی اور پھر اس کے ساتھیوں نے بھی ہاتھ بلند کر لئے لیکن وہ اس سچویشن سے پریشان ہو گئے تھے۔

”تم لوگ کون ہو اور کہاں جا رہے ہو“..... نارچ والے شخص نے عمران سے پوچھا۔ وہ شخص شاید اپنے ساتھیوں کا لیڈر تھا۔

”ہم مسافر شب ہیں برخوردار۔ اگر تم ہمیں لوٹنا چاہتے ہو تو

”کوئی بات نہیں۔ ہم تمہیں مینڈک کھلائیں گے۔ ہمارے جال میں مچھلیوں سے زیادہ مینڈک پھنستے ہیں“..... عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”جال میں تو تم فی الحال پھنس چکے ہو مسٹر“..... باس نے جڑے پھینکتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تو کیا تم بھی مچھلیوں کے شکاری ہو بیٹے“..... عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ۔ ہم صرف پاکیشیائی ایجنٹوں کو شکار کرتے ہیں۔ اس لئے اب تم بچ کر نہیں جا سکتے“..... باس نے غراتے ہوئے کہا تو عمران اور اس کے ساتھی بے اختیار چونک پڑے۔ ان کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ باس اور اس کے ساتھی ایجنسی کے ہی آدمی تھے۔

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو بیٹے۔ رام رام۔ کیا ہم تمہیں پاکیشیائی ایجنٹ دکھائی دیتے ہیں“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہارا تو میک اپ کی وجہ سے پتا نہیں چل رہا البتہ یہ بڑھیا یقیناً پاکیشیائی سیکرٹ سروس کی ممبر جولیہ ہے“..... باس نے جولیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”رام رام کرو بیٹا۔ یہ نہ جولیہ ہے اور نہ تولیا۔ بلکہ صرف میری پتی ہے یعنی بیگم گھانسی رام“..... عمران نے جلدی سے کہا۔

”گھانسی رام بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی غلط حرکت کی تو

ہمارے پاس تمہارے لئے دعاؤں کے سوا کچھ نہیں ہے“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”اچھا لیکن ادھر کہاں جا رہے ہو بزرگوار“..... اس شخص نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”اس نہر پر۔ ہم مچھلیاں پکڑنے جا رہے ہیں“..... عمران نے کہا تو اس شخص کے ساتھ موجود دو آدمی بے اختیار ہنسنے لگے۔

”باس۔ یہ بڑھا مکاری کر رہا ہے“..... ٹارچ بردار کے تیسرے ساتھی نے جلدی سے کہا۔

”یہ کون سا وقت ہے مچھلیاں پکڑنے کا۔ کیا دن میں مچھلیاں پکڑنے کا شوق پورا نہیں کر سکتے“..... ٹارچ بردار شخص نے کہا جو باس تھا۔

”مجبوری ہے بیٹا۔ دن کی روشنی میں ہمیں دیکھ کر مچھلیاں پانی میں خود کو چھپا لیتی ہیں اور ہمارے ہاتھ صرف کچھوے آتے ہیں۔ رات کے وقت مچھلیاں اندھیرے کے سبب سو رہی ہوتی ہیں اور ہم انہیں جگائے بغیر اپنے جال میں گرفتار کر لیتے ہیں“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو صفدر اور بابر نے بمشکل مسکراہٹ ضبط کی جبکہ باس نما شخص کے تینوں ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔

”بچو۔ کیا تم مچھلیاں کھاؤ گے“..... عمران نے ان تینوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”نہیں۔ ہمیں شوق نہیں ہے“..... باس نے سخت لہجے میں کہا۔

تھا۔ وہاں سے تقریباً بیس قدم کے فاصلے پر ایک جپ کھڑی تھی جبکہ جپ سے آگے ایک کار موجود تھی۔

”راجیش۔ کیا ان کی تلاشی لے لی ہے؟“..... آفیسر نے راجیش سے پوچھا اور اسی لمحے جپ سے ایک آدمی باہر نکل کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

”نو باس۔ ابھی نہیں لی“..... راجیش نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”بیٹا جی۔ یہ سب کیا ہے۔ تم لوگ کون ہو۔ کچھ ہمارے پلے بھی ڈالو“..... عمران نے آفیسر کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”یکومت۔ میں وہی کیپٹن ریوند لال ہوں جو تمہارا یہ طلسم توڑ کر آیا تھا کہ تمہارے ملک میں کوئی ایجنٹ اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیا اتنی جلدی اپنی شکست کو بھول گئے ہو۔ کیا تم نے اپنی شکست سے سبق نہیں سیکھا؟“..... آفیسر نے غراتے ہوئے کہا تو صفدر اور جولیا بے اختیار چونک پڑے عمران سمجھ گیا کہ کیپٹن ریوند میک اپ میں ہے۔

”نہیں کیپٹن۔ تم جیسے پیارے دوست کو میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ تم نے پاکیشیا میں مجھے موقع نہیں دیا تھا اور وہاں سے بھاگنے میں جلدی کی تھی اس لئے مجھے سبق سیکھنے کے لئے خود یہاں آنا پڑا“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں جانتا ہوں تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو۔ مجھے آج دوپہر ہی اطلاع مل گئی تھی کہ تم لوگ یہاں پہنچ چکے ہو اور میرا

گولی مار دوں گا۔ پٹری پر چلو“..... باس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”کیوں مذاق کرتے ہو بیٹا۔ پٹری پر تو ریل گاڑی چلتی ہے۔ میں تو انسان ہوں“..... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”تم انسان نہیں پاکیشیائی شیطان عمران ہو“..... دفعتاً نہر کی پٹری کی طرف سے ایک غراتی ہوئی آواز بلند ہوئی تو عمران اور اس کے ساتھیوں نے بے اختیار اس طرف دیکھا۔ وہاں ایک شخص کھڑا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ٹارچ تھی جو اس نے بات کرتے ہی روشن کر لی تھی جبکہ اس کا دوسرا ہاتھ کوٹ کی جیب میں تھا۔ یقیناً وہ ان چاروں کا آفیسر تھا۔ عمران کو اس کی آواز کچھ مانوس سی محسوس ہوئی تھی۔

”ارے۔ تم کہاں سے آچکے ہو اس کڑے وقت میں۔ جب مجھے حوصلہ ترک وفا بھی نہیں رہا“..... عمران نے اس آفیسر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”سٹ اپ۔ راجیش انہیں یہاں لے آؤ“..... اس آدمی نے عمران کو ڈانٹتے ہوئے کسی ماتحت سے کہا تو ٹارچ بردار لیڈر جو غالباً راجیش ہی تھا، اس نے اپنے تینوں ساتھیوں کو اشارہ کیا اور اپنے ریوالور کی نال عمران کی کمر سے لگا دی۔ اس کے ساتھیوں نے بھی اپنے ریوالور صفدر، جولیا اور بابر کی کمر سے لگائے اور انہیں نہر کی طرف دھکیلا۔ عمران اور اس کے ساتھی چار ریوالورز کی زد میں آگے بڑھے اور نہر کی پٹری پر پہنچ گئے جہاں ان کا بڑا آفیسر کھڑا

کے اشارے پر دو افراد نے اپنے ریوالورز جیبوں میں ڈالے اور ان کی تلاشی لے کر ان کی جیبوں سے ریوالور نکال لئے۔ باہر اور صفدر نے جو ایر بیگ اٹھا رکھے تھے، ان پر کیپٹن ریوند کے ماتحتوں نے قبضہ کر لیا۔

”بیگ کھول کر چیک کرو۔ ان میں کیا ہے“..... کیپٹن ریوند نے راجیش سے کہا تو راجیش نے باری باری دونوں بیگ کھولے۔ دونوں میں میک اپ کا سامان، ریوالوروں کے راؤنڈز اور خشک خوراک کے ڈبے تھے۔

”ٹھیک ہے۔ اب رسی لاؤ اور ان کے ہاتھ پشت پر باندھو۔“ کیپٹن ریوند نے ایک دوسرے ماتحت کو حکم دیتے ہوئے کہا تو وہ شخص جیب کی طرف بڑھ گیا۔ راجیش اور بقیہ آدمیوں کی نگاہیں عمران اور اس کے ساتھیوں پر مرکوز تھیں اور وہ ریوالوروں کی زد میں بے بس کھڑے تھے۔ مگر عمران کا ذہن انتہائی برق رفتاری سے اس چوینیشن سے نمٹنے کی ترکیب سوچنے میں مصروف تھا۔ چند لمحوں بعد جیب کی طرف جانے والا شخص واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں مضبوط رسی کا بندل تھا۔ قریب آ کر اس نے رسی کا بندل کھولا اور سب سے پہلے باہر کے ہاتھ باندھنے لگا۔ اسی لمحے جیب کے پاس کھڑا شخص جو شاید جیب کا ڈرائیور تھا، تیز قدموں سے ان کی طرف آنے لگا تو کیپٹن ریوند اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”باس۔ ٹرانسمیٹر پر کسی کی کال ہے“..... ڈرائیور نے قریب پہنچ

اندازہ تھا کہ تم اپنے میزائل پراجیکٹ کی تباہی کا انتقام لینے کی کوشش کرو گے چنانچہ میں نے پرتھوی پراجیکٹ کو جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کرا دی تھی اب تک تمہارے بقیہ تین ساتھی بھی پکڑے گئے ہوں گے جو جنگل کے راستے پرتھوی پراجیکٹ کی طرف جا رہے تھے“..... کیپٹن ریوند نے طنزیہ لہجے میں کہا تو عمران اور اس کے ساتھی بے اختیار چونک پڑے۔ عمران بھی اندر ہی اندر پریشان ہو گیا تھا۔

”یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو کیپٹن“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے تھوڑی دیر پہلے میرے ایک ماتحت نے اطلاع دی تھی کہ سکھوں کے روپ میں تین افراد ہمارے ایک آدمی کو ہلاک کر کے فرار ہو گئے ہیں اور وہ ان کی گرفتاری کے لئے فورس لے کر ان کے تعاقب میں جا رہا ہے۔ انہیں ہیلی کاپٹر کے ذریعے تلاش کر کے اب تک گرفتار کیا جا چکا ہو گا“..... کیپٹن ریوند نے جواب میں کہا تو اس کی بات سن کر عمران اور اس کے ساتھی بے چین ہو گئے۔ پرتھوی پراجیکٹ تک دو راستوں سے پہنچنے کی ان کی اسکیم ناکام ہو گئی تھی اور وہ سب پراجیکٹ تک پہنچنے سے پہلے ہی گرفتار کر لئے گئے تھے۔

”راجیش۔ ہری اپ۔ ان کی تلاشی لو“..... کیپٹن ریوند لال نے عمران کو خاموش دیکھ کر راجیش سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو راجیش

کر مودبانہ لہجے میں کیپٹن ریوند سے کہا تو کیپٹن ریوند چونکا اور جلدی سے ڈرائیور کے ساتھ جیب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ عمران کی نگاہیں اسی پر مرکوز تھیں۔ جیب کے قریب پہنچ کر کیپٹن ریوند فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں اس کا ماتحت بابر کے ہاتھ باندھ کر عمران کے قریب آچکا تھا لیکن جیسے ہی اس نے عمران کو ہاتھ پیچھے کرنے کا حکم دیا، عمران نے ہاتھ گرا دیئے اور یکدم ایڑیوں کے بل اس آدمی کی طرف گھوم گیا مگر گھومتے ہی اس نے عقب میں کھڑے سی بردار کو کمر سے ہاتھوں میں جکڑ کر بلند کیا اور راجیش پر اچھال دیا۔ وہ آدمی راجیش پر گرا اور دونوں ہی زمین پر ڈھیر ہو گئے۔ عمران کے حرکت میں آتے ہی جولیا اور صفدر بھی ایکشن میں آگئے۔ صفدر نے ایک آدمی کے منہ پر گھونسا جمایا تو اس آدمی کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے سنہلنے سے پہلے ہی صفدر نے آگے بڑھ کر اس کے سینے میں فلائنگ کلک ماری اور وہ شخص چیختا ہوا عقب میں واقع نہر میں جا گرا۔ اسی لمحے جولیا نے چوتھے آدمی کو عمران کی طرف ریوالور کا رخ کرتے دیکھا تو پھرتی سے اس کے ریوالور پر ایک ہاتھ مارتے ہوئے دوسرے ہاتھ کا مکا اس آدمی کی ناک پر جڑ دیا تو اس شخص کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا اور اس نے کراہتے ہوئے پیچھے ہٹ کر اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا۔ جولیا نے بجلی کی سی تیزی سے بڑھ کر زمین سے اس کا ریوالور اٹھایا اور اس آدمی پر فائر کر دیا۔ سائینسز ڈ ریوالور کی گولی

نے اس آدمی کے سینے میں سوراخ کر دیا اور وہ چیختا ہوا زمین پر گرنا چلا گیا۔ ادھر راجیش اور اس کا ماتحت زمین پر گرے تو ان دونوں کے ریوالورز اور نارچ بھی زمین پر گر گئی لیکن نارچ بجھنے سے محفوظ رہی اور اس کی روشنی پڑی سے نیچے واقع ایک درخت کے تنے سے ٹکرا کر پھیلنے لگی تھی۔ راجیش سنہل کر جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا تو عمران نے فوراً ہی اس کے سینے میں ٹھوکر جمائی اور وہ کراہتا ہوا دوبارہ زمین پر گر گیا۔ عمران نے پھرتی سے زمین پر پڑے راجیش کے ماتحت کے پہلو میں ایک ٹھوکر لگائی تو وہ درد کی شدت سے چیخا۔ صفدر نے زمین سے ایک ریوالور اٹھایا ہی تھا کہ جیب کے پاس کھڑے ڈرائیور نے اپنی جیب سے ریوالور نکالا اور ان کی طرف لپکا۔

”خبردار۔ رک جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا“..... ڈرائیور نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا تو صفدر نے تیزی سے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور اس آدمی پر فائر کر دیا۔ بے آواز ریوالور کی گولی ڈرائیور کے پیٹ میں لگی اور وہ چیختا ہوا راستے میں ہی گر گیا۔ عمران نے جھک کر زمین سے راجیش کا ریوالور اٹھایا ہی تھا کہ راجیش نے کھڑے ہو کر عمران پر جست لگا دی مگر عمران پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور راجیش اپنے زور میں نہر کے کنارے پر جا گرا تو عمران نے فوراً ہی اس پر فائر کر دیا۔ گولی راجیش کی کھوپڑی توڑتی ہوئی نکل گئی اور وہ نہر میں جا گرا جس میں پہلے بھی ایک

سے گزر گئیں۔ جیپ کی طرف اندھیرا تھا اور کیپٹن ریوند نظر نہیں آ رہا تھا۔ عمران نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور تیزی سے زمین پر ریٹکتا ہوا جیپ کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ کیپٹن ریوند کو زندہ پکڑنا چاہتا تھا تاکہ اس سے نہ صرف تنویر، خاور اور چوہان کے بارے میں پوچھ سکے بلکہ اس کے دوسرے اقدامات کے بارے میں بھی معلومات حاصل کر جاسکیں جو اس نے پرتھوی پراجیکٹ کی طرف ان کی پیش قدمی روکنے کے لئے کر رکھے تھے۔ جولیا، صفدر اور باہر زمین پر سینے کے بل لیٹے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے مگر اندھیرے کے سبب انہیں عمران کا محض ہیولا ہی جیپ کی طرف ریٹکتا نظر آ رہا تھا۔ جلدی ہی عمران جیپ کے قریب جا پہنچا مگر اسی لمحے کچھ فاصلے پر کھڑی کار کا انجن اسٹارٹ ہوا اور وہ کار پٹری پر عمران کی مخالف سمت میں دوڑتی چلی گئی۔

عمران ایک لمحہ کے لئے رک گیا۔ یقیناً کیپٹن ریوند اس کار میں فرار ہو رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے عمران اچھل کر کھڑا ہوا اور اس نے کار کی طرف فائر کر دیا لیکن گولی بے کار گئی کیونکہ کار گولی کی پہنچ سے نکل چکی تھی۔ عمران نے غصے سے جبرے بھینچ لئے۔ چند لمحوں میں کار کی عقبی سرخ روشنیاں اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں اور عمران گہرا سانس لے کر واپس اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ساتھی زمین سے کھڑے ہو گئے تھے۔

”کیا وہ نکل گیا؟“..... اس کے قریب پہنچنے پر جولیا نے کہا۔

آدمی گر چکا تھا مگر وہ باہر نہ نکل سکا تھا۔ شاید نہر میں پانی کا تیز بہاؤ اس آدمی کو اپنے ساتھ لے گیا تھا لیکن جیسے ہی راجیش نہر میں گرا، اس کے ایک ساتھی نے جولیا کو عمران کی طرف متوجہ پا کر جولیا پر جست لگا دی تو جولیا اس اچانک حملے سے لڑکھڑا کر زمین پر گر گئی۔ وہ آدمی زمین سے اٹھا ہی تھا کہ صفدر نے اچھل کر اس شخص کے پہلو میں زور دار لات جمائی اور وہ آدمی کراہتا ہوا زمین پر جا گرا۔

باہر کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے لیکن اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس آدمی کی پسلیوں میں ٹھوکر ماری تو اس شخص کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اسی لمحے اس کی چیخ سن کر عمران مڑا اور اس نے چیخنے والے شخص پر فائر کر دیا۔ اس آدمی کے پہلو میں گولی اتر گئی اور وہ زمین پر تڑپنے لگا۔ اس سے فارغ ہوتے ہی عمران جلدی سے جیپ کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے جیپ کے عقب سے ایک فائر ہوا عمران پھرتی سے جھک گیا تو گولی اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ یقیناً کیپٹن ریوند جیپ کی آڑ میں پوشیدہ تھا۔ عمران فوراً ہی زمین پر سینے کے بل گر گیا۔

”لیٹ جاؤ“..... عمران نے چیختے ہوئے لہجے میں اپنے ساتھیوں سے کہا اور جیپ پر فائر کر دیا تو جیپ کا دایاں ٹائر دھماکے سے برسٹ ہو گیا اور جیپ کی طرف سے یکے کے بعد دیگرے دو فائر کئے گئے لیکن دونوں گولیاں عمران کے سر سے چند انچ کی بلندی

صفدر بابر کے ہاتھوں کی بندش کھول رہا تھا۔

”ہاں۔ سانپ نکل گیا مگر اس کی لکیر میں ہوں تمہارے سامنے۔ کیا حکم ہے؟“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

”بکو مت۔ اب وہ ہمارے لئے مزید دشواری پیدا کر دے گا۔“ جولیا نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”فکر مت کرو۔ وہ نامرد آدمی کچھ پیدا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے بقول کنفیوشس نامرد ہی بھاگتے ہیں میدان چھوڑ کر، شہ سوار تو گرتے ہیں میدان جنگ میں“..... عمران نے مخصوص انداز میں کہا تو بابر اور صفدر بے اختیار مسکرانے لگے لیکن عمران کو کیپٹن ریوند کے اس آدمی کی فکر تھی جو صفدر کے فلائنگ کک لگنے سے نہر میں گرا تھا۔ عمران کے خیال میں وہ آدمی اگر زندہ بچ کر نہر سے نکل گیا تھا تو اس کی طرف سے حملہ کا امکان بہر حال موجود تھا۔ بابر اور صفدر نے اپنے فلائنگ بیگ اٹھائے اور ریوالورز جیبوں میں رکھ لئے۔ عمران انہیں لے کر پڑوی پر ایک سمت میں بڑھنے لگا اور چند لمحوں بعد نہر پر واقع لکڑی کے پل کے پاس جا پہنچے۔ پل کافی کشادہ تھا۔ انہوں نے پل عبور کیا اور پڑوی سے نشیب میں اتر گئے۔ اس طرف کھیتوں کے طویل سلسلے تھے اور کافی فاصلے پر کسی دیہی بستی میں چراغ جل رہے تھے۔ وہ لوگ اس بستی کی طرف جانے کے لئے کھیتوں کے درمیان پگڈنڈیوں پر خاموشی

سے سفر کرنے لگے۔ عمران سب سے آگے تھا۔ اس نے بستی سے تقریباً سو قدم پیچھے ہی اپنی سمت تبدیل کی اور دوسری سمت میں آگے بڑھنے لگا۔ صفدر اور جولیا سفر کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ کیا واقعی خاور، تنویر اور چوہان دشمن کی گرفت میں آچکے ہوں گے۔

”عمران۔ خاور کو کال کر کے ان کی خیریت معلوم کر لو۔“ جولیا نے چلتے چلتے عمران کو مخاطب کر کے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں جولیا۔ ہو سکتا ہے وہ کال رسیو کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں۔ اور اگر خدا نخواستہ وہ گرفتار ہو چکے ہیں تو ان کو ٹرانسمیٹر پر کال کرنا ان کے لئے خطرناک ثابت ہو گا“..... عمران نے رکے بغیر سخت لہجے میں کہا۔

”تو کیا تم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو گے؟“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تم خود سوچو کہ ہم یہاں سے ان کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ہو سکتا ہے رام رام ایجنسی کے آدمی انہیں تلاش نہ کر سکے ہوں اور ہمارے حوصلے پست کرنے کے لئے کیپٹن ریوند نے جھوٹ بولا ہو۔ ہمارے ساتھی اتنے تر نوالہ نہیں ہیں کہ آسانی سے دشمن کی گرفت میں آجائیں۔ اگر وہ خطرے میں ہوتے تو وہ خود مجھے کال کر کے صورت حال سے مطلع کر دیتے۔ اس لحاظ سے مجھے یقین ہے کہ فی الحال تنویر، خاور اور چوہان خیریت سے ہیں۔“

عمران نے جواب میں مسلسل بولتے ہوئے کہا تو جولیا مطمئن ہو گئی لیکن صفدر کی فکر کم نہ ہوئی کیونکہ عمران نے محض امکان ظاہر کیا تھا۔ ”عمران صاحب۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اچانک گرفت میں آ گئے ہوں اور انہیں آپ کو کال کرنے کا موقع نہ ملا ہو“..... صفدر نے ایک لمحہ بعد کہا۔

”اس صورت میں تم اور میں ان کے لئے مغفرت کی دعا کے سوا کچھ کر سکتے ہیں تو بتاؤ“..... عمران نے ناگوار لہجے میں کہا تو صفدر دوبارہ کچھ نہ بولا اور خاموشی سے قدم اٹھاتا رہا۔ تقریباً ایک گھنٹہ کے سفر کے بعد کھیتوں کے سلسلے ختم ہو گئے اور زمین پر ریت نظر آنے لگی جو رفتہ رفتہ صحرا میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ اب وہ صحرائی علاقے میں سفر کر رہے تھے جس میں بکثرت ریت کے بڑے بڑے اونچے نیچے نیلے تھے۔ عمران کے پاس اس علاقے کا جو نقشہ تھا اس کے مطابق صحرا کی دوسری جانب میدانی علاقہ تھا لیکن ریت پر چلنا کافی دشوار تھا۔ ان کے قدم ریت میں دھنس رہے تھے جس کے سبب ان کی رفتار کافی سست پڑ گئی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹہ کے سفر کے بعد ریتلا علاقہ ختم ہونے لگا اور آگے میدانی علاقہ دکھائی دینے لگا لیکن وہ غیر آباد ایریا تھا جس میں درخت اور خودرو جھاڑیاں واقع تھیں۔ نقشہ کے مطابق وہ سرحدی علاقہ تھا اس لئے عمران نے اپنے ساتھیوں کو الٹ رہنے کی ہدایت کی تو وہ تینوں چوکنے ہو گئے۔ چند منٹ بعد وہ درختوں کے ایک

جھنڈ کے پاس جا پہنچے مگر اسی لمحے فضا میں ہیلی کاپٹروں کا شور گونجنے لگا۔ عمران، جولیا، صفدر اور بابر نے جلدی سے مڑ کر پیچھے دیکھا تو چار ہیلی کاپٹروں کی روشنیاں فضا میں حرکت کر رہی تھیں اور ان کا رخ انہی درختوں کی جانب تھا۔ یقیناً وہ ہیلی کاپٹر ان ہی کی تلاش میں اس طرف آ رہے تھے اور شاید کیپٹن ریوند کے حکم پر ان ہیلی کاپٹر کو اس طرف بھیجا گیا تھا لیکن ابھی وہ ہیلی کاپٹر کافی دور تھے۔ ان سے بچنے کے لئے عمران نے اپنی رفتار میں اضافہ کر دیا اور اس کے ساتھی بھی تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔

”گلتا ہے وہ ہماری تلاش میں آ رہے ہیں“..... جولیا نے تشویش بھرے لہجے میں عمران سے کہا۔

”گلتا نہیں بلکہ یقیناً وہ ہمیں گرفتار کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ ان کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں ان درختوں میں چھپ جانا چاہئے“..... عمران نے قدم روکے بغیر کہا۔ اس کا رخ سامنے واقع درختوں کے جھنڈ کی طرف تھا۔ ہیلی کاپٹر تیزی سے قریب آتے جا رہے تھے اور ان میں نصب سرچ لائٹس زمین کو روشن کر رہی تھیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ لوگ سرچ لائٹس کی زد میں آتے، وہ درختوں کی جھنڈ میں پہنچ گئے اور مڑ کر ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر کی سرچ لائٹس سے کافی ایریا روشن ہو رہا تھا لیکن عمران اور اس کے ساتھی جن درختوں کی آڑ میں کھڑے تھے ان درختوں کی گنجان شاخیں بلندی پر آپس میں ملی

ہوئی تھیں اس لئے فضا سے ان کے دیکھ لئے جانے کا کوئی امکان نہ تھا۔ جلد ہی ایک ہیلی کاپٹر ان درختوں کے اوپر سے گزرا جبکہ باقی ہیلی کاپٹرز ان کے دائیں بائیں سے گزرے تھے۔ اس کے چند لمحوں بعد عمران اور اس کے ساتھی درختوں کے جھنڈ سے باہر آئے اور آگے بڑھنے لگے۔ چاروں ہیلی کاپٹرز کی روشنیاں بتدرت دور ہوتی جا رہی تھیں اور چند لمحوں بعد ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں لیکن عمران کو اندیشہ تھا کہ ان کے نہ ملنے پر ہیلی کاپٹرز یقیناً واپس آئیں گے۔

خاور، تنویر اور چوہان فوجیوں کی مشین گنوں کی زد میں کھڑے سوچ رہے تھے کہ ان کے جسموں پر فوجی یونیفارم دیکھنے کے باوجود ان فوجیوں نے انہیں کیوں روک لیا ہے۔ کیا انہیں ان کے بارے میں اطلاع دے دی گئی تھی یا انہیں محض شبہ کی بنیاد پر روکا گیا ہے۔ ”تم لوگ کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟“..... دفعتاً ایک فوجی نے آگے بڑھ کر سخت لہجے میں ان سے پوچھا۔ تینوں فوجی سپاہی رینک کے تھے۔

”سٹ اپ۔ کیا تمہیں ہماری یونیفارم نظر نہیں آ رہی؟“..... خاور نے فوجی کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ تو تم لوگ فوجی ہو؟“..... اس فوجی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”تمیز سے بات کرو۔ یہ ہمارے فوجی آفیسر نیگور ہیں۔“ چوہان

نے غراتی ہوئی آواز میں فوجی سپاہی سے کہا تو تینوں فوجی بوکھلا گئے اور انہوں نے فوراً سیلوٹ کر دیا۔ ساتھ ہی انہوں نے اپنی مشین گنیں بھی جھکا دیں۔

”سوری سر۔ ہم سمجھے تھے کہ آپ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں ہمیں ہوشیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے“..... خاور سے بات کر نیوالے فوجی نے گھبرائی ہوئی آواز میں معذرت کرتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ کن کے بارے میں حکم دیا گیا ہے“..... خاور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”سر۔ کچھ دیر پہلے کمانڈر کی طرف سے اطلاع دی گئی تھی کہ تین غیر ملکی ایجنٹ پراجیکٹ کی طرف دہشت گردی کے ارادے سے ادھر آنے والے ہیں اور انہوں نے فوجی وردیاں پہن رکھی ہیں جس میں وہ بارڈر فورس کے جوان نظر آتے ہیں“..... فوجی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ یہ صحیح ہے۔ وہ ہماری رجمنٹ کی یونیفارم پہن کر جنگل میں داخل ہوئے تھے چنانچہ میں نے ہی ان کے بارے میں تمہارے کمانڈر کو اطلاع دی تھی۔ ہم خود بھی ان ہی ایجنٹوں کی تلاش میں اس طرف آئے ہیں“..... خاور نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اگرچہ عقب میں آنے والی گاڑیوں کا شور قریب آ پہنچا تھا لیکن خاور ان فوجیوں کو زندہ چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا کیونکہ وہ

پچھے گاڑیوں میں آنے والوں کو ان کے بارے میں بتا سکتے تھے۔ خاور کے علاوہ چوہان اور تنویر نے بھی ہاتھ نیچے کر لئے تھے۔

”تمہارا کیمپ کہاں ہے جوان“..... خاور نے اس فوجی سے پوچھا۔ باقی دونوں فوجی خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔

”اس طرف۔ تقریباً ساٹھ ستر گز کے فاصلے پر ہے“..... فوجی نے بائیں طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”آل رائٹ۔ تم تینوں میرے ساتھ آؤ“..... خاور نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور اسی سمت میں مڑ گیا جس طرف فوجی نے اشارہ کیا تھا تو وہ فوجی اس کے پیچھے بڑھنے لگا۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک چٹان تھی۔ اس چٹان کے عقب میں پہنچ کر خاور یکدم مڑا اور اس نے پھرتی سے اس فوجی کے منہ پر ایک ہاتھ جماتے ہوئے دوسرے ہاتھ کا مکا اس کی کینٹی پر مارا تو وہ لڑکھڑایا اور زمین پر گر گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ خاور چٹان کی دوسری طرف بڑھا اور سمت بدل کر چٹان کی آڑ سے نکلا تو باقی دو فوجیوں کی خاور کی جانب پشت تھی۔ خاور دبے پاؤں ان فوجیوں کے قریب پہنچا تو اس نے بجلی کی سی تیزی سے ایک فوجی کی گردن پر کھڑی ہتھیلی کا وار کیا اور اس فوجی کی گردن ٹوٹ گئی وہ فوجی چیخے تڑپے بغیر زمین پر گرا ہی تھا کہ دوسرے فوجی نے مڑ کر خاور کی طرف دیکھا اور اسی لمحے تنویر نے پھرتی سے آگے بڑھ کر اس کے سر پر مشین گن کا دستہ رسید کر دیا تو وہ فوجی کراہتا ہوا زمین پر گرا اور بے ہوشی کی وادی

خاور کی ہدایت پر تنویر اور چوہان نے دونوں فوجی سپاہیوں کو اٹھایا اور اپنے کندھوں پر ڈال کر اس چٹان کی طرف بڑھ گئے جس کے عقب میں تیسرا فوجی بے ہوش پڑا تھا۔ انہوں نے دونوں بے ہوش افراد کو ان کے ساتھی کے پاس ڈالا اور واپس خاور کے پاس پہنچے تو خاور ان کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ فوجی گاڑیوں کا شور اب دائیں جانب بڑھتا سنائی دے رہا تھا۔ شاید اس طرف گاڑیوں کے لئے کوئی مخصوص راستہ تھا۔ چند منٹ بعد سیکرٹ سروس کے ممبرز کے بائیں جانب سے کسی فوجی گاڑی کا شور بلند ہونے لگا لیکن وہ لوگ رکے بغیر قدم اٹھاتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد ایک قدرتی طور پر ہموار راستے کے قریب جا پہنچے۔ بائیں جانب سے اسی راستے پر ایک فوجی جیپ وہاں آ رہی تھی۔ جیپ دیکھتے ہی وہ تینوں جلدی سے قریب ہی پڑے ایک پتھر کی آڑ میں بیٹھ گئے اور جیپ کے گزرنے کا انتظار کرنے لگے۔ جلد ہی فوجی جیپ وہاں آ پہنچی اور ان کے سامنے سے گزر گئی۔ اس ہموار راستے کی دوسری جانب بلند پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ جیسے ہی جیپ کی روشنیاں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہوئیں، خاور اور اس کے ساتھی پتھر کی آڑ سے نکلے اور اس راستے کے ساتھ ساتھ اس جانب بڑھنے لگے جس طرف سے جیپ آئی تھی۔ ستاروں کی مدھم روشنی میں تقریباً تیس قدم چلنے کے بعد وہ لوگ رک گئے کیونکہ راستے کی دوسری جانب

خاور، تنویر اور چوہان اس خلاء کی طرف بڑھے جو چٹانوں کے درمیان ایک درے کی طرح تھا۔ وہ درمیانی راستہ چھوٹے بڑے پتھروں سے بھرا ہوا تھا۔ اس لئے وہ قدم جما کر احتیاط سے اس راستے پر آگے بڑھنے لگے مگر تاریکی کے باعث ان کی احتیاط بے کار گئی اور تنویر جو کہ سب سے پیچھے تھا، اس کا اچانک ہی ایک پتھر سے پیر لکرایا تو پتھر اپنی جگہ سے پھسل کر لڑھک گیا۔ جس سے تیز آواز بلند ہوئی اور تنویر لڑکھڑا گیا مگر اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا ورنہ منہ کے بل پتھروں پر آ گرتا۔ چوہان اور خاور پتھر لڑھکنے کی آواز پر جلدی سے رک گئے۔ اس راستے یا درے کا دہانہ چند قدم دور رہ گیا تھا۔ تنویر کے سنبھل جانے کے بعد وہ تینوں دوبارہ آگے بڑھنے لگے۔ عقب سے فوجی گاڑیوں کا شور پھر سنائی دینے لگا تھا مگر اب ان کی منزل قریب تھی لیکن جیسے ہی وہ درے سے نکل کر دوسری طرف پہنچے۔ یکدم ان پر روشنی پڑنے لگی۔ وہ روشنی دو نارچوں کی تھیں۔ دہانے کے دائیں جانب چار مسلح فوجی چند فٹ کے فاصلے پر کھڑے تھے اور دو افراد کے پاس نارچیں تھیں جو ان کی مشین گنوں پر نصب تھیں۔ ان کے سامنے کی طرف ایک کافی بلند چٹان جو وہاں سے تقریباً پندرہ قدم کے فاصلے پر واقع تھی، اس کے عقب میں پرتھوی پراجیکٹ کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ ان روشنیوں کے سبب وہاں تاریکی زیادہ نہ تھی اور بیس پچیس قدم

تک کی ہر چیز نظر آ رہی تھی۔ ٹارچوں کی روشنی پڑنے پر خاور، چوہان اور تنویر یکدم رک گئے۔

”خبردار۔ اپنے ہتھیار پھینک کر ہاتھ اوپر اٹھا لو۔ ہری اپ۔“
ان کے رکتے ہی چار فوجیوں میں سے ایک فوجی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”تم پاگل تو نہیں ہو۔ ہم ادھر چند غیر ملکی مجرموں کی تلاش میں آئے ہیں“..... خاور نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”سٹ اپ۔ تمہاری یونٹ کا کیمپ جنگل کی دوسری طرف ہے اور تم فوجی بھی معلوم نہیں ہوتے“..... اس فوجی نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے شوڈرز پر بیج اسے حوالدار ظاہر کر رہے تھے۔

”کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں“..... خاور نے حیرت بھرنے لہجے میں کہا۔

”مطلب واضح ہے۔ تم نے ہمارے ہی آدمیوں کو ہلاک کر کے

ان کی وردیاں حاصل کی ہیں۔ ہمیں پہلے ہی یہ اطلاع مل چکی ہے

کہ تم بارڈر فورس والی یونٹ کی یونیفارم پہن کر اس طرف آ رہے

ہو۔ ہاتھ بلند کر لو ورنہ ہم فائر کھول دیں گے“..... حوالدار نے سخت

لہجے میں کہا تو خاور اور اس کے ساتھیوں کے لئے اس کے سوا کوئی

چارہ نہ تھا کہ وہ فی الحال حوالدار کے حکم کی تعمیل کرتے۔ فوجی

یونیفارم والا بہانہ یہاں کامیاب ثابت نہیں ہو سکا تھا اس لئے

انہوں نے مشین گنیں زمین پر ڈال کر ہاتھ بلند کر لئے۔

”انہیں اپنے ٹھکانے پر لے چلو۔ ان میں سے کوئی مزاحمت

یا فرار ہونے کی کوشش کرے تو مجھے بتائے بغیر اسے چھلنی کر دینا“۔

حوالدار نے اپنے ماتحتوں سے تحکمانہ لہجے میں کہا اور بائیں جانب

مڑ کر قدم اٹھانے لگا۔ تینوں فوجی بھی خاور، تنویر اور چوہان کو تین

اطراف سے نرنے میں لئے اسی جانب بڑھنے لگے۔ حوالدار کا رخ

اس جانب واقع ایک پہاڑی کی طرف تھا جو کہ تقریباً پندرہ قدم

کے فاصلے پر تھی اور اس میں ایک غار کا دہانہ دکھائی دے رہا تھا۔

قریب پہنچ کر وہ سب غار میں داخل ہو گئے جس میں ایک گیس

لیپ جل رہا تھا۔ غار اندر سے کافی وسیع تھا۔ بائیں جانب فرش پر

قالین سا بچھا ہوا تھا اور دائیں کونے میں کچھ برتن اور فولڈنگ کرسی

سامان رکھا ہوا تھا۔ قالین کے قریب ہی ایک میز اور فولڈنگ کرسی

پڑی تھی جبکہ میز پر گیس لیپ اور ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر رکھا نظر آ رہا

تھا۔ حوالدار آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

”تم تینوں دیوار کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔ ہاتھ نیچے کرنے کی

کوشش نہ کرنا“..... حوالدار نے خاور اور اس کے ساتھیوں سے

تحکمانہ لہجے میں کہا تو وہ تینوں غار کی دیوار کے پاس کھڑے ہو کر

حوالدار کی طرف دیکھنے لگے۔ باقی فوجیوں کی مشین گنوں کا رخ ان

ہی کی جانب تھا۔

”ان پر نظر رکھو۔ میں کال کر رہا ہوں“..... حوالدار نے اپنے

ماتحتوں سے کہا تو تینوں فوجی خاور، تنویر اور چوہان کے سامنے

”ٹھیک ہے لیکن وہ بے حد خطرناک ایجنٹ ہیں۔ اس لئے محتاط رہنا ضروری ہے۔ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے مشرق کی طرف سے آنے والے چار ایجنٹوں کو بھی تلاش کیا جا رہا ہے اور ان کے لئے چار ہیلی کاپٹروں کو سرچ آپریشن پر روانہ کیا جا چکا ہے۔ اور اینڈ آل“..... میجر بہمن رام نے آخر میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو حوالدار دیول نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا لیکن میجر بہمن رام کی بات سن کر خاور، تنویر اور چوہان پریشان ہو گئے۔ یقیناً میجر بہمن رام نے عمران اور باقی ممبرز کی بات کی تھی جنہوں نے مشرق کی جانب پراجیکٹ پر پہنچنا تھا۔

”ان تینوں کے ہاتھ باندھو اور انہیں کیمپ کی طرف لے چلو۔“ حوالدار دیول نے اپنے ماتحتوں سے حکمانہ لہجے میں کہا تو ایک فوجی اپنی مشین گن کندھے سے اٹکا کر غار کے اس کونے کی طرف بڑھ گیا جہاں سامان رکھا تھا۔ خاور نے چوہان اور تنویر کی طرف دیکھا اور انہیں مخصوص اشارہ کر دیا۔ فوجی کونے میں رکھے سامان سے ایک رسی اٹھا کر مڑا اور خاور کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ خاور کے عقب میں آرکا اور پھر جیسے ہی اس نے خاور کے ہاتھ باندھنے کی کوشش کی، خاور بجلی کی سی تیزی سے مڑا اور اس نے فوجی کے جڑے پر زور دار گھونسا جمایا تو فوجی کراہتا ہوا عقب میں پتھر پلٹی دیوار سے جا ٹکرایا۔ باقی دونوں فوجیوں نے خاور کی طرف دیکھا ہی تھا کہ تنویر اور چوہان نے ان پر جست لگا دی۔ دونوں فوجیوں کے ہاتھوں

کھڑے ہو گئے اور حوالدار میز پر رکھا ٹرانسمیٹر آن کر کے کال کرنے لگا۔

”ہیلو باس۔ حوالدار دیول کالنگ۔ اور“..... حوالدار نے کہا اور بار بار اپنے جملے دہرانے لگا۔

”لیس حوالدار دیول۔ میجر بہمن رام رسیونگ یو۔ اور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک بھاری سی آواز بلند ہوئی۔

”سر۔ ہم نے تینوں مجرموں کو پکڑ لیا ہے۔ اور“..... حوالدار دیول نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”دیری گڈ حوالدار۔ تم نے انہیں کہاں سے گرفتار کیا۔ اور“..... دوسری طرف سے میجر بہمن رام نے پوچھا۔

”سر۔ وہ ہمارے ٹھکانے کے قریب واقع درے سے گزر کر اس طرف آئے تھے۔ پتھر لڑھکنے کی آواز سن کر ہم نے فوراً پوزیشن لے لی اور جیسے ہی وہ درے سے باہر نکلے ہم نے انہیں گھیرے میں لے کر غیر مسلح کر دیا۔ اب وہ میرے سامنے غار میں کھڑے ہیں۔ اور“..... حوالدار نے جواب میں کہا۔

”آل رائٹ۔ انہیں کیمپ میں لے آؤ۔ خیال رکھنا ان میں سے کوئی بھاگنے نہ پائے۔ اور“..... میجر بہمن رام کی آواز سنائی دی۔

”آپ بے فکر رہیں سر۔ ان کے فرشتے بھی میری گرفت سے نہیں بھاگ سکتے۔ اور“..... حوالدار دیول نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سے مٹین گئیں گر گئیں اور وہ سنبھلنے کی کوشش کرنے لگے۔ تنویر نے ایک فوجی کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس کے پیٹ میں گھونسا رسید کیا تو وہ آدمی درد کی شدت سے کراہتا ہوا پیٹ پر ہاتھ رکھے آگے کوچکا ہی تھا کہ تنویر نے اسے گردن سے دبوچا اور اسے دیوار کی طرف دھکا دیا۔ فوجی کا سر پتھر کی دیوار سے ٹکرایا اور اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ فرش پر گرا اور اس پر بے ہوشی غاری ہوتی چلی گئی۔

حوالدار دیول نے کرسی سے اٹھتے ہوئے خاور اور اس کے ساتھیوں کو لٹکارا اور اپنے کاندھے سے مٹین گن اتارنے کی کوشش کی مگر تنویر نے پھرتی سے اس پر جست کی اور دونوں فرش پر گر گئے۔ چوہان نے جس فوجی پر جست لگائی، وہ فرش پر گرنے کے بعد بھی اٹھ رہا تھا کہ چوہان نے فوراً اس کے پہلو میں ٹھوکر ماری اور وہ کروٹ بدل گیا اور اسی لمحے چوہان کی دوسری ٹھوکر اس کے چہرے پر پڑی تو اس فوجی نے چیخ کر اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ اس کے کئی دانت ٹوٹ گئے تھے لیکن چوہان نے اس کی چیخ کی پرواہ کئے بغیر جھک کر اس کے سر کے بال پکڑے اور اس کا سر اوپر اٹھا کر اس زور سے فرش پر مارا کہ اس فوجی کا سر پھٹ گیا اور وہ بری طرح تڑپنے لگا۔ چوہان نے ایک مرتبہ پھر اس کا سر فرش سے ٹکرایا تو فوجی کے سر سے بھیجے باہر نکل آیا اور وہ ہمیشہ کے لئے ساکت ہوتا چلا گیا۔ عمران اور اس کے ساتھ باقی ممبرز کی ممکنہ گرفتاری کا

سن کر چوہان پر درندگی سوار ہو گئی تھی اور وہ جانتا تھا کہ اگر وہ یہاں بچنے رہے اور عمران کا گروپ بھی دشمن کی گرفت میں آ گیا تو ان کا مشن مکمل نہ ہو سکے گا اور وہ سب مارے جائیں گے۔ دشمن سے نرمی کی توقع رکھنا حماقت تھی۔

دوسری طرف خاور کا گھونسا کھا کر دیوار سے ٹکرانے والے فوجی نے سنبھل کر خاور کے چہرے پر گھونسا مارنے کی کوشش کی تھی لیکن خاور نے یکدم چہرہ جھکا کر بچا لیا تھا۔ فوجی نے دوبارہ اس پر حملہ کیا تو خاور نے اس کا گھونسا اپنے ہاتھ پر روکا اور دوسرے ہاتھ کا مکا فوجی کی ناک پر جما دیا۔ اس کا حریف فوجی کراہتا ہوا پیچھے ہٹا اور اپنی ناک ٹٹولنے لگا جس سے خون بہنے لگا تھا۔ خاور نے تیزی سے بڑھ کر اسے کمر سے پکڑا اور اٹھا کر پتھر کی دیوار پر دے مارا تو فوجی کے حلق سے کربناک چیخ بلند ہوئی اور وہ بے جان چھپکلی کی طرح فرش پر آگرا اس کا سر دیوار سے ٹکرا کر پھٹ گیا تھا اور خون آلود بھیجے دیوار کے ساتھ چپک گیا تھا۔ تنویر حوالدار دیول کے ساتھ فرش پر گرنے کے بعد اٹھ ہی رہا تھا کہ دیول نے تیزی سے تنویر کے پہلو میں گھونسا مارا تو تنویر کراہتا ہوا بائیں جانب لڑھک گیا۔ دیول پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اسی لمحے تنویر نے ہاتھ بڑھا کر اس کی ٹانگ کھینچ لی تو دیول دوبارہ فرش پر پہلو کے بل آگرا اور تنویر نے پھرتی سے کھڑے ہو کر دیول کے پہلو میں اس زور سے ٹھوکر جمانی کہ دیول کے منہ سے تیز کراہ نکل گئی۔ وہ کروٹ بدل کر اٹھنے

”ہیلو باس۔ حوالدار دیول کالنگ۔ اوور“..... دیول نے کہا تو خاور نے اسے فوراً سرگوشی کی کہ وہ اپنے لہجے سے خوف ظاہر نہ کرے تاکہ میجر بہمن کو شبہ نہ ہو چنانچہ دیول پرسکون لہجے میں اپنے الفاظ دہرانے لگا۔

”یس حوالدار دیول۔ میجر بہمن رام رسیونگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے میجر بہمن رام کی مخصوص آواز ابھری۔

”سر۔ ایک اہم اطلاع دینے کے لئے کال کر رہا ہوں۔ اوور“۔ دیول نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”کیسی اطلاع حوالدار۔ اوور“..... میجر بہمن رام نے جلدی سے پوچھا۔

”سر۔ تینوں غیر ملکی ایجنٹوں نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی لیکن آپ کا حکم تھا کہ انہیں فرار نہ ہونے دیا جائے اس لئے ہم نے انہیں فوراً شوٹ کر دیا۔ اوور“..... دیول نے کہا۔

”اوہ۔ چلو اچھا ہو گیا کہ وہ مارے گئے۔ ان کی لاشیں کہاں ہیں۔ اوور“..... میجر بہمن کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”اس کے جسم گولیوں سے چھلنی ہو گئے تھے اس لئے ہم نے تینوں لاشیں ایک کھائی میں پھینک دی ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں وہ لاشیں کھائی سے نکال کر آپ کی خدمت میں بھجوا دیتا ہوں۔ اوور“۔ دیول نے جواب میں کہا۔

کی کوشش کرنے لگا لیکن اسی لمحے خاور نے ایک مشین گن اٹھائی اور جیسے ہی دیول کھڑا ہوا، خاور نے مشین گن اس کے سینے سے لگا دی تو دیول گھبرا گیا۔

”نن۔ نہیں۔ مجھے ہلاک نہ کرو“..... دیول نے دہشت سے ہکلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آل رائٹ۔ ہاتھ بلند کر لو۔ ہری اپ“..... خاور نے اسے گھورتے ہوئے سر جھٹک کر کہا تو دیول نے خوف سے کانپتے ہوئے ہاتھ بلند کر لئے۔ خاور کے ذہن میں اچانک ہی ایک اسکیم پیدا ہوئی تھی اور اس نے سکیم پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ چوہان اور تنویر نے بھی مشین گنیں اٹھالی تھیں۔

”سنو حوالدار۔ میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گا لیکن تمہیں میرے چند سوالوں کے ٹھیک ٹھیک جواب دینا ہوں گے۔ ذرا بھی غلط بیانی کی تو میں فوراً ہی تمہیں لاش میں تبدیل کر دوں گا“..... خاور نے سخت لہجے میں دیول سے کہا۔

”نن۔ نہیں۔ میں درست جواب دوں گا“..... دیول نے دہشت زدہ لہجے میں کہا تو خاور اس سے پرتھوی پراجیکٹ کے بارے میں ضروری سوال کرنے لگا۔ دیول جواب دیتا رہا۔ مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کے بعد خاور مطمئن ہو گیا اور اس نے دیول کو چند ہدایت دیں تو دیول نے ہاتھ گرائے اور میز پر رکھا ٹرانسمیٹر آن کر کے اپنے یکمپ انچارج میجر بہمن رام کو کال کرنے

”میں نے لاشوں کو کیا کرنا ہے حوالدار۔ البتہ خفیہ والوں کو ان کی ضرورت پڑی تو میں تمہیں کال کر کے بتا دوں گا۔ اور اینڈ آل۔“ دوسری طرف سے میجر بہمن رام نے ہنس کر کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو دیول نے بھی ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس دوران ان تینوں ممبرز کی مشین گنوں کا رخ دیول کی طرف ہی رہا تھا اور موت کے فرشتوں کی موجودگی میں دیول کو خاور کی ہدایات کے برعکس ایک لفظ بھی کہنے کی ہمت نہ پڑی تھی چونکہ خاور نے اسے زندہ رکھنے کے لئے یہ شرط رکھی تھی کہ وہ اپنے کیمپ انچارج میجر بہمن رام کو مکمل طور پر مطمئن کرے گا، اس لئے دیول نے ایک دو جملے ایسے بھی کہے تھے کہ میجر بہمن رام کو اس کی اطلاع پر شبہ نہ ہو سکے۔

”اب تم دیوار کے پاس ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ۔“..... خاور نے حوالدار دیول سے کہا تو دیول نے ہاتھ بلند کئے اور دیوار کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اسی لمحے خاور کے وایج ٹرانسمیٹر پر مخصوص ہندسہ جلنے بجھنے لگا۔ خاور نے سگنل دیکھا اور فوراً ہی لپک کر دیول کے سر پر مشین گن کا دستہ مارا تو دیول کراہتا ہوا فرش پر گرتا چلا گیا۔

عمران، جولیا، صفدر اور ایکسٹو کے ایجنٹ کا ماتحت باہر خاموشی سے آگے بڑھ رہے تھے لیکن عمران مسلسل ہیلی کاپٹروں کے بارے میں فکر مند تھا۔

”عمران۔ میں تھک گئی ہوں۔“..... دفعتاً جولیا نے اپنے آگے چلنے والے عمران کو مخاطب کر کے کہا۔
 ”میں نہیں مانتا۔ تم کبھی نہیں تھک سکتیں۔“..... عمران نے رکے بغیر کہا۔

”کیوں۔ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں۔“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”بالکل کیونکہ مجھے کنفیوشس کے اس قول پر یقین ہے کہ بلبل کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتی۔“ عمران نے شوخ لہجے میں کہا۔
 ”بلبل نہیں جناب۔ عقاب کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا۔“

بابر نے بے اختیار مسکراتے ہوئے کہا۔

349

”بابر کا مطلب ہے کہ آپ نے شعر کا مصرع بگاڑ دیا ہے۔“

صفدر نے ہنس کر کہا۔

”لگتا ہے بابر کو شاعری پر عبور حاصل ہے۔ تم نے اب تک کئی غزلیں لکھی ہیں بابر“..... عمران نے بابر سے پوچھا۔

”سوزی سر۔ میں شاعر نہیں ہوں“..... بابر نے جلدی سے کہا۔
”تو یوں کہو نا کہ میں شاعر تو نہیں۔ مگر اے حسین۔ جب سے دیکھا میں نے تم کو شاعری آگئی“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”ایسی کوئی بات نہیں جناب۔ میں بھلا کیسے شاعر بن سکتا ہوں۔“ بابر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میرے استاد بن جاؤ۔ میرے شعروں کی اصلاح کرتے رہو۔“ تو ایک نہ ایک دن نامور شاعر بن جاؤ گے اور لوگ تمہیں غالب کا نعم البدل سمجھنے لگیں گے۔ غالب بھی تو تمہارے دارالحکومت میں پیدا ہوا تھا۔ کیا تم نے اسے دیکھا تھا“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں جناب۔ میں تو اس کے زمانے میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا“..... بابر نے جلدی سے کہا۔

”تو میرے زمانے میں کیوں پیدا ہوئے۔ کیا تمہیں صرف میرے شعروں کی اصلاح کرنے کے لئے پیدا ہونا تھا“..... عمران

نے یکدم غصیلے لہجے میں کہا۔

”کیوں بحث کرتے ہو۔ خاموشی سے چلو“..... جولیا نے عمران کی باتوں سے اکتا کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”بب۔ بہتر۔ سینڈل مت اتارنا“..... عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا تو صفدر اور بابر اس کے انداز پر بے اختیار مسکرانے لگے۔

تقریباً پانچ سو گز کا فاصلے طے کرنے کے بعد انہیں کافی دور متحرک روشنیاں دکھائی دینے لگیں۔ عمران کے اندازے کے مطابق وہ روشنیاں اس ممنوعہ علاقے میں فوجی گاڑیوں کی ہی ہو سکتی تھیں۔

ان کی تعداد چار سے زیادہ نہ تھی اور وہ گاڑیاں ایک دوسرے سے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر حرکت کر رہی تھیں۔ ان گاڑیوں سے بچنے کے لئے عمران نے فوراً سمت تبدیل کی اور تقریباً سو قدم کا فاصلے طے کرنے کے بعد دوبارہ پہلی سمت میں بڑھنے لگا۔ اب وہ آنے والی گاڑیوں کے بائیں جانب تھے لیکن اسی لمحے فضاء میں ہیلی کاپروں کی روشنیاں نمودار ہوئیں اور عمران کے ساتھی گھبرا گئے۔

ہیلی کاپرز ان کے سامنے کی جانب سے واپس آ رہے تھے۔ عمران نے جلدی سے ادھر ادھر دیکھا تو بائیں جانب خشک اور کافی بڑا گڑھا دکھائی دیا۔ مران ممبرز کے ساتھ اس گڑھے کی طرف لپکا اور پھر وہ سب گڑھے میں اتر گئے۔ گڑھا تقریباً نو فٹ گہرا تھا۔ عمران اور اس کے ساتھی گڑھے کی اس دیوار سے چپک کر کھڑے ہو گئے جس طرف سے ہیلی کاپرز آ رہے تھے۔ اس گڑھے کے سوا ان

فار کر دیا اور اس کے بھی پر نچے اڑ گئے لیکن عمران ابھی بھی مطمئن نہیں ہوا تھا۔

”آؤ۔ فوجی گاڑیاں یقیناً ہماری طرف ہی بڑھ رہی ہوں گی۔“
عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا اور راکٹ پٹل جیب میں رکھ کر ممبرز کے ساتھ گڑھے سے نکل آیا۔ دور تک زمین پر ہیلی کاپٹر کے بکھرے ہوئے ٹکڑے جل رہے تھے۔ عمران نے فوجی گاڑیوں کی آواز سے اندازہ لگا لیا کہ وہ گاڑیاں رخ بدل کر اب اسی گڑھے کی طرف آ رہی تھیں چنانچہ وہ پہلی سمت میں تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ تقریباً تین سو قدم کے فاصلے پر پہنچنے کے بعد عمران نے سرگھا کر عقب کا جائزہ لیا تو فوجی گاڑیاں گڑھے کے قریب پہنچ چکی تھیں۔ وہ تیزی سے قدم اٹھا رہا تھا مگر جولیا تھکاوٹ محسوس کر رہی تھی۔ اس کے باوجود اس نے عمران سے اپنی تھکاوٹ کا اظہار کرنا فضول سمجھا کیونکہ پہلے بھی اس نے عمران سے کہا تھا تو عمران مذاق کرنے لگا تھا۔ کافی فاصلے پر بلند پہاڑوں کے ہیولے دکھائی دے رہے تھے اور ان تک پہنچنے کے لئے انہیں کم از کم دو کلو میٹر کا فاصلے طے کرنا تھا۔

”عمران صاحب۔ کیا ہماری منزل وہی پہاڑ ہیں؟“..... دفعتاً صفر نے عمران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”بقول شاعر پہاڑ تو وہی لگتے ہیں کیونکہ اس نے انہی کے بارے میں کہا تھا کہ تو عقاب ہے، بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں

کے چھپنے کی آس پاس کوئی جگہ نہ تھی اور عمران کو امید تھی کہ ہیلی کاپٹر گڑھے کے دائیں بائیں سے گزریں گے لیکن اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ جلد ہی ہیلی کاپٹر قریب آ پہنچے اور ایک ہیلی کاپٹر کی سرچ لائٹ عین گڑھے پر پڑی تو وہ روشنی کی زد میں آ گئے۔ چند لمحوں بعد وہی ہیلی کاپٹر واپس مڑتا دکھائی دیا تو وہ سمجھ گئے کہ ہیلی کاپٹر میں موجود افراد نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ باقی تینوں ہیلی کاپٹر سیدھے اڑتے چلے گئے تھے۔ اب عمران کے پاس ایکشن لینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ اس نے اپنے لباس سے مخصوص راکٹ پٹل نکال لیا۔ ہیلی کاپٹر واپس گڑھے کی طرف آ رہا تھا۔ جیسے ہی وہ ہیلی کاپٹر قریب آیا، عمران نے راکٹ پٹل سے اس کا نشانہ لیا اور بٹن پریس کر دیا۔

راکٹ ہیلی کاپٹر کی باڈی سے ٹکرایا اور دوسرے ہی لمحے ایک دھماکے سے ہیلی کاپٹر کے پر نچے اڑ گئے۔ ہیلی کاپٹر کا ملبہ زمین پر بکھر گیا تو اس میں چند انسانی جسموں کے ٹکڑے بھی تھے۔ عمران نے تھوڑا بلند ہو کر سامنے کی جانب دیکھا تو دور جاتے ہیلی کاپٹر واپس مڑ رہے تھے۔ عمران کے اشارے پر صفر نے بھی راکٹ پٹل نکال لیا اور وہ ہیلی کاپٹروں کا انتظار کرنے لگے۔ چند لمحوں بعد اگلے دونوں ہیلی کاپٹر قریب آ پہنچے تو صفر اور عمران نے بیک وقت ان پر راکٹ فار کئے اور وہ بھی تباہ ہو گئے۔ تیسرا ہیلی کاپٹر جلدی سے بائیں جانب مڑا لیکن عمران نے فوراً ہی اس پر راکٹ

بڑھنے لگے۔ فی الحال عمران نے آنے والی گاڑیوں کے راستے سے ہٹ جانا ہی بہتر سمجھا تھا۔ اس سمت میں گھنی جھاڑیوں اور درختوں کی کثرت تھی۔ انہوں نے پانچ منٹ سے بھی کم وقت میں ستر اسی قدم کا فاصلہ طے کر لیا تو عمران نے چہرہ موڑ کر فوجی گاڑیوں کی طرف دیکھا اور دوبارہ اصل سمت میں مڑ گیا۔ فوجی گاڑیاں ان کے چھوڑے ہوئے راستے پر دوڑ رہی تھیں لیکن گاڑیوں والے انہیں نہیں دیکھ سکتے تھے کیونکہ وہاں پھیلے ہوئے درخت اور قد آدم جھاڑیاں عمران اور اس کے ساتھیوں کے لئے آڑ کا کام دے رہی تھیں مگر اچانک عمران نے گاڑیوں کی سمت دیکھا تو یکدم رک گیا۔ ایک فوجی گاڑی رخ بدل کر اس کی سمت میں آ رہی تھی شاید انہیں اس طرف دیکھ لیا گیا تھا۔

عمران نے فی الحال پیش قدمی روکنے کا فیصلہ کیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر برقی سرعت سے ایک بڑی اور بلند جھاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ اس جھاڑی کی آڑ میں پہنچ کر وہ چاروں زمین پر بیٹھ گئے۔ عمران کی نگاہیں اپنی جانب بڑھنے والی گاڑی کا جائزہ لے رہی تھیں جس کی ہیڈ لائٹس سے درخت اور جھاڑیاں روشن ہو رہی تھیں۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو ریوالور نکالنے کی ہدایت کی اور خود بھی ریوالور نکال لیا۔

”راکٹ پٹل سے اس گاڑی کو تباہ کر دو“..... جولیا نے آہستہ سے کہا۔

میں۔ کیوں بابر۔ یہی کہا تھا نا شاعر نے“..... عمران نے جواب میں کہا اور بابر سے تصدیق چاہی تو وہ مسکرنے لگا۔

”قبلہ۔ شاعر نے عقاب نہیں، شاہین کہا تھا“..... صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا

”لاحول ولا قوۃ۔ شاہین نہیں عقاب رہتے ہیں پہاڑوں کی چٹانوں میں۔ شاہین تو شہروں میں ہوتے ہیں اگرچہ ان کے نہیں ہوتے اور ہوا میں اڑنے کی بجائے گلیوں حڑکوں پر گھوم رہے ہوتے ہیں لیکن پھر بھی اپنے نام کے ساتھ شاہین کا دم چھلا لگا خود کو شاہین ظاہر کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں“..... عمران۔ بحث کرنے والے انداز میں کہا تو صفدر اور بابر مسکرا نے لگے۔

”تم فضول بکواس شروع کر دیتے ہو۔ میں اب آرام کرنا چاہا ہوں“..... جولیا نے بیزار ہو کر غصیلے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ تم یہاں بیٹھ کر آرام کرو۔ ہماری تلاش میں آ والے تمہیں تمہاری آخری اور مستقل آرام گاہ تک پہنچا دیں گے عمران نے قدم روکے بغیر بے پروائی سے کہا تو جولیا نے غصے۔ ہونٹ بھینچ لئے۔

تھوڑی دیر بعد انہیں اپنے عقب میں روشنی محسوس ہوئی تو انہوں نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور پریشان ہو گئے۔ گڑھے کی طرف سے فوجی گاڑیاں ان کے تعاقب میں آ رہی تھیں۔ عمران نے فوراً سمت تبدیل کی اور دائیں جانب مڑا تو اس کے ساتھی بھی اسی جانب

”ہلاکو خان کی بیٹی مت بنو۔ ایک گاڑی تباہ ہو گئی تو باقی گاڑیاں ہمیں چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیں گی۔“ عمران نے خشک لہجے میں کہا تو جولیا نے منہ بنا لیا اگرچہ عمران کی بات درست تھی لیکن جولیا کو اس کے جواب دینے کا انداز پسند نہیں آیا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ فوجی گاڑی جو ایک جیپ تھی، قریب آ پہنچی اور جھاڑی سے تقریباً بیس قدم کے فاصلے پر رک گئی۔ جیپ رکتے ہی ڈرائیور اور عقب میں بیٹھے پانچ فوجی سپاہی جیپ سے باہر آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ سپاہیوں کے بعد فرنٹ سیٹ سے ایک اور فوجی اتر ا جو شاید کوئی آفیسر تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک دوربین نظر آ رہی تھی۔ اس آفیسر نے دوربین آنکھوں سے لگائی اور دائیں سے بائیں دیکھنے لگا۔ عمران اور اس کے ساتھی سمجھ گئے کہ فوجی افسر دوربین کے ذریعے انہیں تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یقیناً اس دوربین میں خاص قسم کے لینز نصب تھے جن سے اندھیرے میں بھی واضح طور پر دکھائی دیتا تھا لیکن وہ لوگ جھاڑی کی آڑ میں محفوظ تھے۔

”وہ لوگ یقیناً آس پاس چھپے ہوئے ہیں۔ پھیل کر انہیں تلاش کرو“..... چند لمحوں بعد آفیسر نے دوربین آنکھوں سے ہٹا کر تحکمانہ لہجے میں کہا اور جیپ سے دو قدم آگے بڑھ آیا تو ہیڈلائٹس کی روشنی میں اس کے کندھوں کے نیچے دکھائی دینے لگے۔ وہ آفیسر میجر تھا۔ اس کے حکم پر تمام فوجی ادھر ادھر پھیل کر آگے بڑھنے لگے۔

عمران، صفدر، جولیا اور بابر خاموشی سے فوجیوں کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے اور ان کے دل سینوں میں دھک دھک کر رہے تھے۔ میجر ریک کا آفیسر دوربین دوبارہ آنکھوں سے لگا کر اردگرد اور سامنے کا جائزہ لینے لگا مگر عمران اور اس کے ساتھیوں کی نگاہیں اس فوجی پر مرکوز تھیں جو سیدھا اسی جھاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جس کے عقب میں وہ چاروں موجود تھے اور عمران کی ریڈی میڈ کھوپڑی تیزی سے اس فوجی سے نمٹنے کی ترکیب سوچنے میں مصروف تھی جو مشین گن سیدھی کئے دائیں بائیں دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ دفعتاً عمران نے قریب پڑا ایک پتھر اٹھا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جیسے ہی اس فوجی نے دائیں طرف چہرہ موڑا، عمران نے پتھر زور سے بائیں جانب پھینک دیا۔ پتھر اڑتا ہوا سا بائیں جانب تقریباً پچیس قدم کے فاصلے پر واقع ایک جھاڑی میں جا گرا اور اس کے گرنے سے آواز بلند ہوئی تو ان کی طرف بڑھنے والا فوجی جلدی سے اس جھاڑی کی طرف مڑ گیا۔ دوسرے فوجیوں نے بھی شاید پتھر گرنے کی آواز سن لی تھی اور وہ بھی اسی جھاڑی کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ جیپ کے قریب کھڑے میجر نے بھی اپنی دوربین کا رخ اسی طرف کر دیا تھا۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور کوئی آواز پیدا کئے بغیر دائیں جانب ریٹھنے لگا۔ جیسے ہی فوجی بائیں جانب جھاڑی کے پاس پہنچے، عمران سینے کے بل ریٹھتا ہوا دائیں جانب تقریباً پندرہ قدم کے فاصلے پر واقع ایک جھاڑی

لہجے میں خوف سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”موت کا فرشتہ جسے تم مارنے کے لئے تلاش کرتے پھر رہے ہو۔ جیب میں بیٹھو۔ اگر تم نے اپنے ماتحتوں کو آواز دینے کی کوشش کی تو کمر میں گولی اتار دوں گا۔ ہری اپ“..... عمران نے آہستہ سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو میجر دہشت زدہ ہو کر جیب کی طرف بڑھا اور عمران کے اشارے پر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عمران نے فوراً ہی اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور اس کی کنپٹی سے لگا کر اپنے ساتھیوں کی طرف ہاتھ سے مخصوص اشارہ کیا تو وہ تینوں ریٹنگتے ہوئے جھاڑی کے عقب سے سامنے آئے اور جلد ہی جیب کے قریب پہنچ گئے اور پھر عمران کے اشارے پر جلدی سے جیب کے پچھلے حصے میں سوار ہو گئے۔

”میجر کو ریوالور کی زد میں لے لو۔ اگر یہ اپنے ماتحتوں کو کوئی سنگنل دینے کی کوشش کرے تو فوراً اس کی گردن میں روشندان کھول دینا“..... عمران نے صفدر کو ہدایت کرتے ہوئے کہا تو میجر کا جسم کانپ گیا اور وہ خوفزدہ انداز میں اپنے ہونٹوں کو زبان سے تر کرنے لگا جو موت کے خوف سے خشک ہو رہے تھے۔ صفدر نے عقب سے اپنے ریوالور کی نال میجر کی گردن سے لگا دی تو عمران دوسری جانب سے ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا اور اپنا ریوالور جیب میں ڈال کر اس نے جیب کی تمام روشنیاں بجھا دیں۔ میجر کے ماتحت سپاہی مزید کئی قدم آگے جا چکے تھے اور تقریباً ستر قدم کے

کے عقب میں پہنچ گیا لیکن رکے بغیر وہ اس جھاڑی کی دوسری جانب سے نکلا اور تیزی سے فوجی جیب کی طرف ریٹنگتے لگا۔ میجر جیب کی دوسری جانب کھڑا اپنے ماتحتوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو پتھر والی جھاڑی کے پاس پہنچ کر ایک لمحہ وہاں رکنے کے بعد جھاڑی سے آگے بڑھنے لگے تھے۔ صفدر، جولیا اور بابر جھاڑی کی آڑ سے عمران کی طرف دیکھ رہے تھے۔ چند لمحوں بعد عمران جیب کے دائیں پہلو میں جا پہنچا اور جیب کے نیچے سے گزر کر دوسری طرف پہنچ گیا۔ میجر جیب کی طرف پشت کئے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا دور بین سے فوجیوں کی طرف دیکھنے میں مصروف تھا۔

عمران کوئی آہٹ پیدا کئے بغیر سیدھا کھڑا ہوا اور اس نے یکدم آگے بڑھ کر ریوالور کی نال میجر کی کمر سے لگا دی ساتھ ہی دوسرا ہاتھ آگے کر کے اس نے میجر کے ہاتھ سے دور بین چھین لی تو میجر جلدی سے مڑا اور عمران کو دیکھ کر حیرت کی شدت سے اس کا منہ کھل گیا۔

”خبردار۔ منہ سے ذرا بھی آواز مت نکالنا۔ میرا ریوالور بے آواز ہے“..... عمران نے فوراً ہی سرگوشی کرتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو میجر کا منہ بند ہو گیا اور وہ اپنی جگہ پتھر کی طرح ساکت ہو گیا۔ اتنے میں اس کے ماتحت فوجی جیب سے تقریباً چالیس قدم کے فاصلے پر پہنچ چکے تھے۔

تت۔ تم۔ کون ہو“..... میجر نے ایک لمحہ بعد آہستہ سے غصیلے

فاصلے پر ان کے ہیولے حرکت کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ عمران کو یقین تھا کہ اندھیرے کے سبب وہ لوگ اتنی دور سے جیب میں بیٹھے اس کے ساتھیوں کو نہیں دیکھ سکتے چنانچہ اس نے انجن اشارٹ کیا اور یوٹرن لے کر واپس اس طرف چل دیا جس طرف سے جیب آئی تھی۔

اس دوران باقی فوجی گاڑیاں کافی دور نکل گئی تھیں۔ عمران نے تھوڑی دور جا کر جیب کا رخ دوبارہ پہاڑوں کی طرف کر دیا۔ دوسری فوجی گاڑیاں ان سے تقریباً ایک کلومیٹر آگے جا چکی تھیں۔ عمران جس راستے پر جیب دوڑا رہا تھا وہ آگے جانے والی گاڑیوں کے راستے سے تقریباً تیس قدم کے فاصلے پر دائیں طرف تھا۔ عمران روشنیاں جلائے بغیر محض ستاروں کی روشنی میں سفر کر رہا تھا۔ پھر جیسے ہی دائیں جانب کچھ قدم کے فاصلے پر درختوں کا ایک جھنڈ دکھائی دیا، عمران نے جیب اسی جھنڈ کی طرف موڑی اور درختوں کے عقب میں پہنچ کر بریک لگا دی۔ میجر صفدر کے ریوالور کی زد میں خاموشی سے بیٹھا تھا۔ اندھیرے کے سبب وہ عقب میں بیٹھے عمران کے ساتھیوں کی شکلیں نہیں دیکھ سکا تھا۔ اس کی خوفزدہ نگاہیں عمران پر مرکوز تھیں عمران نے انجن بند کیا اور جیب سے ریوالور نکالنے کے بعد دوسری جیب سے پنسل نارچ نکال کر اس کا رخ چھت کی طرف کر دیا۔ نارچ کی روشنی چھت سے ٹکرائی اور اجالا ہو گیا۔

”میجر۔ اگر تم زندہ رہنے کی خواہش رکھتے ہو تو ہمارے ساتھ تعاون کرو ورنہ تمہیں قتل کرنا ہم پر واجب ہو جائے گا۔ تم دیکھ ہی چکے ہو کہ ہم نے تمہارے چار ہیلی کاپٹرز کا کیا حشر کیا ہے۔ عمران نے میجر کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی سرد لہجے میں کہا تو میجر خوف سے لرزنے لگا۔

”سک۔ کیا۔ ہیلی کاپٹرز کو تم نے تباہ کیا ہے“..... میجر نے کانٹیتی ہوئی آواز میں کہا۔

”نہیں۔ وہ خود ہی تباہ ہوئے ہیں۔ میں نے تو فار کیا تھا ان پر۔ اپنا نام بتاؤ“..... عمران نے قدرے مخصوص انداز میں کہا۔

”مول چند۔ مول چند چوپڑا“..... میجر نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”چوپڑا کو رہنے دو، میں تمہیں مول چند ہی کہوں گا کیونکہ تمہاری مونٹ مولی اور جولی مجھے بے حد پسند ہیں“..... عمران نے کہا تو صفدر بے ساختہ مسکرانے لگا جبکہ جولی کو عمران کی بات پر غصہ تو آیا لیکن وہ خاموش رہی۔

”میں۔ میں سمجھا نہیں“..... میجر مول چند کے منہ سے خوف بھری آواز نکلی۔

”نائنس۔ میرا مطلب ہے کہ اپنے لہجے پر کنٹرول کرو اور بے خوف آواز میں ٹرانسمیٹر پر آگے جانے والی گاڑیوں کو کال کر کے اطلاع دو کہ تم نے ہمیں گرفتار کر کے بے ہوش کر دیا ہے اور ہمیں

اپنے کیمپ کی طرف لے جا رہے ہو۔ اس لئے وہ واپس آ جائیں۔
”سمجھے“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”سمجھ گیا“..... میجر مول چند نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”یہ بھی ذہن میں رکھنا کہ اتنی بات کے علاوہ یا درمیان میں تم نے ایک لفظ کا بھی اضافہ کرنے کی کوشش کی تو تمہارے جسم میں گولیوں کے سوراخ بھی زیادہ ہو جائیں گے اور تمہیں چتا کی آگ بھی نصیب نہیں ہو سکے گی“..... عمران نے اسے وارننگ دیتے ہوئے کہا تو میجر مول چند کانپ اٹھا۔ اس نے جیپ میں نصب ٹرانسمیٹر آن کیا اور بولنے لگا۔ عمران کی نگاہیں اس کے چہرے پر جمی تھیں اور اس نے اپنے ریوالور کی نال میجر مول چند کے پہلو سے لگا رکھی تھی عقب میں بیٹھے صفدر کے ریوالور کی نال بھی بدستور میجر مول چند کی گردن کو چھو رہی تھی چنانچہ میجر مول چند نے عمران کی ہدایت کے مطابق ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر کے آگے جانے والی گاڑیوں کو مطلوب افراد کی گرفتاری کے بارے میں بتا کر انہیں واپس کیمپ کی طرف آنے کا حکم دیا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا تو عمران مطمئن ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو میجر کی نگرانی کی ہدایت کی اور خود جیپ سے اتر گیا۔ ایک درخت کی آڑ میں پہنچ کر وہ اس سمت دیکھنے لگا جس طرف فوجی گاڑیاں گئی تھیں۔

چند لمحوں بعد ان گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس نظر آنے لگیں۔ یقیناً وہ

گاڑیاں میجر مول چند کے حکم پر واپس آ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد فوجی گاڑیاں درختوں کے جھنڈ سے کافی فاصلے سے گزر گئیں اور ان کا رخ کیمپ کی طرف تھا۔ عمران نے اطمینان کا سانس لیا اور واپس آ کر جیپ میں بیٹھ گیا۔ چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے بیپ کا انجن اشارت کیا اور درختوں کے عقب سے نکل کر پہاڑوں کی طرف جیپ دوڑانے لگا۔ میجر مول چند اس کے پہلو میں فرنٹ سیٹ پر خاموش بیٹھا تھا اور عقب میں بیٹھے صفدر کے ریوالور کی نال بدستور اس کی گردن سے چپکی ہوئی تھی۔ عمران نے اب بھی جیپ کی ہیڈ لائٹس نہیں جلائی تھیں لیکن تھوڑی دیر بعد پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا تو اس نے ہیڈ لائٹس آن کر دیں تاکہ کوئی حادثہ پیش نہ آئے اور تاریکی میں جیپ کسی کھائی میں نہ جا گرے۔ چند لمحوں بعد اس نے میجر مول چند کو ہدایت دینا شروع کر دیں۔

”یاد رکھنا۔ اگر تم نے میری ان ہدایت کی خلاف ورزی یا چالاک دکھانے کی کوشش کی تو تمہارے زندہ رہنے کا چانس ختم ہو جائے گا۔“ عمران نے آخر میں اسے وارننگ دیتے ہوئے کہا تو میجر مول چند خاموش رہا۔ چند لمحوں بعد جیپ اونچی نیچی چٹانوں کے درمیان پہنچ گئی۔ تقریباً چھ سات منٹ بعد عمران کو بائیں جانب روشنی نظر آئی تو اس نے جلدی سے جیپ کو موڑا اور ایک چٹان کے عقب میں پہنچ کر لائٹس آف کر دیں۔ وہ روشنی بائیں جانب واقع ایک چٹان کی دوسری طرف سے آ رہی تھی اور زیادہ تیز بھی نہیں

”کیسی اطلاع حوالدار۔ اور“..... میجر بہمن رام نے جلدی سے سے پوچھا۔

”سر۔ تینوں غیر ملکی ایجنٹوں نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی لیکن چونکہ آپ کا حکم تھا کہ انہیں فرار نہ ہونے دیا جائے اس لئے ہم نے انہیں فوراً شوٹ کر دیا۔ اور“..... حوالدار دیول نے جواب میں کہا تو اس کی آواز سن کر عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ یقیناً حوالدار دیول خاور، چوہان اور تنویر کی کی ہلاکت کا ذکر کر رہا تھا۔

عمران پر سخت اضطراب طاری ہو گیا۔ دارالحکومت سے پھر تھوی پراجیکٹ کی طرف روانگی کے بعد اسے اپنے ساتھیوں کے بارے میں یہ دوسری خبر ملی تھی اور عمران دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ پہلی اطلاع کی طرح اللہ کرے یہ اطلاع بھی غلط ثابت ہو۔ بہر حال اس اطلاع سے اسے کم از کم یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے تینوں ساتھی ان پہاڑوں تک پہنچ گئے تھے جہاں پہنچنے کی اس نے انہیں ہدایت کی تھی۔ سامنے بیٹھے میجر بہمن رام نے حوالدار دیول سے بات کرنے کے بعد ٹرانسمیٹر آف کر دیا تو عمران بے آواز قدموں سے پیچھے ہٹا اور دبے پاؤں اس چٹان کی طرف بڑھنے لگا جس کے عقب میں جیب کھڑی تھی۔ جیب کے پاس پہنچ کر وہ رکا تو جولیا اور بابر نے اس کی طرف دیکھا۔

”تم میجر کو اتار کر ریوالور کی زد میں میرے پیچھے لے آؤ۔“ عمران نے بابر سے کہا تو بابر جیب سے اترا اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھا

تھی۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو میجر مول چند کی طرف سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی اور جیب سے اتر کر بائیں جانب واقع چٹان کی طرف بڑھ گیا۔ اس چٹان کی آڑ میں پہنچ کر اس نے چٹان کی دوسری جانب کا جائزہ لیا۔ چٹان سے چند قدم کے فاصلے پر ایک خیمہ نصب تھا۔ خیمے کے باہر ایک میز کے پاس کرسی پر ایک فوجی آفیسر بیٹھا تھا اور خیمے کے باہر لٹکتے گیس لیپ کی روشنی میں اس کے کندھوں کے کنارے سے میجر ظاہر کر رہے تھے جبکہ چار فوجی سپاہی ہموار زمین پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ خیمے کے بائیں جانب ایک فوجی جیب کھڑی تھی۔ میجر کے سامنے میز پر رکھے ایک ہیوی ٹرانسمیٹر سے سگنل کی مخصوص سیٹی جیسی آواز ابھر رہی تھی۔ میجر نے اپنے ہاتھ میں موجود چائے کا گم میز پر رکھا اور ٹرانسمیٹر کی طرف ہاتھ بڑھا کر ایک بٹن پر پریس کر دیا تو عمران پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”ہیلو باس۔ حوالدار دیول کالنگ۔ اور“..... ٹرانسمیٹر سے ایک انسانی آواز بلند ہونے لگی جو سنائے میں عمران کو واضح طور پر سنائی دی۔

”لیس حوالدار دیول۔ میجر بہمن رام رسیونگ یو۔ اور“..... کرسی پر بیٹھے میجر نے بھاری آواز میں کہا۔

”سر۔ ایک اہم اطلاع دینے کے لئے کال کر رہا ہوں۔ اور“۔ حوالدار دیول کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

میجر مول چند بھی عمران کے حکم پر جیب سے اترتا تو بابر نے اس پر ریوالور تان لیا۔ عمران کے ریوالور کا رخ بھی میجر مول چند کی طرف ہی تھا۔ عمران ان دونوں کے ساتھ چند قدم کے فاصلے پر ایک چٹان کے پیچھے پہنچ کر رک گیا۔

”میجر۔ اپنی یونیفارم اتار دو“..... عمران نے آہستہ سے میجر مول چند سے تحکمانہ لہجے میں کہا تو اس نے حیرت بھری نگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا۔

”غلط مت سمجھو۔ ہری اپ“..... عمران نے اسے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا تو میجر مول چند نے جلدی سے اپنی یونیفارم اتار دی۔

”کیا میجر بہمن رام تمہیں جانتا اور پہچانتا ہے“..... عمران نے اس سے پوچھا۔

”نہیں۔ وہ دوسری رجمنٹ میں ہے۔ میں نے بھی صرف اس کا نام سنا ہوا ہے، اسے ملنے یا دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا“..... میجر مول چند نے کہا تو عمران نے بابر کو مخصوص انداز میں ہاتھ سے اشارہ کیا اور بابر نے میجر مول چند کے عقب میں آکر اس کے منہ پر ہاتھ جماتے ہوئے دوسرے ہاتھ میں موجود ریوالور کے دستہ سے ضرب بھائی تو میجر کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ عمران نے اس کے بے ہوش ہوتے ہی اس کے سر میں بے آواز ریوالور سے فائر کیا تو میجر مول چند ایک لمحہ کے لئے

تڑپ کر ہمیشہ کے لئے ساکت ہوتا چلا گیا۔ عمران نے اپنے جسم پر موجود پولیس انسپکٹر کی وردی اتاری اور میجر مول چند کی وردی پہن کر بابر کے ساتھ واپس جیب کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے صفدر اور جولیا کو باہر آنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں جیب سے اترے تو عمران نے انہیں آہستہ آواز میں چند ہدایات دیں اور تینوں کے ساتھ دوبارہ اس بلند چٹان کی طرف بڑھنے لگا جس کی دوسری جانب فوجی کیمپ تھا۔

چٹان کے قریب پہنچ کر عمران نے اپنے ساتھیوں کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور خود چٹان کی آڑ سے نکل کر خیمے کے باہر میز کے پاس کرسی پر بیٹھے میجر بہمن رام کی طرف بڑھا تو میجر بہمن رام اور زمین پر بیٹھے اس کے چاروں ماتحت سپاہیوں نے عمران کی طرف دیکھا اور وہ سب چونک پڑے۔ عمران اطمینان سے قدم اٹھاتا ہوا میجر بہمن رام کے قریب آکا جو اسے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

”ہیلو میجر بہمن رام۔ کیسے مزاج ہیں“..... عمران نے اس کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ دراز کرتے ہوئے بے تکلفانہ لہجے میں کہا تو میجر بہمن رام چونک کر کھڑا ہوا اور اس نے عمران سے مصافحہ کیا لیکن وہ اب بھی حیرت زدہ دکھائی دے رہا تھا۔

”شاید تم نے مجھے پہچانا نہیں۔ میں میجر مول چند ہوں“۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بڑھ گیا۔ عمران کا رخ اس چٹان کی طرف تھا جس کی آڑ میں اس کے ساتھی کھڑے تھے لیکن چٹان کی آڑ میں پہنچ کر میجر بہمن رام عمران کے ساتھیوں کو دیکھتے ہی بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ وہ تینوں سادہ لباسوں میں تھے۔ میجر بہمن رام حیرت کے جھٹکے سے ابھی سنبھلنے نہ پایا تھا کہ عمران نے پھرتی سے ریوالور نکال کر اس کے سینے سے لگا دیا۔ صفر بھی آگے بڑھا اور اس نے میجر کی کمر سے ریوالور لگا دیا۔ جولیا اور بابر نے بھی ریوالور تان لئے تھے۔

”کک۔ کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں میجر مول چند“..... میجر بہمن رام نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”تو سمجھنے کی کوشش کرو نا۔ ہم وہی افراد ہیں جن کی گرفتاری کی تمہیں اطلاع ملی تھی۔ منہ سے کوئی آواز مت نکالنا ورنہ میرے بے آواز ریوالور کی گولی تمہیں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے گی۔ اپنے ہاتھوں سے کسی مدد کی امید فضول ثابت ہو گی۔ ہاتھ بلند کر لو اور اپنے کیمپ کی طرف چلو۔ یاد رکھو اگر تم نے تعاون کیا تو زندہ رہو گے ورنہ تمہیں قتل کر دیا جائے گا اور کسی کو تمہارے مرنے کا علم بھی نہ ہو سکے گا“..... عمران نے اسے دھمکی دیتے ہوئے کہا تو میجر بہمن رام نے خوفزدہ ہو کر ہاتھ اٹھا دیئے۔ عمران کے اشارے پر وہ واپس جانے کے لئے مڑا تو عمران نے اس کی کمر سے ریوالور لگایا اور اس کے ساتھ چٹان کی آڑ سے نکل آیا۔ خیمے کے باہر بیٹھے چاروں سپاہیوں نے انہیں دیکھا تو تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

”اوہ۔ تو تم ہو مول چند۔ آئی سی۔ میں نے تھوڑی دیر پہلے سنا تھا کہ تم نے ہیلی کاپٹر تباہ کرنے والے ایجنٹوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ کیا یہ خبر درست ہے“..... میجر بہمن رام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بالکل درست سنا ہے تم نے۔ لیکن تمہیں کیسے علم ہوا“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”تمہارے کیمپ انچارج نے ہمارے کمانڈر کو اطلاع دی تھی اور کمانڈر نے مجھے ٹراسمیٹر پر بتایا تھا“..... میجر بہمن رام نے جواب میں کہا تو عمران فوراً سمجھ گیا کہ اس کے حکم پر میجر مول چند نے جو کال کی تھی، اسے رسیو کرنے والے نے اپنے کیمپ انچارج کو اطلاع دی ہوگی یا پھر انچارج خود بھی ان گاڑیوں میں سے کسی ایک گاڑی میں اس طرف آیا تھا جو میجر مول چند کی ہدایت پر واپس چلی گئی تھیں۔

”ٹھیک ہے میجر بہمن رام۔ میں نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا بلکہ اپنا فرض ادا کیا ہے جس پر مجھے خوشی ہے لیکن اس وقت میں تم سے ایک پرائیویٹ کام کے سلسلے میں ملنے آیا ہوں“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”پرائیویٹ کام“..... میجر بہمن رام نے چونکتے ہوئے دہرایا۔

”ہاں دوست۔ ذاتی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ تم ذرا میرے ساتھ آؤ۔ پلیز“..... عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پریشان سی آواز میں کہا تو میجر بہمن رام خاموشی سے عمران کے ساتھ آگے

”میجر۔ اپنے ماتحتوں کو حکم دو کہ ہتھیار زمین پر ڈال کر ہاتھ اٹھا لیں“..... عمران نے میجر بہمن رام سے سخت لہجے میں کہا تو میجر نے سپاہیوں کو حکم دیا اور انہوں نے اپنی مشین گنیں زمین پر ڈال کر ہاتھ بلند کر لئے۔ صفدر چٹان کی آڑ سے دیکھ رہا تھا۔ چاروں فوجیوں کے ہاتھ اٹھاتے ہی وہ جولیا اور باہر کے ساتھ چٹان کی آڑ سے نکلا اور ان تینوں نے فوجیوں پر ریوالور تان لئے مگر عمران نے انہیں مخصوص اشارہ کیا تو وہ آگے بڑھے اور سپاہیوں کے عقب میں پہنچ کر انہوں نے بیک وقت ریوالورز کے دستوں سے تین فوجیوں کے سروں پر زور دار ضربیں لگائیں تو وہ تینوں فوجی کراہتے ہوئے زمین پر گر گئے۔

چوتھا فوجی بوکھلا کر عقب کی طرف مڑا مگر صفدر نے پھرتی سے اس کے سر پر بھی ریوالور کا دستہ رسید کر دیا۔ میجر بہمن رام دہشت زدہ نگاہوں سے اپنے ماتحتوں کا انجام دیکھ رہا تھا۔ عمران نے فوراً ہی اس کے سر پر بھی ریوالور کے دستے سے ضرب لگائی اور وہ بھی زمین پر گر کر ہوش و حواس کی دنیا سے نکل گیا۔ صرف تین منٹ کے محدود وقت میں عمران اور اس کے ساتھیوں نے بے ہوش فوجیوں کی وردیاں اپنے جسموں پر سجا لیں عمران نے میجر بہمن رام کی یونیفارم پہنی تھی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو الٹ رہنے کی ہدایت کی اور میک اپ تبدیل کرنے لئے گیس لیپ خیمے سے اتار کر میز پر رکھ دیا۔ مگر اسی لمحے اسے خاور، توہر اور چوہان کا خیال آیا

جن کے بارے میں حوالدار دیول نے ٹرانسمیٹر پر میجر بہمن رام کو اطلاع دی تھی کہ ان تینوں کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ عمران نے میک اپ بکس نکال کر میز پر رکھا اور واچ ٹرانسمیٹر آن کر کے کال کرنے لگا۔

”ہیلو خاور۔ عمران کالنگ۔ اوور“..... عمران نے کہا تو اس کا دل اس خیال سے اضطراب تھا کہ شاید جواب نہ ملے۔ جولیا، باہر اور صفدر اس سے چند قدم دور تین اطراف میں الٹ کھڑے تھے اور عمران کی آواز توجہ سے سن رہے تھے۔

”لیس عمران صاحب۔ خاور انٹیڈنگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد واچ ٹرانسمیٹر سے خاور کی آواز ابھری تو عمران نے اطمینان کا سانس لیا۔

”کیا تم عالم بالا سے بات کر رہے ہو۔ اوور“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ صفدر، جولیا اور باہر بھی خاور کی آواز سن کر مطمئن ہو گئے تھے۔

”اوہ۔ کیا ہم مر چکے ہیں۔ اوور“..... جواب میں خاور کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”میں نے تو یہی سنا تھا کہ تم حوالدار دیول کے ہاتھوں جنت میں پہنچ کر حوروں کے ہاتھ سے ناشتہ کر رہے ہو۔ اوور“..... عمران نے مخصوص انداز میں کہا۔

”ایسی ہی ایک خوفناک خبر ہم نے سنی تھی۔ میجر بہمن رام نے

حوالدار کو بتایا تھا کہ آپ سمیت چاروں ممبرز کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔
اور..... جواب میں خاور نے ہنستے ہوئے کہا۔

”مجھے کون گرفتار کر سکتا ہے۔ میں تو پہلے ہی کسی کی محبت میں گرفتار ہوں۔ اور..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو جولیا کو اس کا مطلب سمجھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ آخر عمران نے اس کی محبت کا اعتراف کر ہی لیا۔

عمران نے سنجیدہ ہو کر خاور سے ان کی پوزیشن وغیرہ معلوم کی اور اسے چند ہدایات دینے لگا اس کے ساتھی خاموشی سے ان کی باتیں سن رہے تھے۔

”اپنی حفاظت سے غافل نہ رہنا۔ کوئی مشکل سچویشن پیش آئے تو مجھے کال کر لینا۔ اور اینڈ آل..... عمران نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کرنے کے بعد میک اپ بکس کھول کر اپنے چہرے پر نیا میک اپ کرنے لگا۔ اس وقت خاور، تنویر اور چوہان پر تھوی پراجیکٹ کی شمالی جانب تھے جبکہ عمران اور اس کے ساتھی مغربی سمت میں تھے۔ دونوں گروپوں کو دو اطراف سے پر تھوی پراجیکٹ میں داخل ہونا تھا اور عمران نے اس سلسلے میں خاور کو ہدایات دی تھیں لیکن اس کے ذہن میں یہ خدشہ بھی سرابھار رہا تھا کہ اگر کسی خطرناک سچویشن میں گھر جانے کے سبب دونوں گروپوں کے پراجیکٹ میں داخلے کی ٹائمنگ آگے پیچھے ہو گئی تو ان کا مشن کامیاب نہ ہو سکے گا۔

کرنل پھوکر داس رام رام ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچ کر اپنے آفس روم میں داخل ہوا اور کرسی پر بیٹھا ہی تھا کہ ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی مخصوص آواز ابھرنے لگی۔ اس نے چونکتے ہوئے میز پر رکھے ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا اور ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن پریس کر دیا۔

”ہیلو چیف۔ کیپٹن ریوند لال کالنگ۔ اور..... ٹرانسمیٹر سے ایجنسی کے سپر ایجنٹ کی آواز بلند ہوئی۔

”یس کیپٹن ریوند لال۔ کرنل پھوکر داس رسیونگ یو۔ اور..... کرنل پھوکر داس نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”چیف۔ ہم نے عمران اور اس کے تین ساتھیوں کو پراجیکٹ کی طرف جانے والی سڑک کے دائیں جانب واقع نہر کے پاس گرفتار کر لیا تھا۔ اور..... کیپٹن ریوند نے دوسری طرف سے کہا تو کرنل

پھوکر داس ”کر لیا تھا“ کے الفاظ پر بے اختیار چونک پڑا۔
 ”اوہ۔ تو کیا اب وہ گرفتار نہیں ہیں۔ اور“..... کرنل پھوکر داس نے جلدی سے پوچھا۔

”سوری سر۔ وہ لوگ میری غیر موجودگی میں راجیش کے ہاتھ سے نکل گئے۔ اور“..... کیپٹن ریوند کی ندامت بھری آواز سنائی دی۔

”غیر موجودگی۔ کیا مطلب۔ کیا تم وہاں موجود نہیں تھے کیپٹن ریوند۔ اور“..... کرنل پھوکر داس نے چونک کر کہا۔

”نوسر۔ اصل میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو حراست میں لینے کے بعد میں نے راجیش کو ہدایت کی تھی کہ دشمن ایجنٹوں کے ہاتھ باندھ کر انہیں جیپ میں بٹھایا جائے۔ جب ان کے ہاتھ باندھے جانے لگے تو اسی لمحے شمالی سیکٹر میں موجود ہمارے ممبر نے اطلاع دی کہ سکھوں کے میک اپ میں تین غیر ملکی ایجنٹوں کو بارڈر سیکورٹی فورس نے گرفتار کر لیا ہے۔ میں جیپ میں ٹرانسمیٹر پر یہ خبر سن رہا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھیوں نے ہمارے ممبرز پر حملہ کر دیا اور راجیش سمیت میرے تمام ساتھی مارے گئے۔ میں کال سے فارغ ہو کر جیپ سے اترا تو پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبرز اپنے ریوالور اٹھا چکے تھے۔ انہوں نے فوراً ہی مجھ پر فائرنگ شروع کر دی۔ میں نے بھی ان پر فائرنگ کی لیکن عمران جیسے پاکیشیا میں میری گولیوں سے بچتا رہا یہاں بھی اس نے وہی آرٹ استعمال کیا

اور میرے ریوالور کی گولیاں ختم ہو گئیں تو میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ فی الحال اپنی جان بچا کر وہاں سے نکل آؤں۔ اور“..... کیپٹن ریوند نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ ویری بیڈ نیوز۔ گویا تم انہیں پرتھوی پراجیکٹ کی طرف جانے سے روکنے میں ناکام ہو چکے ہو۔ اور“..... کرنل پھوکر داس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نوسر۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی ناکامی قبول نہیں کی۔ پراجیکٹ کے تمام راستوں پر جگہ جگہ میرے ماتحت الرٹ ہیں۔ ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ لوگ نہر کی دوسری جانب واقع صحرا کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ میں نے اس طرف ڈیزرٹ فورس والوں کو کال کر کے پاکیشیائی ایجنٹوں کو روکنے اور گرفتار کرنے کا حکم دے دیا ہے اور خود بھی اس طرف روانہ ہونے والا ہوں۔ وہ لوگ کسی طرح بھی اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکیں گے اور انہیں پراجیکٹ پر پہنچنے سے بہت پہلے گرفتار کر لیا جائے گا۔ اور“..... کیپٹن ریوند نے کہا۔

”کیپٹن ریوند۔ آئل ریفائری کو بھی پاکیشیائی ایجنٹوں نے تباہ کیا تھا اور تم جولیا اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار نہ کر سکے تھے۔ اب تم پھر دعویٰ کر رہے ہو کہ انہیں گرفتار کر لو گے۔ اور“..... کرنل پھوکر داس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”چیف۔ شہر میں ان کے چھپنے کی ہزاروں جگہیں تھیں لیکن

پراجیکٹ کو نشانہ بنایا تھا اس لئے اندیشہ ہے کہ پاکیشیائی ایجنٹ انتقام لینے کے لئے ہمارے ملک میں آئے ہیں۔ شام سے پہلے انہوں نے ہماری آئل ریفائنری کو ٹارگٹ بنایا تھا اور اب وہ پرتھوی پراجیکٹ کو تباہ کرنا چاہتے ہیں“..... کرنل پھوکر داس نے کہا۔
 ”اوہ۔ تو کیا آئل ریفائنری پاکیشیائی ایجنٹوں نے تباہ کی تھی۔“
 درپن ستاوری کی چونکتی ہوئی آواز آئی۔

”ہاں۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کی لیڈی ممبر جولیا خود کو ریفائنری کے جی ایم کی بیٹی ظاہر کر کے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ وہاں گئی تھی اور ریفائنری کی تنصیبات کو ڈائنامائٹ کر کے وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ فی الحال اتنا وقت نہیں ہے کہ میں زیادہ تفصیل بتا سکوں“..... کرنل پھوکر داس نے جواب میں کہا۔
 ”تو کیا آپ کے ممبرز نے انہیں گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کی؟“ درپن ستاوری نے حیرت بھرے لہجے میں میں کہا۔

”وہ پاکیشیائی ایجنٹوں کا پیچھا کر رہے ہیں۔ ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ہمارے آدمیوں کی گرفت سے فرار ہو کر ڈیزرٹ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے ڈیزرٹ کی دوسری طرف پہنچ چکے ہوں۔ آپ فوری طور پر چند ہیلی کاپٹرز اس طرف روانہ کر دیں۔ رات کی تاریکی میں وہ صحرا کی دوسری جانب درختوں جھاڑیوں میں چھپ گئے تو میرے آدمی اندھیرے میں انہیں تلاش نہیں کر سکیں گے جبکہ ہیلی کاپٹرز انہیں سرچ لائٹس کی روشنی میں

سرحدی علاقے میں نہ کوئی ایسی آبادی ہے اور نہ ہی پناہ گاہ۔ اپنے ایریا میں وہ خود کو کسی طرح بھی پوشیدہ نہیں رکھ سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بارڈر فورس نے عمران کے تین ساتھیوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ انہیں بچانے کے لئے عمران یقیناً کوشش کرے گا اور آرمی کے جوان اسے بھی گرفتار کر لیں گے البتہ رات کی تاریکی میں زمین پر انہیں تلاش کرنا کچھ مشکل ہے۔ ان کی تلاش میں ہیلی کاپٹرز کی مدد لی جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ اوور“..... کیپٹن ریوند نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اوکے۔ میں ابھی آرمی ہیڈ کوارٹر کو ہدایات دے کر ہیلی کاپٹرز بھجواتا ہوں۔ اوور اینڈ آل“..... کرنل پھوکر داس نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے میز پر رکھے فون کا رسیور اٹھا لیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے نمبر پر پریس کرنے لگا۔

”ہیلو۔ بریگیڈیئر درپن ستاوری بول رہا ہوں“..... چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہونے پر ایک بھاری آواز سنائی دی۔
 ”کرنل پھوکر داس فرام دس اینڈ“..... کرنل پھوکر داس نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”یس کرنل صاحب۔ حکم فرمائیں۔ خیریت تو ہے“..... دوسری طرف سے بریگیڈیئر درپن ستاوری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”چند پاکیشیائی ایجنٹ پرتھوی پراجیکٹ کی طرف بڑھ رہے ہیں چونکہ ہمارے بہادر ممبرز نے تین دن پہلے پاکیشیا کے میزائل

باسانی ٹریس کر سکتے ہیں۔“ کرنل پھوکر داس نے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

”آل رائٹ۔ میں ابھی آرمی ایئر بیس کو ہیلی کاپٹرز روانہ کرنے کا حکم دیتا ہوں“..... دوسری طرف سے درپن ستاوری نے کہا۔

”اس کے علاوہ چند گاڑیوں میں نفری بھی بھیج دیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ کامیابی کی خبر ملے تو مجھے فوراً مطلع کر دیجئے گا تاکہ میرے آدمی وہاں پہنچ کر دشمن ایجنٹوں کو گرفت میں لے کر واپس آ جائیں۔ پاکیشیائی ایجنٹوں کے تین ساتھی بارڈر سکیورٹی یونٹ نے پہلے ہی گرفتار کر لئے ہیں۔ وہ تینوں ٹرین کے ذریعے اس علاقے میں پہنچے تھے۔“ کرنل پھوکر داس نے کہا۔

”بہتر۔ جیسے ہی پاکیشیائی ایجنٹ ہمارے جوانوں کی گرفت میں آئے، میں آپ کو اطلاع دے دوں گا“..... درپن ستاوری کی آواز سنائی دی۔

”تھینک یو بریگیڈیئر۔ میں آپ کی طرف سے خوشخبری کا منتظر رہوں گا۔ اوکے“..... کرنل پھوکر داس نے آخر میں کہا اور فون رکھ کر ٹرانسمیٹر پر کیپٹن ریوند کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو کیپٹن ریوند۔ کرنل پھوکر داس کانگ۔ اوور“..... کرنل پھوکر داس نے کہا۔

”لیس چیف۔ کیپٹن ریوند رسیونگ یو۔ اوور“..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے آواز ابھری۔

”میں نے آرمی والوں کو ہیلی کاپٹرز اور چند گاڑیاں ڈیزرٹ کی طرف بھیجنے کا حکم دے دیا ہے۔ تم فی الحال واپس آ جاؤ یا جہاں ہو وہیں رک کر انتظار کرو۔ جیسے ہی پاکیشیائی ایجنٹوں کی گرفتاری کی خبر مجھے ملی میں تمہیں اطلاع دے دوں گا۔ اوور“..... کرنل پھوکر داس نے کہا۔

”رائٹ سر۔ اوور“..... دوسری طرف سے کیپٹن ریوند نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”تم ڈیزرٹ فورس والوں کو حکم دے دو کہ وہ گرفتار شدہ پاکیشیائی ایجنٹوں کو فوراً ہیلی کاپٹرز کے ذریعے یہاں بھیج دیں۔ اگر مغربی سمت میں جانے والے چاروں ایجنٹ ہیلی کاپٹرز والوں سے بچ بھی گئے تو اپنے تین ساتھیوں کی گرفتاری کا پتا چلنے پر وہ پراجیکٹ کی طرف جانے کی بجائے واپس دارالحکومت کی طرف آنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اوور اینڈ آل“..... کرنل پھوکر داس نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اب وہ کافی اطمینان محسوس کر رہا تھا کیونکہ عمران کے تین ساتھیوں کی گرفتاری کے بعد عمران کے لئے پراجیکٹ کی طرف جانے کی بجائے اپنے ساتھیوں کو آزاد کرانا زیادہ اہم تھا۔ اس لئے اب اس بات کا خطرہ کم ہی تھا کہ وہ اپنے باقی ساتھیوں سمیت اپنی پیش قدمی جاری رکھے گا۔

تقریباً ایک گھنٹہ بعد اس نے انٹر کام پر اپنے ماتحت کو چائے بھجوانے کی ہدایت کی اور اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو کرنل پھوکر

داس چونک پڑا۔ اس نے ایک لمحہ کے لئے فون کرنے والے کے بارے میں اندازہ لگانے کی کوشش کی اور دوسری ہیل پر ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھا لیا۔

”یس۔ کرنل پھوکر داس فرام دس اینڈ“..... اس نے رسیور کان سے لگا کر کہا۔

”بریگیڈئیر درپن ستاوری بول رہا ہوں کرنل صاحب“..... دوسری طرف سے آواز آئی۔

”یس مسٹر درپن۔ کیا رہا“..... کرنل پھوکر داس نے بے تاب سے کہا۔

”سوری سر۔ غیر ملکی ایجنٹوں نے ہمارے ہیلی کاپٹر تباہ کر دیئے ہیں جن میں پائلٹ کے علاوہ ایک ایک درجن سولجرز تھے۔“

بریگیڈئیر درپن ستاوری نے کہا تو کرنل پھوکر داس بے اختیار اچھل پڑا۔

”اوہ۔ کیا ہیلی کاپٹروں نے انہیں تلاش کر لیا تھا“..... کرنل پھوکر داس نے جلدی سے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ مجھے آرمی ایئر بیس سے ابھی ابھی اطلاع دی گئی ہے کہ صحرا کی دوسری طرف دشمن ایجنٹ کسی گہری کھائی میں چھپے ہوئے تھے۔ ہیلی کاپٹر ان کی تلاش میں وہاں سے گزرے تو سرچ

لائٹس کی روشنی میں ایک پائلٹ کو کھائی کے اندر وہ نظر آ گئے تو پائلٹ مڑ کر واپس ان کی طرف آیا مگر قریب پہنچتے ہی ان لوگوں

نے ہیلی کاپٹر پر کوئی میزائل یا راکٹ فائر کیا اور ہیلی کاپٹر تباہ ہو گیا۔ باقی ہیلی کاپٹر کو پائلٹ نے وائرلیس پر ان لوگوں کی نشاندہی کر دی تھی چنانچہ تینوں ہیلی کاپٹر مڑ کر واپس آئے اور ان میں سے اگلے دو ہیلی کاپٹر کو دشمن ایجنٹوں نے نشانہ بنا ڈالا۔ چوتھے ہیلی کاپٹر نے ایئر بیس پر پہلے ہیلی کاپٹر کی تباہی کے بارے میں بتا دیا تھا اور اس کا ایئر بیس سے مسلسل رابطہ تھا۔ اس نے اگلے دو ہیلی کاپٹروں کے تباہ ہونے کی خبر دی اور اپنے بچاؤ کے لئے واپس مڑنے کی کوشش کی مگر اس کے بعد وائرلیس پر ایک دھماکا سنائی دیا اور اس ہیلی کاپٹر کا ایئر بیس سے رابطہ ختم ہو گیا“..... بریگیڈئیر درپن نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”ویری بیڈ نیوز۔ اب پاکیشیائی ایجنٹوں کو کیسے روکا جا سکے گا۔“ کرنل پھوکر داس نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

”آپ پریشان نہ ہوں۔ آرمی کی چند گاڑیاں اس علاقے میں پہنچ چکی ہیں۔ وہ لوگ یقیناً انہیں تلاش کر کے پکڑ لیں گے۔ اس طرف واقع رجمنٹ کیمپ کا انچارج بھی میجر مول چند کے ساتھ سرچ آپریشن میں مصروف ہے“..... بریگیڈئیر درپن کی آواز سنائی دی۔

”ٹھیک ہے۔ جیسے ہی وہ لوگ دشمن کو گرفتار کرنے کی خبر دیں، مجھے مطلع کر دیجئے گا۔ اوکے“..... کرنل پھوکر داس نے منہ بناتے ہوئے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ وہ بے حد مایوس ہو چکا تھا۔ اس کے

کے تین ساتھی جنہیں گرفتار کیا جا چکا ہے وہ ہماری قید میں ہوں گے تو عمران باقی تین ممبرز کے ساتھ مشن مکمل نہیں کر سکے گا۔ آج تک کسی ملک نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ایک ممبر کو بھی گرفتار کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کی اور جب ہم عمران کے تین ساتھیوں کو ہلاک کریں گے تو یہ ہمارا ایسا عظیم اور ناقابل فراموش کارنامہ ہوگا جس پر دنیا بھر کی ایجنسیاں حیران رہ جائیں گی۔ تین ممبرز کی ہلاکت کے بعد ایکسٹو کی کمر ٹوٹ جائے گی اور آئندہ اسے ہمارے ملک میں اپنے ممبرز کو بھیجنے کی جرأت نہ ہو سکے گی۔ اور..... کرنل پھوکر داس نے پر یقین لہجے میں کہا۔

”یہ تو ٹھیک ہے چیف مگر عمران تو زندہ بچ کر نکل جائے گا اور یہ میری ذاتی شکست ہوگی کیونکہ میں نے عمران کو چیلنج کیا تھا کہ میں اسے کافرستان سے زندہ واپس نہیں جانے دوں گا۔ اور..... کیپٹن ریوند کی بے چین سی آواز سنائی دی۔

”تم بے فکر رہو کیپٹن ریوند۔ وہ اپنے تین ساتھیوں کو ہماری گرفت سے آزاد کرنے کی کوشش میں مارا جائے گا۔ بریگیڈیئر درپن ستاوری نے مجھے یقین دلایا ہے کہ اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کی تلاش میں آرمی کی جو چند گاڑیاں بھیجی ہیں، وہ پاکیشیائی ایجنٹوں کو جلد گرفتار کر لیں گی۔ تم اپنے ساتھیوں کو واپسی کا حکم دے کر جلدی یہاں پہنچو۔ اور اینڈ آل..... کرنل پھوکر داس نے آخر میں کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

خیال میں جو لوگ ہیلی کاپٹرز کو تباہ کر سکتے تھے، وہ فوجی گاڑیوں کو کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ رام رام ایجنسی کے کئی اہم ممبرز پاکیشیائی ایجنٹوں کو تلاش کرنے کی کوشش میں ختم ہو چکے تھے اور اس بات کا امکان تھا کہ باقی جو ممبرز پراجیکٹ کی طرف جانے والے راستوں پر موجود تھے، وہ بھی مارے جائیں گے۔ اس طرح ایجنسی بیشتر ممبرز سے محروم ہو جاتی چنانچہ کرنل پھوکر داس نے ان ممبرز کو واپس طلب کرنے کا فیصلہ کیا اور ٹرانسمیٹر آن کر کے کیپٹن ریوند کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو۔ کیپٹن ریوند۔ کرنل پھوکر داس کالنگ۔ اور..... اس نے مخصوص آواز میں کہا۔

”یس چیف۔ کیپٹن ریوند رسیونگ یو۔ اور..... چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے کیپٹن ریوند کی آواز آئی تو کرنل پھوکر داس نے اسے ہیلی کاپٹرز اور ان میں موجود پائلٹس سمیت باؤن افراد کی ہلاکت کی اطلاع دی اور ساتھ ہی اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا۔

”آپ کا اندیشہ درست ہے چیف لیکن یہ ہماری ہی شکست سمجھی جائے گی۔ اور..... کیپٹن ریوند نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں کیپٹن ریوند۔ دشمن ایجنٹ اب آرمی زون میں ہیں اور انہیں گرفتار کرنا آرمی والوں کی ذمہ داری ہے۔ ہمارے ایک درجن کے قریب ممبرز قتل ہو چکے ہیں اور میں اس سے زیادہ ممبرز کی قربانی نہیں دے سکتا۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ عمران

کی گولی نے حوالدار دیول کو دوسری دنیا میں پہنچا دیا۔

چند لمحوں بعد وہ غار سے باہر آیا تو تنویر اور چوہان اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے۔ خاور مکمل طور پر حوالدار دیول نظر آ رہا تھا۔ خاور نے ان دونوں کو روانگی کا اشارہ کیا اور ان کے ساتھ کچھ فاصلے پر واقع اس بڑی چٹان کی طرف بڑھنے لگا جس کی دوسری جانب کی فضا روشن نظر آ رہی تھی۔ جلد ہی وہ چٹان کے قریب جا پہنچے اور آڑ میں رک کر دوسری طرف کا جائزہ لینے لگے۔ اس جانب پر تھوڑی پراجیکٹ کی چند وسیع و عریض عمارتیں اور عمارتوں کے آگے ایک بڑا میدان سا نظر آ رہا تھا۔ اس میدان میں چند جدید قسم کے میزائل فائرنگ آرڈر میں نصب کئے جا رہے تھے اور تقریباً پچاس ساٹھ افراد وہاں موجود تھے جو میزائل پوائنٹس پر کام میں مصروف تھے۔ ان میں چند آفیسرز تھے اور باقی ورکرز میدان کے بائیں اختتام پر دو ہیلی کاپٹرز کھڑے تھے۔ تقریباً پچیس تیس سیکورٹی گارڈز میدان میں ادھر ادھر پہرہ دے رہے تھے۔ میدان اور پورے پراجیکٹ کے گرد خار دار تاروں کی باڑ تھی۔ مغربی سمت میں باڑ میں ایک بڑا سا گیٹ بند نظر آ رہا تھا اور وہاں بھی چھ گارڈز کھڑے تھے۔ تمام گارڈز کے جسموں پر آرمی کی وردیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ میزائل پوائنٹس باڑ سے تقریباً بیس قدم کے فاصلے پر تھے۔ خاور اور اس کے ساتھیوں کو گیٹ کی طرف سے اندر داخل ہو کر میزائل پوائنٹس تک پہنچنا تھا۔ چند لمحوں تک پراجیکٹ کا جائزہ

رابطہ ختم ہونے پر خاور نے واج ٹراسمیٹر آف کر دیا۔ عمران سے بات کرنے سے خاور، چوہان اور تنویر کو اطمینان ہو گیا کہ عمران اور دوسرے ممبرز آزاد اور بنحیریت تھے اور اب انہیں عمران کی ہدایات کے مطابق پیش قدمی کر کے پر تھوڑی پراجیکٹ میں داخل ہونا تھا۔ حوالدار دیول فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔ خاور نے تنویر اور چوہان کو غار سے باہر جانے اور نگرانی کرنے کی ہدایت کی تو وہ دونوں باہر چلے گئے۔ خاور نے اپنے لباس میں پوشیدہ چھوٹا سا میک اپ باکس نکالا اور حوالدار دیول کے قریب فرش پر بیٹھ گیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ میک اپ سے فارغ ہوا تو حوالدار دیول کا ہم شکل دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے حوالدار دیول کی یونیفارم اتار کر اپنے جسم پر سجائی اور جیب سے ریوالور نکال کر حوالدار دیول کی کنپٹی پر ریوالور کی نال رکھتے ہوئے فارغ کر دیا تو بے آواز ریوالور

میدان کے تقریباً وسط میں بیس پچیس قدم دور یا پراجیکٹ کی عمارتوں کے قریب موجود تھے اس لئے وہ خاور اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھتے تو باڑ کے پاس پھیلے ہوئے پتھروں کے سبب انہیں وہ تینوں نظر نہیں آ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ باڑ کے پاس روشنی کا بھی کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا اور عمارتوں کے باہر نصب روشنیاں باڑ تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔

سیکڑت سروس کے ممبر نے کوئی آہٹ پیدا کئے بغیر ابھی نصف فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ وہاں سے تقریباً تیس قدم کے فاصلے پر واقع گیٹ سے ایک جیب احاطے میں داخل ہوتی دکھائی دی اور خاور رک کر جیب کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ چوہان اور تنویر بھی رک گئے تھے۔ فوجی جیب پراجیکٹ کی ایک عمارت کے پاس پہنچ کر رک گئی تو خاور نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور ایک بڑے سے پتھر کی آڑ میں ہو کر جیب سے راکٹ پھل نکال لیا۔ اس نے ہیلی پیڈ پر کھڑے ایک ہیلی کاپٹر کی طرف راکٹ پھل کا رخ کیا اور نشانہ لے کر بٹن پریس کر دیا۔ پھل سے نکلنے والا راکٹ پلک جھپکنے میں اپنے ہدف سے جا ٹکرایا اور دوسرے ہی لمحے ایک خوفناک دھماکے سے ہیلی کاپٹر کے پر نچے اڑ گئے۔ دھماکا ہوتے ہی میدان میں موجود لوگوں میں افراتفری پھیل گئی اور اس کے ساتھ ہی پراجیکٹ کی عمارتوں پر نصب خطرے کے سائرین چنگھاڑنے لگے۔ احاطے میں اور عمارتوں کے قریب موجود گارڈز تباہ ہونے والے

لینے کے بعد خاور نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ باڑ کے قریب کوئی گارڈ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن باڑ سے گزرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ اول تو باڑ زمین سے تقریباً دس فٹ تک بلند تھی۔ دوسرا خار دار تاروں میں برقی رو کی موجودگی کا بھی قوی امکان تھا۔ شاید اسی لئے باڑ کے ساتھ گارڈز کی ڈیوٹی نہیں لگائی گئی تھی کہ سیکورٹی کے لحاظ سے باڑ کو عبور نہیں کیا جاسکتا تھا۔

”اپنے اپنے ٹائم بموں پر ایک گھنٹے کا وقت ایڈجسٹ کر لو۔“ خاور نے تنویر اور چوہان سے کہا اور خود بھی اپنی ٹانگ کے ساتھ بندھی پلاسٹک کی تھیلی کھولی جس میں چند ٹائم بم موجود تھے۔ یہ ٹائم بم پانچ روپے کے سکے جتنے مگر ریٹ واج کی شکل کے تھے۔ سائر میں اس قدر چھوٹے ہونے کے باوجود یہ ٹائم بم اتنے طاقتور اور تباہ کن تھے کہ ایک بم سے پوری چھ منزلہ عمارت ملہ کے ڈھیر میں تبدیل ہو سکتی تھی۔ خاور، چوہان اور تنویر نے ٹائم بموں پر وقت ایڈجسٹ کیا اور ٹائم بم جیبوں میں محفوظ کرنے کے بعد چٹان کی آڑ سے نکلنے کے لئے زمین پر گھنٹوں کے بل بیٹھ گئے۔ وہ تینوں چوپائیوں کی طرف ہاتھ پیروں پر چلتے ہوئے چٹان کی آڑ سے نکلے اور باڑ کے متوازی اس جانب بڑھنے لگے جس طرف پراجیکٹ کے احاطے کا داخلی گیٹ تھا۔ وہ خار دار تاروں کی باڑ سے چند فٹ پیچھے چھوٹے بڑے پتھروں کی آڑ لیتے ہوئے پیش قدمی کر رہے تھے۔ میزائلوں کی تنصیب میں مصروف افراد اور سیکورٹی گارڈز چونکہ

بڑھنے لگے جس کے باہر برآمدے میں کوئی گارڈ نظر نہ آ رہا تھا چنانچہ وہ تینوں اطمینان سے عمارت میں داخل ہو گئے۔ برآمدے سے آگے طویل راہداری میں کوئی گارڈ موجود نہ تھا اور وہاں بڑے بڑے کمروں سے مشینی شور بلند ہو رہا تھا۔ راہداری میں واقع ان طویل کمروں کے دروازے بھی کافی کشادہ تھے لیکن بند تھے۔ سیکرٹ سروس کے ممبرز نے راہداری میں آگے بڑھتے ہوئے خاموشی سے ایک ایک ٹائم بم دروازے کے نیچے تقریباً دو انچ کشادہ خلاء سے اندر ڈالے۔ آخری کمرے کے اندر ٹائم بم دروازے کے نیچے سے سرکانے کے بعد وہ اسی طرح اطمینان سے واپس برآمدے کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ برآمدے سے باہر نکلے ہی تھے کہ گیٹ سے ایک فوجی جیپ احاطے میں داخل ہوتی دکھائی دی تو وہ رک گئے۔ جیپ سیدھی تباہ ہونے والے ہیلی کاپٹر کے قریب جا رہی اور اس سے چند فوجی اترے جن میں ایک آدمی کے جسم پر میجر جنرل کی یونیفارم نظر آ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی ہیلی کاپٹر کے پاس موجود گارڈز نے اسے سیلوٹ کیا۔

”پاکیشیائی ایجنٹ آرمی یونیفارم میں یہاں آئے ہیں۔ انہیں فوراً تلاش کرو۔ ایک لڑکی سمیت وہ چار افراد ہیں“..... میجر جنرل نے چیختے ہوئے لہجے میں سیکورٹی گارڈز سے کہا تو تمام گارڈز میں کھلبلی سی مچ گئی اور وہ جنرل کے ساتھ آنے والے فوجیوں کے ساتھ ادھر ادھر پھیلنے چلے گئے۔

ہیلی کاپٹرز کی طرف دوڑ رہے تھے۔ اس وقت احاطے میں موجود تمام لوگوں کی توجہ ہیلی کاپٹر کی طرف تھی اور گیٹ پر ڈیوٹی دینے والے گارڈز بھی اس جانب بھاگ رہے تھے اس لئے خاور اور اس کے ساتھی بے خطر ہو کر زمین سے اٹھے اور باڑ کے ساتھ ساتھ گیٹ کی طرف دوڑنے لگے۔ احاطے کے ارد گرد واقع چٹانوں اور پہاڑوں کی طرف سے بھی سیکورٹی گارڈز بھی دوڑتے ہوئے گیٹ کی طرف آ کر اندر جا رہے تھے اور سیکرٹ سروس کے ممبرز بھی چونکہ فوجی وردیوں میں تھے، اس لئے کسی نے ان پر توجہ دینے کے ضرورت نہیں سمجھی تھی۔

خاور، چوہان اور تنویر دوڑتے ہوئے گیٹ کے پاس پہنچے اور رکے بغیر اندر آ کر میزائل پوائنٹس کی طرف بڑھتے چلے گئے جو تباہ ہونے والے ہیلی کاپٹر سے چند قدم کے فاصلے پر تھے۔ انہوں نے دوڑتے دوڑتے اپنی جیبوں سے ٹائم بم نکال کر ہاتھوں میں لے لئے اور پھیل کر میزائل یونٹوں کے قریب سے گزرتے ہوئے ٹائم بم ان کے نیچے ڈالتے چلے گئے۔ وہ اسی انداز میں دوڑتے ہوئے تباہ شدہ ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچے تو سائرین خاموش ہو گئے۔ میزائل تنصیب کرنے والے افراد خطرے کے پیش نظر عمارتوں میں جا چکے تھے اور اب ہیلی کاپٹر کے پاس کچھ گارڈز کھڑے تھے اور چند گارڈز ادھر ادھر دوڑتے ہوئے آ جا رہے تھے۔ خاور، چوہان اور تنویر ہیلی کاپٹر کے پاس ایک لمحہ کے لئے رکے اور پھر ایک عمارت کی طرف

خاور اور اس کے ساتھیوں کے لئے یہ خبر تو اطمینان بخش تھی کہ جولیا سمیت ان کے چاروں ممبرز پراجیکٹ کے اندر پہنچ چکے ہیں لیکن موجودہ صورت حال ان کے لئے خاصی مشکل اور تشویشناک تھی۔ پراجیکٹ کے احاطے میں پڑنے والی تیز روشنیوں میں ان کی وردیاں دیکھ کر کوئی بھی گاڑڈ انہیں پہچان سکتا تھا کہ وہ حوالدار دیول کی یونٹ کے سپاہی ہیں۔ خاور حوالدار دیول کے میک اپ میں تھا چنانچہ اگر حوالدار دیول کی ہلاکت کا راز کھل چکا تھا تو خاور کو فوراً گرفتار کیا جاسکتا تھا اور تنویر اور چوہان بھی پکڑے جاتے جبکہ عمران کے بتائے ہوئے پروگرام کے مطابق ٹائم بم ڈالنے کے فوراً بعد انہیں پراجیکٹ کے احاطے سے نکل کر وہاں سے دور پہنچ جانا تھا لیکن اس وقت تمام سیکورٹی گارڈز پراجیکٹ میں پاکیشیائی ایجنٹوں کو تلاش کر رہے تھے۔ اور اس چھوٹیشن میں انہیں گیٹ کی طرف جاتے دیکھ کر ان پر فوراً شبہ کیا جاسکتا تھا جس کے بعد ان کی گرفتاری یقینی بات تھی۔ انہی خدشات میں گھرے خاور، تنویر اور چوہان میجر جنرل اور اس کے ساتھ آنے والے فوجیوں کی طرف دیکھ رہے تھے جو جیپ کے پاس ہی کھڑے تھے۔ احاطے کے گیٹ پر بھی گارڈز دوبارہ نظر آ رہے تھے۔

دفعتاً گیٹ سے ایک اور فوجی جیپ احاطے میں داخل ہوئی اور دوڑتی ہوئی میجر جنرل کی جیپ کے عقب میں پہنچ کر رک گئی۔ اس جیپ سے ایک فوجی کرنل اور چار سپاہی اتر کر میجر جنرل کے قریب

پہنچے اور انہوں نے میجر جنرل کو سیلوٹ کیا تو جنرل نے سر کی جنبش سے سلام کا جواب دیا۔ آنے والے کرنل نے میجر جنرل سے کوئی بات کی تو انہیں ایک دوسرے کی طرف متوجہ دیکھ کر خاور تنویر اور چوہان کے ساتھ گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ مگر اسی لمحے کرنل نے مڑ کر گیٹ کی طرف دیکھا۔

”گیٹ بند کر دو۔ دشمن ایجنٹوں کی گرفتاری تک کسی کو بھی باہر نہ جانے دیا جائے“..... کرنل نے چیختی ہوئی آواز میں گیٹ گارڈز سے کہا تو اس کی آواز سنتے ہی خاور نے رخ بدلا اور گیٹ کی طرف جانے کی بجائے دائیں جانب مڑ گیا۔ تنویر اور چوہان نے بھی خاور کی تقلید کی۔ گیٹ کے پاس کھڑے گارڈز نے کرنل کا حکم سن کر فوراً گیٹ بند کر دیا تھا لیکن اس صورت حال سے خاور اور اس کے ساتھی پریشان ہو گئے تھے کیونکہ پراجیکٹ کے باہر جانے کا گیٹ کے سوا کوئی اور راستہ نہ تھا جبکہ خاوار تاروں کی باڑ پھلانگنے کی کوشش میں ان پر فوراً گولیوں کی بوچھاڑ کی جاسکتی تھی۔ اس لحاظ سے سیکرٹ سروس کے ممبرز بری طرح پھنس چکے تھے۔ خاور وہاں سے نکلنے کی ترکیب سوچتا ہوا میدان کے دائیں جانب بڑھ رہا تھا جہاں میدان کے اختتام پر پاور ہاؤس دکھائی دے رہا تھا۔ اس پاور ہاؤس سے پراجیکٹ کو برقی رو سپلائی کی جاتی تھی۔ اس وقت تلاش کرنے والوں میں سے کسی کی توجہ خاور اور اس کے ساتھیوں کی طرف نہیں تھی اور بیشتر گارڈز دشمن ایجنٹوں کی تلاش میں عمارتوں

کے اندر جا چکے تھے۔

خاور نے پاور ہاؤس کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے آس پاس کا جائزہ لیا۔ پاور ہاؤس کے اندر چند جزیئر نصب تھے جن کے گرد آہنی جنگلہ نصب تھا۔ جنگلے کے بائیں پہلو پر پانی کی بلند ٹینگی نظر آ رہی تھی اور اس ٹینگی کے نیچے ایک کمرہ بنا ہوا تھا جس میں غالباً واٹر پمپ نصب تھا۔ اس کمرے کے عقب میں خاردار تاروں کی باڑ چند فٹ کے فاصلے پر تھی۔ پاور ہاؤس اور اس کے کمرے کے باہر کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ خاور نے ٹینگی کی آڑ میں پہنچنے کا فیصلہ کیا اس طرف سے باڑ کو پھلانگنے کی کوشش کی جاتی تو کسی کی ان پر نگاہ نہیں پڑ سکتی تھی لیکن ابھی وہ ٹینگی سے چند قدم پیچھے ہی تھے کہ اچانک خاور کے واچ ٹرانسمیٹر پر سگنل موصول ہوا اور اس نے ادھر ادھر دیکھ کر قدم روکے بغیر واچ ٹرانسمیٹر آن کر دیا تو دوسری طرف سے حسب توقع عمران ہی کال کر رہا تھا۔

میجر بہمن رام کے میک اپ میں اس کی یونیفارم پہننے کے بعد عمران مکمل طور پر میجر بہمن رام نظر آ رہا تھا۔ جولیا، صفدر، اور باہر بھی میجر بہمن رام کے ماتحتوں کی یونیفارم میں تھے۔ میک اپ سے فارغ ہونے کے بعد عمران نے اپنے ساتھیوں کو روانگی کا اشارہ کیا اور ان کے ساتھ خیمے کے پہلو میں کھڑی جیپ کی طرف بڑھ گیا۔ قریب پہنچ کر صفدر، جولیا اور باہر جیپ کے عقبی حصے میں بیٹھ گئے اور عمران نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اسٹیریئرنگ سنبھال لیا۔ انکیشن سوئچ میں چابی موجود تھی۔ اس نے انجن اشارٹ کیا اور جیپ موڑ کر پرتھوی پراجیکٹ کی طرف جانے والے راستے پر دوڑانے لگا۔ جولیا کے جسم پر فوجی یونیفارم پوری طرح فٹ نہیں تھی اور کافی ڈھیلی تھی مگر مجبوری تھی۔ اس کے سر کے بال فوجی ٹوپی میں چھپ گئے تھے مگر میک اپ تبدیل کر کے اسے مرد بنانے کا عمران کے پاس

تو تم مونچھیں لگا کر اب تک نہ جانے کتنے لوگوں کو لوٹ اور عورتوں سے فلرٹ کر چکی ہوتیں“..... عمران نے جلدی سے کہا تو صفدر بے اختیار ہنس پڑا اور جولیا کے لبوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”بہت بے ہودہ ہو۔ شرم نہیں آتی ہے“..... جولیا نے مصنوعی غصے سے عمران کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”شرم تو عورتوں کے سامنے آتی ہے، میری ساتھ سب مرد حضرات ہیں جن میں تم بھی شامل ہو“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا۔

”بکو مت۔ مردانہ یونیفارم میں نے تمہارے کہنے پر پہنی ہے۔“ جولیا نے کہا۔

”تو اب میرے کہنے پر مونچھیں بھی لگا لو۔ اس سے تم مرد نہ سہی مرد مار عورت تو بن جاؤ گی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور جولیا اس نئے خطاب پر غصے سے دانت پیس کر رہ گئی۔ اگر ان کے ساتھ بابر موجود نہ ہوتا تو وہ عمران کی گردن دبوچ لیتی۔ صفدر نے اپنے چہرے سے مصنوعی مونچھیں اتا ریں اور اسی لمحے عمران نے اندرونی ہنسی جلا دی۔ اس روشنی میں صفدر نے جولیا کے چہرے پر مصنوعی مونچھیں لگا دیں اور جولیا مرد نظر آنے لگی۔ کھنی مونچھوں کے نیچے اس کا نازک بالائی ہونٹ چھپ گیا تھا۔ عمران نے لائٹ آف کر دی۔ جیب ہموار پہاڑی راستے پر دوڑتی رہی اور کچھ دیر بعد بلند پہاڑوں کے دامن میں جا پہنچی۔ اس وسیع و عریض وادی

وقت نہیں تھا اس لئے چہرے سے وہ اب بھی عورت ہی دکھائی دے رہی تھی۔ اس لئے عمران کو اس کی فکر تھی۔

”صفدر۔ تم مونچھیں لگا کر بے حد خونخوار اور ہڈ حرام سپاہی لگ رہے ہو حالانکہ تم بے حد شریف آدمی ہو اور جولیا تم سے زیادہ خوفناک اور لڑاکا عورت ہے لیکن دیکھو کتنی معصوم لگ رہی ہے۔“ عمران نے مخصوص لہجے میں صفدر سے کہا تو جولیا اسے گھورنے لگی۔

”اس بکو اس کا مطلب“..... اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”مطلب یہ کہ اس شکل میں تم پر غصہ بالکل نہیں بچتا۔ کرخت لہجے کے ساتھ صورت بھی کرخت ہونی چاہئے“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

”آپ چاہتے ہیں کہ مس جولیا کی بھی مونچھیں ہونی چاہئیں۔“ صفدر نے چونک کر کہا۔

”ہونی تو چاہئیں لیکن تبدیلی جنس کا آپریشن یہاں کون کرے گا اور آپریشن ہو بھی جائے تو جولیا کی فوراً تو مونچھیں پیدا نہیں ہو جائیں گی۔ اس لئے فی الحال تم اپنی مونچھوں کی قربانی دے دو تو اس نیکی کے بدلے تمہیں اللہ تعالیٰ ستر مونچھیں عطا فرمائے گا۔“ عمران نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میں مونچھیں نہیں لگاؤں گی۔“..... جولیا نے اس کا مطلب سمجھ کر غراتے ہوئے کہا۔

”ارے تم نہیں لگاؤ گی، صفدر تمہیں لگائے گا۔ تمہیں لگانا آتیں

نا میں کام کرنے والے افراد دھماکا سنتے ہی باہر نکل گئے تھے۔ ران نے آہستہ سے صفدر، جولیا اور بابر کو ہدایات دیں تو وہ سب اپنے لباس میں پوشیدہ ریست وائچ نمائٹ بم نکالنے اور ان پر نصوص وقت ایڈجسٹ کر کے مختلف کمروں میں ڈالنے لگے۔ کام مکمل کرنے میں صرف تین منٹ لگے اور فارغ ہو کر عمران واپس برآمدے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس عمارت سے باہر آ کر وہ اگلی عمارت کی طرف بڑھے لیکن جیسے ہی عمارت میں داخل ہوئے ایک فوجی جیپ گیٹ سے احاطے میں داخل ہوتی دکھائی دی۔

عمران صفدر، جولیا اور بابر کے ساتھ آگے بڑھا اور راہداری میں داخل ہو گیا۔ یہ پراجیکٹ کا ایڈمنسٹریشن بلاک تھا اور مختلف کمروں کے باہر نیم پلیٹیں لگی ہوئی تھیں لیکن اس وقت تمام کمروں کے دروازے بند تھے شاید انتظامیہ کے دفاتر میں صرف دن کے وقت کام ہوتا تھا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں نے دروازے کھولے بغیر دروازوں کے نچلے خلاء سے ٹائٹ بم اندر سرکا دیئے اور پھر واپس برآمدے کی طرف بڑھنے لگے لیکن وہ لوگ برآمدے میں پہنچے ہی تھے کہ ہیلی کاپٹر کے قریب کھڑی دو جیپوں کے پاس چند فوجی دکھائی دیئے جن میں سے ایک آفیسر گیٹ کی طرف منہ کر کے وہاں کھڑے گارڈز کو حکم دے رہا تھا جبکہ سائرن خاموش ہو چکے تھے۔

”گیٹ بند کر دو۔ دشمن ایجنٹوں کی گرفتاری تک کسی کو بھی باہر نہ جانے دیا جائے“..... اس فوجی آفیسر نے چیختے ہوئے لہجے میں

میں پرتھوی پراجیکٹ نظر آ رہا تھا جس میں جدید بیلسٹک میزائل موجود تھے۔ یہ میزائل ایٹمی ہتھیار لے جانے کی صلاحیت رکھتے تھے اور ان کی ریج اتنی طویل تھی کہ پاکیشیا کے مرکز تک پہنچ سکتے تھے۔ عمران کی معلومات کے مطابق آج کل ان میزائلوں کو فائرنگ پوائنٹس پر نصب کیا جا رہا تھا۔ عمران نے وادی کے باہر ہی ایک بڑی سی چٹان کے عقب میں جیپ روک دی لیکن اسی لمحے ایک زور دار دھماکے کی آواز سنائی دی تو عمران سمجھ گیا کہ وہ دھماکا اس کی ہدایت پر خاور نے ہی کیا ہو گا چنانچہ اس نے فوراً چٹان کی آڑ سے جیپ نکالی اور پراجیکٹ کی طرف دوڑانے لگا۔ دھماکا ہوتے ہی پراجیکٹ میں خطرے کے سائرن چیخنے لگے تھے۔ پراجیکٹ میں لوگ ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور عجیب افرا تفری پھیلی ہوئی تھی۔ چند لمحوں بعد جیپ احاطے کے گیٹ پر پہنچی تو گیٹ پر گارڈز موجود نہیں تھے۔ عمران نے جیپ گیٹ سے اندر داخل کی اور ایک عمارت کے برآمدے کے سامنے پہنچ کر روک دی۔ کچھ فاصلے پر ایک تباہ شدہ ہیلی کاپٹر کے گرد بہت سے گارڈز کھڑے تھے مگر ان کی طرف کوئی متوجہ نہ تھا۔ عمران نے انجن بند کیا اور جیپ سے اترا تو اس کے ساتھی بھی جیپ سے باہر آئے اور عمران ان کے ساتھ آگے بڑھ کر برآمدے میں داخل ہو گیا۔ سامنے طویل راہداری تھی جس میں کئی کمرے تھے۔ راہداری میں کوئی ذی روح نظر نہ آ رہا تھا۔ کئی کمروں کے دروازے کھلے تھے لیکن اندر کوئی شخص موجود نہ تھا شاید

کرل کی میجر جنرل سے ہونے والی نامعلوم گفتگو اور پھر کرل کے علم پر گیٹ بند کرنے کے بارے میں بھی بتایا اور اپنے ارادے سے بھی آگاہ کیا کہ وہ پاور ہاؤس کے قریب واقع ٹینکی کی آڑ سے ایزبور کریں گے۔

”نہیں پیارے۔ یہ اقدام بے حد خطرناک ہوگا۔ ہو سکتا ہے باڑ کی تاروں میں برقی کرنٹ دوڑ رہا ہو۔ ہم نے یہاں سے اکٹھے واپس جانا ہے اور اتنا وقت نہیں کہ میں تمہاری کرنٹ یافتہ لاشوں کو اٹھائے پھروں۔ اور“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”فرمائیے۔ کیا پرگرام ہے۔ اور“..... خاور کی ہنستی ہوئی آواز بنائی دی تو عمران اسے ہدایات دینے لگا۔

”اگر تم میری ان ہدایات پر عمل کرو گے یقیناً کامیاب رہو گے اور مجھے تمہارے سر پر سہرا دیکھنا بھی نصیب ہو سکے گا۔ اور“۔
عمران نے کہا۔

”بہت بہتر۔ ہم آپ کی ہدایات پر عمل کریں گے۔ اور“۔
خاور نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تو ٹھیک ہے۔ سہرا باندھنے کی خواہش لے کر عمل شروع کر دو کیونکہ بقول کنفیوشس عمل سے زندگی بنتی ہے بیوی بھی جہنم بھی۔
باساقتی اپنی فطرت ہے شرابی ہے نہ کبابی ہے۔ اور اینڈ آل“۔
عمران نے آخر میں کہا اور واچ ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”الٹ۔ دو سپاہی اس طرف آرہے ہیں“..... صفدر نے جلدی

کہا تو گارڈز نے فوراً گیٹ بند کر دیا اور عمران پریشان ہو کر رہ گیا۔ ان کا کام مکمل ہو چکا تھا اور اب انہیں پراجیکٹ کی حدود سے باہر جانا تھا لیکن آفیسر کے حکم پر گیٹ بند کیا جا چکا تھا اور وہاں کھڑے گارڈز انہیں یا کسی کو بھی باہر نہ نکلنے دیتے۔ یہی سوچ کر وہ فوراً مڑا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر راہداری میں آ گیا۔ جیپوں کے پاس کھڑے فوجی افسران اور سپاہیوں کے سامنے عمارت سے نکلتا ان کے لئے خطرناک ثابت ہوتا لیکن وہاں سے نکلتا بھی ضروری تھا کیونکہ انہوں نے ٹائم بموں پر ایک گھنٹے کا وقت ایڈجسٹ کیا تھا۔ اس کے علاوہ عمران کو خاور، تنویر اور چوہان کی بھی فکر تھی کہ وہ باہر نکل چکے تھے یا ابھی پراجیکٹ کے اندر ہی تھے چنانچہ راہداری میں آکر اس نے صفدر کو برآمدے سے باہر کی نگرانی کرنے کی ہدایت کی تو صفدر برآمدے کی دیوار کی آڑ میں جا کر باہر دیکھنے لگا اور عمران واچ ٹرانسمیٹر آن کر کے خاور کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو خاور۔ عمران کالنگ یو۔ اور“..... عمران نے آہستہ سے کہا۔

”لیس عمران صاحب۔ خاور اینڈنگ یو۔ اور“..... جواب میں ٹرانسمیٹر سے فوراً ہی خاور کی آواز ابھری۔

”کیا صورت حال ہے خاور۔ کہاں تک پہنچی ہے بات تمہاری جوانی کی۔ اور“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو خاور ہنسا اور پھر اپنی پوزیشن اور کام کے بارے میں بتانے لگا۔ اس نے فوجی

مطابق خاور نے راکٹ ہسٹل سے فائر کر کے پاور ہاؤس کو تباہ کر دیا تھا جس سے بجلی کی سپلائی بند ہو گئی تھی۔ اندھیرا ہوتے ہی عمران جولیا، صفدر اور بابر کے ساتھ برآمدے سے باہر آیا اور دوسرے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھنے لگا۔ پراجیکٹ کے احاطے میں گہری تاریکی میں گارڈز ادھر ادھر بھاگ رہے تھے اور ہیولوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ اس اندھیرے میں عمران اور اس کے ساتھی بھی دوسروں کو ہیولے نظر آ رہے تھے۔ جیپ کے پاس کھڑم میجر جنرل چیختے ہوئے لہجے میں گارڈز کو احکامات دے رہا تھا اور دوسرا آفیسر کرنل وہاں نظر نہیں آ رہا تھا۔ نہ جانے وہ اندھیرے میں کسی طرف چلا گیا تھا۔ عمران اور اس کے ساتھی خاموشی سے دوسرے سلامت کھڑے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ رہے تھے کہ اچانک عمارتوں کے قریب چند فٹ لائٹ مارچوں کی روشنی پھیلتی چلی گئی۔

سے چہرہ عمران کی طرف موڑ کر سرگوشی کے انداز میں کہا تو عمران لپک کر اس کے قریب آیا اور برآمدے سے باہر کا جائزہ لیا۔ «فوجی گارڈز برآمدے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ عمران نے مڑ کر اپنے ساتھیوں کو راہداری میں رہنے کا اشارہ کیا اور صفدر بھی راہداری میں چلا گیا جبکہ عمران دیوار کی آڑ سے نکل کر برآمدے کے وسط میں پہنچ گیا۔ اسی لمحے دونوں گارڈز برآمدے میں داخل ہوئے لیکن عمران کو وہاں دیکھ کر یکدم رک گئے۔

”اس طرف کوئی نہیں ہے۔ میں چیک کر چکا ہوں۔ تم میزائل اسمبلنگ یونٹ میں جا کر غیر ملکی ایجنٹوں کو تلاش کرو یا ایڈمنسٹریشن بلاک میں دیکھو یقیناً وہ انہی عمارتوں میں چھپے ہوئے ہیں۔“ عمران نے گارڈز سے تحسانہ لہجے میں کہا اور دونوں گارڈز اس کا حکم سن کر فوراً برآمدے سے نکل گئے کیونکہ عمران اس وقت میجر کی یونیفارم میں تھا اس لئے گارڈز اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے پابند تھے۔ ان کے باہر جانے پر عمران ہیلی کاپٹر کے ملبے کے پاس کھڑی بچیوں کی طرف دیکھنے لگا۔ وہاں اب صرف فوجی کرنل اور میجر جنرل کھڑے تھے جن کے بارے میں اسے خاور نے بتایا تھا۔ تباہ شدہ ہیلی کاپٹر سے تقریباً پندرہ قدم کے فاصلے پر دوسرا ہیلی کاپٹر کھڑا تھا اور اس کے آس پاس کوئی گارڈ موجود نہیں تھا۔ تقریباً دو منٹ بعد اچانک ایک زور دار دھماکا ہوا اور اس کے ساتھ ہی پراجیکٹ میں گہری تاریکی چھا گئی۔ یقیناً عمران کی ہدایت کے

میں سے ایک کے ساتھ جا نکلایا۔ دوسرے ہی لمحے ایک زور دار دھماکے سے پورا پراجیکٹ اندھیرے میں ڈوب گیا اور میدان میں موجود لوگوں میں ایک مرتبہ پھر کھلبلی پھیل گئی۔

”کم ان“..... خاور نے اپنے قریب کھڑے چوہان اور تنویر سے کہا اور ان کے ساتھ ٹرکوں کی آڑ سے نکل کر اس طرف بڑھنے لگا جہاں تباہ شدہ ہیلی کاپٹر سے تھوڑی فاصلے پر دوسرا ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ سیکورٹی گارڈز ادھر ادھر بھاگتے تاریک ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ چند لمحوں بعد عمارتوں کی جانب چند فٹ لائٹ مارچیں روشن ہوئیں اور دائیں بائیں روشنی حرکت کرنے لگیں لیکن اتنے وسیع ایریا کے لئے مارچوں کی روشنی نا کافی تھی۔ وہ تینوں تیز قدموں سے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ رہے تھے لیکن جیسے ہی وہ اس ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچے، ہیلی کاپٹر کے عقب سے یکدم ایک فوجی نکل کر ان کے سامنے آ گیا اور وہ تینوں ٹھٹک کر رکتے چلے گئے۔

”تم لوگ ادھر کہاں جا رہے ہو“..... اس فوجی نے سخت لہجے میں خاور سے پوچھا جو تنویر اور چوہان سے آگے تھا۔ وہ فوجی وہی کرنل تھا جس کے حکم پر احاطے کا گیٹ بند کیا گیا تھا۔

”ہم مجرموں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں سر“..... خاور نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”مگر تم نے مارچیں کیوں روشن نہیں کیں جو تمہاری مشین گنوں پر موجود ہیں“..... کرنل نے غصیلے لہجے میں کہا تو خاور اس کے سوال

عمران کی ہدایات سننے کے بعد خاور نے واچ ٹرانسمیٹر آف کیا اور اپنے ساتھیوں کو پیچھے آنے کا اشارہ کر کے میدان کے دائیں جانب مڑ گیا۔ اس طرف کچھ فاصلے پر چند فوجی گاڑیاں کھڑی تھیں جن میں ٹرک اور جیپیں تھیں۔ ٹرکوں پر اینٹی ایئر کرافٹ مشین گنیں نصب تھیں لیکن ان گاڑیوں کے آس پاس کوئی فوجی نظر نہ آ رہا تھا۔ ان گاڑیوں کی دوسری طرف احاطے کا گیٹ تھا۔ خاور، تنویر اور چوہان آرام سے قدم اٹھا رہے تھے تاکہ کسی کو ان پر شبہ نہ ہو سکے۔ جلد ہی وہ فوجی ٹرکوں کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں وہ ٹرکوں کی آڑ میں محفوظ تھے۔ خاور نے اپنی گھڑی پر وقت دیکھا جس کی سوئیاں اندھیرے میں چمک رہی تھیں۔ اس نے جیب سے راکٹ پمپ نکالا اور ایک ٹرک کی آڑ سے پاور ہاؤس کے جزیئرز کا نشانہ لے کر راکٹ فائر کر دیا۔ راکٹ اگلے دو جزیئرز جو چل رہے تھے، ان

پر لا جواب ہو گیا لیکن اسی لمحے اس کے عقب میں کھڑے چوہان نے اپنی جیب سے سائیلنسر ڈریوالور نکالا اور کرنل کے سر میں فائر کر دیا تو کرنل منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر ہی لہراتا ہوا زمین پر گر گیا اور خاور چوہان اور تنویر کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہ ہیلی کاپٹر کے پہلو میں پہنچے اور خاور نے دروازہ کھولا تو چوہان اور تنویر جلدی سے ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ خاور بھی اندر آیا اور وہ تینوں نشستوں پر بیٹھنے کی بجائے ہیلی کاپٹر کے فرش پر بیٹھ گئے۔ خاور کھڑکی کے قریب بیٹھا تھا اور اس نے دروازہ بند نہیں کیا تھا۔ اب انہیں عمران، جولیا، بابر اور صفدر کا انتظار تھا۔ خاور نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو چار افراد ہیلی کاپٹر کی دوسری طرف سے بڑھے چلے آ رہے تھے۔ جیسے ہی وہ قریب پہنچے، خاور نے اس جانب سے ہیلی کاپٹر کا دروازہ کھولا اور وہ چاروں ایک ایک کر کے ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ وہ عمران، جولیا، بابر اور صفدر ہی تھے اور عمران پہلے ہی واج ٹرانسمیٹر پر انہیں بتا چکا تھا کہ وہ چاروں فوجی وردیوں میں ہیں۔

عمران نے پائلٹ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کیا اور ہیلی کاپٹر اشارت کرنے لگا مگر جیسے ہی ہیلی کاپٹر کے انجن کا شور بلند ہوا، تباہ شدہ ہیلی کاپٹر کی دوسری جانب جیب کے پاس کھڑا میجر جنرل اچھل کر ان کی طرف دوڑنے لگا۔ اسی لمحے عمارتوں کے قریب موجود فوجیوں کی ٹارچوں کا رخ بھی ہیلی کاپٹر کی طرف ہو گیا لیکن

اس سے پہلے کہ میجر جنرل ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچتا، عمران نے ہیلی کاپٹر کو اوپر اٹھایا اور فضا میں بلند کرنے لگا۔ پراجیکٹ کے احاطے میں دوڑتے بھاگتے گارڈز رک کر ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آن کی آن میں ہیلی کاپٹر کافی بلندی پر جا پہنچا اور عمران اس کا رخ دائیں جانب کر کے رفتار میں اضافہ کرنے لگا تو اسی لمحے نیچے سے گارڈز کی مشین گنیں ہیلی کاپٹر کی طرف گولیوں کی بوچھاڑ کرنے لگیں لیکن ہیلی کاپٹر فائرنگ کی ریخ سے باہر نکل چکا تھا۔ اس کے باوجود فائرنگ جاری رہی۔ عمران اور اس کے ساتھی نشستوں پر بیٹھے عقب میں بلند ہوتے گولیوں کے شعلے دیکھ رہے تھے۔ چند لمحوں بعد وہ پرتھوی پراجیکٹ سے دو کلو میٹر دور پہنچ گئے۔ سیکرٹ سروس کے ممبرز نیچے موجود پہاڑیوں کا جائزہ لے رہے تھے اور اپنی کامیابی پر مسرت محسوس کر رہے تھے۔

لیکن عمران کا ذہن ہیلی کاپٹر سے زیادہ تیز رفتاری سے سوچنے میں مصروف تھا۔ ہیلی کاپٹر میں زیادہ دیر تک سفر کرنا ان کے لئے کسی بھی لمحے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا اور عمران کو یقین تھا کہ میجر جنرل ٹرانسمیٹر پر اس علاقے میں موجود فوجی کیمپوں، اپنے ہیڈ کوارٹر اور کسی بھی آرمی ایریس کو ان کے فرار کی اطلاع دے رہا ہو گا چنانچہ عمران نے پہاڑی علاقے سے باہر آ کر ہیلی کاپٹر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر پہاڑوں سے کافی دور نکل آیا اور عمران نے لینڈنگ کا ارادہ کیا مگر اسی لمحے ان کے بائیں جانب

فضاء میں دو نقطے نمودار ہوئے اور تیزی سے قریب آتے ہوئے دکھائی دیئے تو عمران چونک پڑا۔ روشن نقطے قریب آنے کے ساتھ ساتھ بڑے ہوتے جا رہے تھے اور جلد ہی عمران سمجھ گیا کہ اصل میں وہ بمبار طیاروں کی روشنیاں تھیں۔ جلد ہی دونوں بمبار طیارے قریب آ پہنچے تو عمران اپنے ساتھیوں کو الارٹ رہنے کی ہدایت کرنے لگا۔

اسی لمحے ایک بمباران پر مشین گنوں سے گولیوں کی بوچھاڑ کرتا ہوا ہیلی کاپٹر کے اوپر سے گزر گیا۔ دوسرا بمبار طیارہ کچھ فاصلے سے گزر گیا تھا۔ عمران کے ہیلی کاپٹر کو گولیوں سے نقصان پہنچا اور اسے ایک جھٹکا لگا اور پھر وہ ڈمگماتا ہوا زمین کی طرف جانے لگا تو عمران نے پھرتی سے ہیلی کاپٹر کو سنبھالا اور کنٹرول کرتے ہوئے احتیاط سے زمین پر اتار لیا۔ جھٹکا لگتے ہی اس کے ساتھی نشستوں سے گر گئے تھے لیکن زمین پر پہنچتے ہی وہ سنبھل کر اٹھ کھڑے ہوئے اور عمران کے ساتھ ہیلی کاپٹر سے نکل کر دائیں طرف دوڑتے چلے گئے۔ چند قدم دور آ کر عمران نے اپنی جیب سے راکٹ پستل نکالا اور اپنے ہیلی کاپٹر کی طرف فائر کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے زور دار دھماکے سے ہیلی کاپٹر کے پرچے اڑ گئے اور عمران ممبرز کے ساتھ دوبارہ دائیں جانب دوڑنے لگا۔ اس سمت میں دائیں سے بائیں پھیلا ہوا درختوں کا ایک سلسلہ نظر آ رہا تھا۔ عمران جانتا تھا کہ دونوں بمبار چکر کاٹ کر واپس آئیں گے اس لئے وہ

ان سے بچنے کے لئے درختوں کی آڑ میں پہنچ جانا چاہتا تھا۔ چند لمحوں بعد عمران اور اس کے ساتھی دوڑتے ہوئے درختوں کے پاس پہنچے ہی تھے کہ فضاء میں بمبار طیاروں کی گرج سنائی دینے لگی۔ عمران نے آواز کی سمت دیکھا تو دونوں بی ون بمبار طیارے واپس آ رہے تھے۔ عمران تیزی سے ممبرز کے ساتھ درختوں میں داخل ہو گیا مگر دونوں طیاروں کا رخ تباہ شدہ جلتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی جانب تھا۔ عمران اور اس کے ساتھیوں کے دیکھتے ہی دیکھتے جنگی طیارے ہیلی کاپٹر کے اوپر سے گزر کر آگے بڑھتے چلے گئے تو عمران مڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ وہ چاروں درختوں کے دوسری طرف پہنچے تو سامنے چند قدم کے فاصلے پر ایک نہر دکھائی دی۔ عمران نے اس نہر کے پار جانا تھا لیکن وہ لوگ نہر کے کنارے پہنچے تو وہ کافی بڑی نہر ثابت ہوئی۔ نہر پانی سے لبریز تھی اور نہ صرف پانی کا بہاؤ کافی تیز تھا بلکہ نہر کی چوڑائی بھی اس قدر زیادہ تھی کہ اسے پل کے بغیر عبور کرنا انتہائی دشوار نظر آ رہا تھا۔ عمران کے اندازے کے مطابق اس کی گہرائی بھی بہت زیادہ تھی اور کم از کم جولیا کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی تھی چنانچہ وہ ممبرز کے ساتھ نہر کی پٹری پر پانی کے بہاؤ کی سمت بڑھنے لگا۔ وہ کسی پل سے نہر عبور کرنا چاہتا تھا اور اسے امید تھی کہ آگے کہیں کوئی چھوٹا بڑا پل ضرور ہو گا لیکن ابھی انہوں نے تقریباً تین سو قدم کا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ اچانک فضاء میں ہیلی کاپٹروں کا شور گونجنے لگا۔

اور دوسری جانب کی پڑی پر پہنچ گئے۔ اس طرف نہر کی پڑی کے ساتھ ساتھ گھنے درختوں کی قطار تھی اور درختوں کی دوسری طرف کھیتوں کے طویل سلسلے تھے چنانچہ وہ سب پڑی سے اترے اور درختوں کی دوسری طرف آ کر کھیتوں میں آگے بڑھنے لگے۔ رات کی تاریکی میں چاروں طرف دور دور تک کسی آبادی کا نام و نشان نظر نہ آ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد فضا میں طیاروں کی آواز گونجنے لگی تو انہوں نے بائیں جانب دیکھا۔ کافی فاصلے پر چار طیارے دکھائی دے رہے تھے۔ ساز کے لحاظ سے وہ سی ون تھری قسم کے ٹرانسپورٹ طیارے معلوم ہوتے تھے اور ان کا رخ پہاڑوں کی جانب تھا یقیناً پرتھوی پراجیکٹ ان کے وہاں ڈالے گئے ٹائم بموں سے ملیا میٹ ہو چکا تھا اور ان طیاروں میں امدادی پارٹیاں روانہ کی گئی تھیں۔

عمران اور اس کے ساتھیوں نے بے اختیار قدم روک کر اوپر دیکھا تو نہر کی دوسری جانب فضا میں دو ہیلی کاپٹروں کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ جنگی اور کوبرا ہیلی کاپٹرز تھے جن میں نصب سرچ لائٹس روشن تھیں اور انہوں نے عمران اور اس کے ساتھیوں سے تقریباً پچیس تیس گز کے فاصلے سے گزرنا تھا۔ اس طرح ہیلی کاپٹرز کی سرچ لائٹس کے دائرے کی زد سے تو محفوظ رہ سکتے تھے لیکن عمران کو اندیشہ تھا کہ اگر ہیلی کاپٹرز والوں کے پاس اندھیرے میں دیکھنے والی دوربینیں ہوئیں تو وہ ہیلی کاپٹرز والوں کی نگاہوں سے نہیں بچ سکیں گے چنانچہ اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور ان کے ساتھ نہر کی پڑی سے اتر کر نشیب میں واقع درختوں کی آڑ میں پہنچ گیا۔ چند لمحوں بعد دونوں ہیلی کاپٹرز نہر کے اوپر سے گزر کر اس سمت چلے گئے جس طرف تباہ شدہ ہیلی کاپٹر موجود تھا۔ ہیلی کاپٹروں کے گزر جانے کے بعد عمران ممبرز کے ساتھ درختوں کی آڑ سے نکل کر پڑی پر پہنچا اور تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ عمران کو یقین تھا کہ دونوں کوبرا ہیلی کاپٹرز جلنے والے ہیلی کاپٹر میں ان کی لاشیں موجود نہ پا کر انہیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے اور وہ ہیلی کاپٹرز کے واپس آنے سے پہلے ہی اس علاقے سے دور پہنچ جانا چاہتا تھا۔

ہیلی کاپٹرز کا شور دور ہوتا چلا گیا اور چند منٹ بعد وہ نہر پر واقع چھوٹے سے پل کے قریب جا پہنچے۔ انہوں نے پل عبور کیا

اس لئے وہ قدم روکے بغیر آگے بڑھتا رہا۔ سیکرٹ سروس کے ممبرز اس کی پیروی کر رہے تھے اگرچہ جولیا تھکاوٹ محسوس کر رہی تھی لیکن اس نے اپنی رفتار سست نہ پڑنے دی۔ وہ جانتی تھی کہ اس وقت وہ کتنی خطرناک پروجیکشن میں گھرے ہوئے تھے۔

چند لمحوں بعد دونوں ہیلی کاپٹرز دائیں طرف سے فضاء میں نمودار ہوئے اور ان سے تقریباً دو سو قدم دور نہر کے اوپر سے گزرتے دکھائی دیئے لیکن کچھ دور جانے کے بعد ہیلی کاپٹرز مڑ کر ان کی طرف آنے لگے تو عمران نے ان سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور قریب کے کھیت میں داخل ہو گیا جس میں قد آدم اور گھنی فصل اگی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھیوں نے بھی عمران کی تقلید کی اور وہ سب گھنے پودوں میں چھپ کر زمین پر بیٹھ گئے۔ جلد ہی ہیلی کاپٹرز قریب آ پہنچے اور کھیتوں پر سرچ لائٹس کی روشنی ڈالتے گزر گئے۔ ان کے نہر کی دوسری جانب چلے جانے کے بعد عمران اپنے ساتھیوں کو لے کر کھیت سے نکلا اور ایک پگڈنڈی پر چلنے لگا۔ سیکرٹ سروس کے ممبرز کے علاوہ عمران بھی نہیں جانتا تھا کہ اس بھاگ دوڑ میں وہ کس علاقے میں پہنچ چکے ہیں۔ تقریباً نصف گھنٹہ کے سفر کے بعد وہ لوگ ایک گھنے باغ کے پاس جا پہنچے تو عمران رک گیا۔

”تم لوگ چند منٹ بیٹھ کر آرام کرو۔ میں ذرا نقشہ چیک کرتا ہوں کہ ہم اس وقت کہاں ہیں“..... عمران نے ممبرز سے کہا تو وہ

کافرستان کا سب سے بڑا میزائل پراجیکٹ جہاں بیلٹک میزائل تیار کئے جا رہے تھے، کی تباہی پاکیشیا کے میزائل پراجیکٹ کی تباہی سے بڑا نقصان تھا اور کافرستانی حکومت اور خفیہ اداروں کو علم تھا کہ پرتھوی پراجیکٹ کو تباہ کرنے والے پاکیشیائی ایجنٹ تھے، اس لئے عمران کو یقین تھا کہ کافرستان کی تمام فورسز ان کو گرفتار کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گی اور ان کی تلاش میں جلد ہی گرینڈ ریسیرچ آپریشن شروع ہو جائے گا چنانچہ وہ جلد ہی اس علاقے سے دور نکل جانا چاہتا تھا لیکن چند لمحوں بعد اچانک ہی عقب سے ہیلی کاپٹرز کا مخصوص شور ابھرنے لگا۔ یقیناً وہ ہیلی کاپٹرز واپس آ رہے تھے جو چند منٹ قبل تباہ شدہ ہیلی کاپٹر کی طرف گئے تھے۔ ان کی آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ نہر کی طرف ہی اڑے چلے آ رہے تھے لیکن عمران اب مزید وقت ضائع کرنے کے موڈ میں نہیں تھا

بیٹھ گئے۔ عمران نے زمین پر بیٹھ کر جیب سے پنسل نارچ اور نقشہ نکالا اور نارچ کی محدود روشنی میں نقشہ دیکھنے لگا لیکن نقشہ اس نے خود ترتیب دیا تھا اور اس میں صرف پراجیکٹ کی سمت میں واقع مقامات کی نشاندہی ہوتی تھی۔ اس لئے اسے اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ لوگ اس وقت کہاں پر تھے اور دارالحکومت جانے کے لئے انہیں کس سمت میں کتنا فاصلہ طے کرنا پڑے گا۔ تقریباً دس منٹ بعد عمران نے اپنے ساتھیوں کو روانگی کا اشارہ کیا تو ممبرز کھڑے ہو کر عمران کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ آرام کرنے کے بعد وہ پہلے سے زیادہ تیزی سے قدم اٹھا رہے تھے۔ راستے میں کئی چھوٹی چھوٹی دیہی آبادیاں دکھائی دیں لیکن وہ ان سے دور ہو کر سفر کرتے رہے۔ ہیلی کاپٹرز ابھی تک دوبارہ نظر نہیں آئے تھے شاید وہ ہیلی کاپٹرز واپس اپنے ایئر بیس میں چلے گئے تھے یا اس علاقے میں اتر کر ان میں موجود فوجی انہیں تلاش کر رہے تھے۔ مسلسل ڈیڑھ دو گھنٹے سفر جاری رہا اور وہ کھیتوں سے نکل کر ایک سڑک پر جا پہنچے۔ سڑک سنسان تھی اور اس پر نہ تو کوئی گاڑی نظر آ رہی تھی اور نہ کوئی ذی روح۔ عمران اور اس کے ساتھی سڑک کے کنارے کنارے دائیں جانب بڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد انہیں سڑک کے کنارے نصب ایک بورڈ دکھائی دیا جس پر ایک شہر کا نام اور فاصلہ پچاس کلو میٹر لکھا تھا۔ تب عمران سمجھ گیا کہ وہ کافرستان کے دارالحکومت سے تقریباً دو سو کلو میٹر کے فاصلے پر جنوب مغربی سمت میں سفر کر رہے

تھے۔

قریبی شہر پہنچ کر ہی وہ دارالحکومت کی طرف کسی ٹرین یا کوچ کے ذریعے جاسکتے تھے چنانچہ عمران نے اس شہر کی طرف جانے کا فیصلہ کر لیا۔

”ہم یہاں سے شہر جائیں گے۔ پھر وہاں سے آگے سفر کریں گے کسی سواری سے“..... عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔
 ”کیا۔ تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ ہم پچاس کلو میٹر کا طویل سفر کیسے کر سکتے ہیں“..... جولیا نے چونک کر غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”گھبراؤ مت جولیا بیگم تم صرف ساڑھے بارہ کلو میٹر چلو گی۔“
 عمران نے جلدی سے کہا۔

”بکومت۔ چلو آگے بڑھو“..... جولیا نے ڈانٹتے ہوئے عمران کو آگے دھکیلا لیکن عمران آگے بڑھنے کی بجائے سڑک کے کنارے واقع درختوں کی طرف مڑ گیا تو اس کے ساتھی چونکے اور اس کے پیچھے بڑھ گئے۔ درختوں کی آڑ میں آ کر عمران زمین پر بیٹھ گیا اور اس کے اشارے پر اس کے ساتھی بھی بیٹھ گئے۔
 ”عمران صاحب۔ آپ شہر کی طرف جانے کی بجائے یہاں کیوں بیٹھ گئے ہیں“..... صفدر نے پوچھا۔

”مراقبہ کروں گا چند منٹ“..... عمران نے جواب میں کہا۔
 ”تو کیا شہر نہیں جائیں گے“..... بابر نے جلدی سے کہا۔
 ”شہر جانے کے لئے ہی تو مراقبہ کروں گا۔ مراقبے میں ہی شہر

پہنچ جاؤں گا مسٹر گاجر“..... عمران نے کہا تو بابر ہنس پڑا۔

”آپ میرا نام بھول گئے۔ میرا نام گاجر نہیں بابر ہے جناب۔“
بابر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”اگر تم گاجر نہیں ہو تو انتظار کرو۔ یہ پختہ سڑک صرف پیدل چلنے کے لئے نہیں بنائی گئی۔ کوئی نہ کوئی گاڑی ادھر سے گزرے گی تو اس سے لفٹ لے کر شہر پہنچ جائیں گے“..... عمران نے سخت لہجے میں کہا تو صفدر طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ عمران کا مطلب سمجھ گیا تھا اور اتفاق سے انہیں زیادہ طویل انتظار نہ کرنا پڑا۔ تقریباً دس منٹ بعد ہی دور سے کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمکیں جو لمحہ بہ لمحہ قریب آتی چلی گئیں۔ عمران ممبرز کے ساتھ سڑک پر آکھڑا ہوا۔ وہ ہیڈ لائٹس کسی ٹرک کی تھیں۔ ٹرک قریب پہنچا تو عمران نے ہاتھ سے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ چونکہ عمران اور اس کے دوسرے ساتھی فوجی یونیفارم میں تھے، اس لئے ٹرک ڈرائیور نے بریک لگائی اور ٹرک ان کے سامنے آ رکا۔ وہ ایک ٹرانسپورٹ ٹرک تھا جس میں ڈرائیور کے علاوہ صرف ایک ہیلپر سوار تھا۔ ٹرک کے عقبی حصے میں پھلوں سے بھری لکڑی کی پیٹیاں لدی ہوئی تھیں۔

”تم کہاں جا رہے ہو ڈرائیور“..... عمران نے سخت لہجے میں ڈرائیور سے کہا۔

”دارالحکومت جا رہا ہوں جناب۔ فروٹ منڈی میں مال پہنچانا ہے“..... ڈرائیور نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ہم بھی تمہارے ساتھ جائیں گے۔ ادھر گاؤں میں ہماری جیب خراب ہو گئی ہے“..... عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور اپنے ساتھیوں کو ٹرک کے عقبی حصے میں بیٹھنے کی ہدایت کی تو نام ممبرز ٹرک کے عقبی حصے میں سوار ہو گئے۔ عمران ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا اور ڈرائیور نے ٹرک آگے بڑھا دیا۔ عقبی حصے میں صفدر نے بابر کی مدد سے وہاں رکھی فروٹ کی پیٹیاں اٹھا کر دروازے والے حصے کے آگے ایک دوسرے کے اوپر اس طرح رکھیں کہ ایک دیواری بن گئی اور وہ اس کی آڑ میں بیٹھ گئے اب ٹرک کے پیچھے سے وہ کسی کو نظر نہیں آ سکتے تھے۔ طویل سفر کے دوران وہ تینوں سوتے جاگتے رہے اور ٹرک اپنی منزل کی طرف دوڑتا رہا۔ صبح کے وقت ٹرک ایک چھوٹے سے شہر میں داخل ہوا تو وہاں دکانیں دیکھ کر عمران کو کوئی خیال آیا اور اس نے ڈرائیور کو رکنے کی ہدایت کی۔

”چند منٹ انتظار کرو۔ مجھے یہاں سے کچھ خریدنا ہے“۔ عمران نے ڈرائیور سے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ٹرک سے اتر گیا چونکہ عمران فوجی یونیفارم میں میجر نظر آ رہا تھا اس لئے ٹرک ڈرائیور کافی پریشر میں تھا۔ چند منٹ بعد عمران واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں بھرا ہوا ایک شاپنگ بیگ تھا۔ اس بیگ میں چند ریڈی میڈ لباس تھے جو اس نے اپنے ساتھیوں کے لئے خریدے تھے۔ سفر دوبارہ شروع ہو گیا۔ تقریباً گیارہ بجے ٹرک کافرستان کے دارالحکومت کے مضافات

میں پہنچ گیا۔ عمران نے شہر سے دو کلو میٹر باہر ہی ڈرائیور کو رکنے کی ہدایت کی۔

”ہمیں اس آر می کیمپ میں جانا ہے“..... عمران نے بائیں جانب اشارہ کر کے ڈرائیور سے کہا اور ٹرک سے اتر کر عقبی جانب آ گیا اس کے اشارے پر تمام ممبرز بھی آگے رکھی پینیاں ہٹا کر ٹرک سے اترے تو عمران نے ڈرائیور کو جانے کا اشارہ کیا اور ٹرک شہر کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ ٹرک کے جانے کے بعد عمران ممبرز کے ساتھ سڑک کے کنارے واقع گھنے درختوں کے قریب آیا اور بیگ سے سوٹ نکال کر اپنے ساتھیوں کے حوالے کر کے انہیں لباس تبدیل کرنے کی ہدایت کی تو وہ درختوں کے عقب میں گئے اور فوجی وردیاں اتار کر سوٹ پہن لئے۔ عمران نے زنانہ سوٹ نکال کر جولیا کے حوالے کیا اور وہ بھی لباس تبدیل کر کے واپس آ گئی تو عمران نے درختوں کے عقب میں آ کر اپنی وردی سے جان چھڑائی اور ریڈی میڈ سوٹ پہن لیا۔ اس نے تمام فوجی وردیاں اکٹھی کر کے کھیتوں کے قریب ایک گڑھے میں ڈالیں اور لائٹر سے ان میں آگ لگا کر واپس اپنے ساتھیوں کے ساتھ سڑک پر آ گیا۔ تقریباً تین منٹ بعد شہر کی مخالف سمت سے ایک مسافر کوچ آتی دکھائی دی تو عمران نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا اور ممبرز کے ساتھ اس میں سوار ہو گیا۔ کوچ میں زیادہ رش نہ تھا اور آخری نشستیں خالی تھیں۔ وہ نشستوں پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد کوچ شہر میں داخل

ہوئی تو عمران نے ایک چوراہے پر کوچ رکوائی اور وہ سب کوچ سے اتر آئے۔ کوچ آگے بڑھ گئی تو عمران نے ادھر ادھر دیکھا۔ بائیں جانب دو خالی ٹیکسیاں کھڑی تھیں۔ عمران نے صفدر اور جولیا کو ایک ٹیکسی میں تنویر، خاور اور چوہان کو دوسری ٹیکسی میں ایکسٹو کے ایجنٹ ناصر کے ٹھکانے پر پہنچنے کی ہدایت کی تو ممبرز دونوں ٹیکسیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ اب عمران کے ساتھ صرف بابر تھا۔ تقریباً دو منٹ بعد ایک خالی ٹیکسی وہاں پہنچی تو عمران نے اسے روکا اور بابر کے ساتھ اس میں بیٹھ گیا۔ اس نے ڈرائیور کو ایڈریس بتایا تو ڈرائیور نے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ چوک سے ٹیکسی بائیں جانب کی سڑک پر سڑک دوڑنے لگی۔

کیپٹن ریوند لال اپنے فلیٹ سے رام رام ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر کی طرف روانہ ہوا تو تھوڑی دیر بعد راستے میں ایک ہوٹل دیکھ کر اس نے کار ہوٹل کے گیٹ کے باہر فٹ پاتھ کے ساتھ روکی اور انجن بند کر دیا۔ رات بھر وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبرز کی تلاش میں بھٹکنے کے بعد صبح چار بجے اپنے فلیٹ پہنچا تو اسے اس کے چیف کرنل پھوکر داس نے پرتھوی پراجیکٹ کی تباہی کی اندوہناک خبر فون پر دی تھی اور غم و غصے کی شدت سے اسے نیند نہ آسکی تھی صبح چھ بجے اس کی آنکھ لگی تو گیارہ بجے اسے ہیڈ کوارٹر پہنچنا تھا لیکن اس کی بارہ بجے آنکھ کھلی اور وہ ناشتا کئے بغیر ہی لباس تبدیل کر کے فلیٹ سے نکل آیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اسے دن بھر شہر میں پاکیشیائی ایجنٹوں کی تلاش میں خوار ہونا پڑے گا۔ اس نے ناشتا کر لینا بہتر سمجھا اور کار سے اتر کر ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ ہوٹل

میں زیادہ رش نہیں تھا کیونکہ ابھی لنچ ٹائم نہیں ہوا تھا۔ ایک خالی میز پر بیٹھ کر اس نے ویٹر کے آنے پر اسے ناشتے کا آرڈر دیا تو جلد ہی ویٹر نے ناشتا لا کر میز پر سجا دیا۔ کیپٹن ریوند ناشتا کرنے لگا لیکن اس کا ذہن عمران اور اس کے ساتھیوں میں الجھا ہوا تھا جو اپنے مشن میں کامیاب ہو چکے تھے اور وہ اپنے دعوے کے باوجود عمران کو گرفتار کرنے میں بری طرح ناکام رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھی یقیناً شہر پہنچ چکے ہوں گے اور اگر وہ بچ کر کافرستان کی حدود سے نکل گئے تو نہ صرف یہ کافرستان کی ذلت آمیز شکست ہوگی بلکہ خود کشی کے مترادف ہوگی کیونکہ اتنے عظیم قومی نقصان کی ذمہ داری رام رام ایجنسی اور اس پر عائد ہوتی تھی۔ اس کی تمام شہرت اور سابقہ کارنامے مٹی میں مل جاتے اور خود اس کے ساتھی ممبرز بھی اسے شرمندہ کرتے کہ اس نے عمران کو گرفتار کرنے اور ہولناک انداز میں قتل کرنے کے جو وعدے کئے تھے وہ ڈھونگ تھے اور عمران اب بھی دنیا کا ناقابل تسخیر ایجنٹ ہے۔

اسی سوچ فکر میں ناشتا کرنے کی رفتار سست رہی اور پھر جیسے ہی ناشتے سے فارغ ہو کر اس نے ویٹر کو بل لانے کی ہدایت کی ویٹر نے اسے منیجر کا پیغام دے دیا۔

”سر۔ منیجر صاحب نے ابھی کاؤنٹر پر فون کر کے آپ سے بل لینے کا حکم دیا ہے اور وہ اپنے کمرے میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ آپ کو کوئی اہم ترین اطلاع دینا چاہتے ہیں انہوں نے

آپ سے ملاقات کی درخواست کی ہے“..... ویٹر نے مودبانہ لہجے میں کہا تو کیپٹن ریوند بے اختیار چونک پڑا۔ اسے یہ تو معلوم تھا کہ اس ہوٹل کے منیجر کا نام انگن کمار ہے لیکن وہ نہ تو انگن کمار سے کبھی ملا تھا اور نہ ہی اس کی صورت سے آشنا تھا البتہ انگن کمار یقیناً اسے جانتا تھا کیونکہ ہیڈ کوارٹر آتے جاتے وہ اکثر یہاں ناشتا کرنے یا چائے پینے آتا رہتا تھا۔ اس کے علاوہ انگن کمار نے پہلی مرتبہ اس سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی اور وہ اس لئے کہ اس کے پاس کوئی اہم ترین اطلاع تھی۔ کیپٹن ریوند کے ذہن میں فوراً ایک خیال آیا کہ وہ اہم ترین اطلاع پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں تو نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے عمران یا اس کے ساتھیوں نے پراجیکٹ واپسی پر اس ہوٹل میں ناشتا یا قیام کیا ہو اور منیجر کو ان پر شبہ ہو گیا ہو۔

”منیجر کا کمرہ کہاں ہے“..... کیپٹن ریوند نے کرسی سے اٹھتے ہوئے ویٹر سے پوچھا۔

”فرسٹ فلور پر آخری کمرے میں ان کا آفس ہے“..... ویٹر نے جواب دیا تو کیپٹن ریوند لال نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کی موجودگی محسوس کی اور ہال کے اختتام پر واقع سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ سیڑھیاں چڑھ کر وہ فرسٹ فلور پر پہنچا تو راہداری میں کوئی نہ تھا۔ وہ آخری کمرے کی طرف بڑھا اور دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا تو خود کار دروازہ بند ہو گیا۔ سامنے

افس نیبل کے پیچھے گھنی داڑھی مونچھوں والا ادھیڑ عمر شخص بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں پر نظر کا چشمہ تھا اور کمرے میں وہ تنہا ہی تھا۔ یقیناً وہی منیجر انگن کمار تھا اور میز پر اس کے نام کی تختی رکھی تھی۔

”ہیلو کیپٹن صاحب۔ تشریف رکھے“..... منیجر نے کرسی سے کھڑے ہو کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

”تھینک یو مسٹر انگن کمار“..... کیپٹن ریوند نے جواب میں کہا اور اس سے مصافحہ کیا تو منیجر اپنی کرسی سے ایک طرف ہٹ گیا اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ کمرے میں دوسری کرسی موجود نہیں تھی اس لئے کیپٹن ریوند اس کی کرسی پر آ بیٹھا اور میز پر رکھے فون کو دیکھ کر اسے خیال آیا کہ چیف کو اطلاع کر دینی چاہئے تاکہ وہ اس کے انتظار میں پریشان نہ ہو۔ منیجر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

”انگن کمار۔ میں ایک فون کرنے کے بعد آپ سے بات کرتا ہوں“..... کیپٹن ریوند نے منیجر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور فون کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

”شوق سے کیجئے کیپٹن صاحب کیونکہ یہ آپ کی زندگی کی آخری کال ہوگی“..... منیجر نے مسکراتے ہوئے کہا تو کیپٹن ریوند یوں زور سے اچھل پڑا جیسے کرسی کے سپرنگ یکدم باہر نکل آئے ہو۔

”اوہ۔ تم“..... کیپٹن ریوند نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر منیجر کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ہوں کہ تمہاری اترھی کو چتا میں جلتا ہوا بھی دیکھوں“..... عمران نے خود ہی ہاتھ بلند کرتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔

”چتا لیکن تمہیں تو یہاں قبر بھی نصیب نہیں ہوگی علی عمران۔“

کیپٹن ریوند نے انتہائی زہریلے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ نہیں ریوند لال جی۔ ایسا ظلم مت کرنا البتہ تم چتا میں

جلنا پسند نہیں کرتے تو میں تمہاری لاش اس قابل ہی نہیں چھوڑوں گا

کہ اسے چتا میں جلایا جائے“..... عمران نے بوکھلائے ہوئے انداز

میں کہا۔

”شٹ اپ۔ تمہارا آخری وقت آ پہنچا ہے عمران“..... کیپٹن

ریوند نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”اچھا۔ پھر تو مجھے کلمہ شہادت کا ورد شروع کر دینا چاہئے۔

اجازت ہے نا“..... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ البتہ مرنے سے پہلے یہ بتا دو کہ تم فیجبر کب اور کیسے

بن گئے“..... کیپٹن ریوند نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور کرسی سے

اٹھ کھڑا ہوا۔

”فیجبر نے فون کیا تھا کہ میں اس کی سیٹ سنبھال کر اس کے

کمرے میں تم سے ملاقات کروں“..... عمران نے جواب میں کہا۔

”بکواس مت کرو۔ سیدھی طرح جواب دو۔ تمہارے ساتھی

کہاں ہیں“..... کیپٹن ریوند نے غصے سے جڑے بھنجتے ہوئے کہا۔

”صرف جو لیا ہے میری ساتھی اور وہ تمہارے سر پر پہنچ چکی

”لیس کیپٹن۔ نہر کی پٹری پر تم ملاقات کیے بغیر خفا ہو کر چلے

گئے تھے اور میں یہاں سے واپس جانے سے پہلے تم سے آخری

ملاقات کرنا اپنی صحت کے لئے مفید سمجھتا ہوں“..... فیجبر نے اثبات

میں سر ہلاتے ہوئے مسکرا کر کہا اور آنکھوں سے چشمہ اتار کر میز

پر ڈال دیا۔

”تم ٹھیک کہتے ہو مسٹر علی عمران۔ واقعی یہ ہماری آخری ملاقات

ہے“..... کیپٹن ریوند نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا اور یکدم

جیب سے ریوالور نکال کر فیجبر پر تان لیا جو واقعی عمران ہی تھا۔ اس

کے سائیلنسر ڈ ریوالور کو دیکھ کر عمران کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

ہوٹل کے سامنے سے ٹیکسی میں گزرتے ہوئے اسے کیپٹن ریوند کی

کارفٹ پاتھ کے ساتھ کھڑی نظر آئی تھی کیونکہ کار وہی تھی جس میں

گزشتہ رات کیپٹن ریوند فرار ہوا تھا چنانچہ عمران نے ٹیکسی رکوائی اور

بابر کو ٹھکانے پر پہنچنے کی ہدایت کر کے ٹیکسی سے اتر اٹھا۔ وہ ہال

میں داخل ہوا تو حسب توقع کیپٹن ریوند کو ناشتا کرتے دیکھ کر اس

نے ایک ویئر سے فیجبر کا کمرہ پوچھا اور یہاں آ کر اس نے فیجبر

اننگن کمار کو بے ہوش کر کے واش روم میں بند کر دیا تھا پھر اس نے

فیجبر کی آواز میں کاؤنٹر کلرک کو فون کر کے ہدایت دی تھی اور کمرے

میں دیوار پر نصب ٹیلی ویژن پر ہال کا منظر دیکھتا رہا تھا۔ حسب

توقع کیپٹن ریوند اس کا پیغام ملتے ہی اوپر پہنچ گیا تھا۔

”نہیں پیارے۔ صرف ملاقات ہی کافی نہیں ہے۔ میں چاہتا

اور عمران نے میز سے ہی اس پر چھلانگ لگا دی کیپٹن ریوند نے پھرتی سے کروٹ لی اور عمران اس کے پہلو میں فرش پر آگرا۔ کیپٹن ریوند نے فوراً ہی مڑ کر عمران کے پیٹ میں گھونسا جمایا اور عمران کراہتا ہوا کروٹ بدل گیا۔

کیپٹن ریوند تیزی سے اٹھ کر دروازے کی طرف لپکا لیکن عمران اسے کیسے جانے دیتا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے سیدھے ہو کر کیپٹن ریوند پر جست لگائی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا دروازے کے قریب فرش پر جاگرا۔ عمران نے سنبھل کر اس کی گردن دبوچنے کی کوشش کی مگر کیپٹن ریوند نے یکدم عمران کے پیٹ میں زور سے کہنی ماری اور عمران بے اختیار پیچھے ہٹا تو کیپٹن ریوند نے پھرتی سے اٹھتے ہوئے عمران پر حملہ کر دیا۔ اس کے سر کی ٹکڑی عمران کے سینے میں پڑی اور عمران عقب میں میز سے جا ٹکرایا لیکن اس نے یکدم دونوں پاؤں اٹھا کر کیپٹن ریوند کی کمر کے گرد باندھ کر اسے دونوں ٹانگوں کے درمیان جکڑ لیا۔ دوسری ہی لمحے عمران نے زور سے پلٹا کھایا اور کیپٹن ریوند گھوم کر فرش پر آگرا۔ اس کے حلق سے تیز کراہ نکلی تو عمران نے لپک کر اس کے سر کے بال پکڑ لئے اور کھڑے ہوتے ہوئے جھٹکے سے کیپٹن ریوند کو بھی کھڑا کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے کیپٹن ریوند کا ایک بازو ہاتھ کی گرفت میں لے کر موڑا اور اس کی پشت سے لگا دیا۔

”کیپٹن گل قند۔ میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میں تم سے پاکیشیا

ہے“..... عمران نے مسکرا کر کہا تو کیپٹن ریوند نے بے اختیار چہرہ گھما کر اپنے عقب کی طرف دیکھا ہی تھا کہ عمران نے یکدم ایک پاؤں پر اچھلتے ہوئے دوسرے پاؤں سے کیپٹن ریوند کے ریوالور والے ہاتھ پر ٹھوکر جمائی تو اس کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا اور اس کے ساتھ ہی عمران نے ہاتھ گھما کر اس کے جڑے پر مکا مار دیا۔ کیپٹن ریوند کراہتا ہوا میز کے دائیں جانب لڑکھڑاتا ہوا پہنچا مگر اس نے فوراً سنبھل کر اپنی جانب بڑھتے عمران کے سینے میں لات دے ماری تو عمران لڑکھڑاتا ہوا عقب میں دیوار سے جا لگا۔ کیپٹن ریوند نے پھرتی سے اپنے ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی اور فرش سے ریوالور اٹھا کر عمران پر تان لیا۔

”خبردار۔ اب اپنی جگہ سے کوئی حرکت مت کرنا عمران“۔ کیپٹن ریوند نے خونخوار لہجے میں کہا تو عمران اپنی جگہ ساکت ہو گیا کیپٹن ریوند نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال لیا مگر اسی لمحے عمران نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ کیپٹن ریوند نے فوراً ہی ریوالور کا ٹریگر پریس کر دیا لیکن عمران کو پہلے ہی اس کی توقع تھی اس لئے فائر ہوتے ہی اس نے درمیان میں ہی قلابازی کھائی اور گولی اس کے نیچے سے گزر کر عقب میں دیوار سے جا ٹکرائی جبکہ عمران قلابازی کھانے کے بعد سیدھا پیروں کے بل میز پر آکھڑا ہوا۔ ساتھ ہی اس کی ٹھوکر کیپٹن ریوند کے چہرے پر پڑی اور وہ کراہتا ہوا اچھل کر فرش پر جاگرا تو اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا

میں مرنے والوں کا انتقام ضرور لوں گا“..... عمران نے درنگی بھرے لہجے میں کہا۔

”ابھی معلوم ہو جائے گا کہ انتقام کون لیتا ہے“..... کیپٹن ریوند نے غضبناک لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس نے دوسرے ہاتھ سے عمران کی رانوں کے درمیان مکا جما دیا۔ نازک جگہ پر ضرب پڑتے ہی عمران نے درد کی شدت سے کراہتے ہوئے اس کا بازو چھوڑا اور پیچھے ہٹ گیا۔ اسے توقع نہیں تھی کہ کیپٹن ریوند اتنی پھرتی دکھائے گا۔ رانوں کے جوڑ پر پڑنے والی ضرب تو طاقتور بھینسنے کو بھی ڈکرنے پر مجبور کر دیتی ہے، عمران تو پھر انسان تھا۔ جیسے ہی وہ درد کی شدت سے کراہتا ہوا پیچھے ہٹا، کیپٹن ریوند نے یکدم دونوں پیروں پر اچھلتے ہوئے اس کے سینے میں پاؤں مارنے کی کوشش کی لیکن عمران تکلیف کی شدت سے اذیت میں مبتلا ہونے کے باوجود ہوش و حواس میں تھا اس لئے وہ بجلی کی سی تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا اور کیپٹن ریوند وار خالی جانے پر کمر کے بل فرش پر آگرا تو اس کے حلق سے تیز کراہ نکل گئی لیکن وہ تیزی سے کروٹ لے کر کھڑا ہوا تو عمران کو دل ہی دل میں اعتراف کرنا پڑ گیا کہ کیپٹن ریوند عیاری میں نہ سہی لیکن دلیری اور پھرتی میں کسی طرح بھی سنگ ہی اور میجر پرمود سے کم نہیں تھا۔ اگر کیپٹن ریوند پاکیشیا کا دشمن اور مجرم نہ ہوتا تو عمران اس کی ضرور تعریف کرتا لیکن اس وقت کیپٹن ریوند، عمران کو ہلاک کرنے پر کمر بستہ تھا اور رانوں کے

جوڑ میں لگنے والی ضرب نے عمران کو بھی درندہ بننے پر مجبور کر دیا تھا۔

”کیپٹن ریوند۔ ایسی ضرب میں بھی تمہیں لگا سکتا تھا لیکن میں نے دانستہ گریز کیا تھا“..... عمران نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے مرد لہجے میں کہا۔

”اچھا۔ یہ رعایت تم نے کیوں کی“..... کیپٹن ریوند نے اسے گھورتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”اس لئے کہ تم ریوند نہیں گل قد ہو جو نرم اور شیریں ہوتی ہے اور میں ہاتھ گندا نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ گل قد کھانا چاہتا تھا تاکہ گل قد میں موجود وٹامن آر اور ایس ٹی وی ضائع نہ ہوں اور میری صحت بحال رہے“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”یہ تمہاری خوش فہمی ہے عمران۔ مجھے کھانے کے لئے لوہے کے دانت ہونے چاہئیں“..... کیپٹن ریوند نے تسخرانہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ابھی لوہے کے دانت لگوا کر واپس آتا ہوں۔“

عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”مگر پہلے دانت تو مجھ سے نکلوا لو“..... کیپٹن ریوند نے جلدی سے کہا اور فوراً ہی اس نے عمران پر چھلانگ لگا دی لیکن اس کا جملہ سننے ہی عمران اس کے ارادے سے باخبر ہو گیا تھا چنانچہ اس نے یکدم دونوں ہاتھ دراز کر کے کیپٹن ریوند کو ہاتھوں پر روکا اور فوراً ہی ہاتھوں پر بلند کر کے فرش پر پٹخ دیا لیکن کیپٹن ریوند نے فرش پر

مظاہرہ کیا اور پھرتی سے اچھل کر بائیں جانب ہٹ گیا۔ گولی عمران کے عقب میں دیوار سے جا ٹکرائی اور کیپٹن ریوند نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر دوبارہ فائر کر دیا لیکن اس مرتبہ بھی عمران نے خود کو بچایا اور گولی نے دیوار کا پلستر ہی خراب کیا تھا جبکہ عمران ایک طرف کھڑا تھا اور اس کے لبوں پر تاؤ دلانے والی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

”خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے عمران۔ ابھی ریوالور میں تین گولیاں باقی ہیں۔ جن میں سے ایک پر یقیناً تمہاری موت لکھی ہو گی“..... کیپٹن ریوند نے عمران کو گھورتے ہوئے جبرے بھیجتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے میرے بلڈ ہاؤنڈ کتے۔ انہیں بھی آزما لو۔ ایک میرے مقدر کی ہے تو باقی سے ایک اپنے چیف بھوکراس کو مارنے کے بعد ایک اپنی کھوپڑی میں مار لینا کیونکہ میرا تم پر گولی چلانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے کیونکہ اکثر گولیوں کا مریض پر اثر نہیں ہوتا جیسے کہ تمہاری گولیاں بے کار ثابت ہوئی ہیں۔ سچ بتانا تمہارے ریوالور میں اصل گولیاں ہیں یا بچوں کے کھیلنے والی کانچ کی گولیاں کہیں تم بچپن میں ان گولیوں سے گلی میں تو نہیں کھیلا کرتے تھے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا تو اس کے اطمینان اور طنز پر کیپٹن ریوند غصے کی شدت سے پاگل ہو گیا اور اس نے عمران کے خاموش ہوتے ہی اس پر فائر کر دیا لیکن عمران اتنا

گرنے سے پہلے ہی قلابازی کھائی اور فرش پر پیروں کے بل آگرا۔ اس کے ساتھ ہی وہ یوں تیزی سے اچھلا جیسے زمین سے ٹکرا کر فٹ بال اچھلتی ہے۔ اس کے دونوں پاؤں عمران کے سینے میں پڑے اور عمران کراہتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ کیپٹن ریوند فرش پر گرا اور پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا تو عمران نے بجلی کی سی تیزی سے کیپٹن ریوند کے پیٹ میں لات مار دی۔ کیپٹن ریوند کے منہ سے بلبلاہٹ جیسی آواز نکلی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا عقب میں میز سے جا ٹکرایا۔ اس کے سنبھلنے سے پہلے ہی عمران لپک کر اس کے قریب پہنچا اور اس نے کیپٹن ریوند کی ناک پر مکا جمایا تو کیپٹن ریوند نے درد کی شدت سے کراہتے ہوئے اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیا اور اس کی ناک خون اگلنے لگی۔ اس سے پہلے کہ عمران اس پر دوبارہ وار کرتا، کیپٹن ریوند یکدم فرش پر پھسل کر پشت کے بل گرا اور اس نے عمران کی ٹانگ پر کراٹے کا وار کر دیا تو عمران درد کی شدت سے کراہتا ہوا لڑکھڑایا اور کیپٹن ریوند نے پھرتی سے اس کی دوسری ٹانگ پر بھی کھڑی ہتھیلی کی ضرب لگائی تو عمران فرش پر گرنا چلا گیا۔ کیپٹن ریوند نے بجلی کی سی سرعت سے اٹھ کر اپنے ریوالور کی طرف چھلانگ لگائی اور ریوالور اٹھا کر عمران کی طرف مڑا تو عمران کھڑا چکا تھا۔

”سنبھل جاؤ عمران۔ یہ آخری وار تمہیں دوسری دنیا میں پہنچا دے گا“..... کیپٹن ریوند نے خونخوار انداز میں دانت کچکچاتے ہوئے کہا اور فوراً ہی عمران پر فائر کر دیا تو عمران نے سنگ آرٹ کا

بھی بے وقوف نہیں تھا کہ وہ کیپٹن ریوند کو پاگل پن میں مبتلا کرنے کے بعد اس کی طرف سے غافل رہتا چنانچہ اس نے سنگ آرٹ سے کام لیتے ہوئے اپنی جگہ کھڑے کھڑے قلابازی کھائی اور گولی اس کے واپس فرش پر آنے سے پہلے نیچے سے گزر کر دیوار میں جا لگی مگر کیپٹن ریوند نے عمران کے پیر فرش پر تکتے ہی دوبارہ فائر کر دیا عمران کی نگاہیں اس کے ریوالور کے ٹریگر پر ہی تھیں چنانچہ جیسے ہی کیپٹن ریوند نے ٹریگر پر پریس کیا، عمران اچھل کر دائیں جانب ہٹا اور گولی بے کار گئی۔

”او گدھے۔ اب نجات پا جاؤ“..... عمران نے غصے سے طنزیہ لہجے میں کہا تو کیپٹن ریوند نے غضبناک ہو کر سوچے سمجھے بغیر ہی فائر کر دیا اور عمران آخری گولی سے بھی خود کو بچا گیا۔ اسی لمحے کیپٹن ریوند نے خالی ریوالور عمران پر کھینچ مارا اور دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی لیکن عمران جانتا تھا کہ کیپٹن ریوند اس کمرے سے نکل گیا تو دوبارہ ہاتھ نہیں آئے گا اور اس کے مشن کا دوسرا حصہ نامکمل رہ جائے گا۔ یوں بھی اب وہ مزید وقت ضائع کرنے کی بجائے اس ڈرامے کا ڈراپ سین کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اتفاق سے نیچر روم ساؤنڈ پروف تھا اور اس ہنگامہ آرائی کی آواز باہر نہیں گئی تھی ورنہ کوئی نہ کوئی ضرور اندر آنے کی کوشش کرتا چنانچہ کیپٹن ریوند کو بھاگتے دیکھ کر عمران نے یکدم چھلانگ لگائی اور کیپٹن ریوند پر آپڑا۔

کیپٹن ریوند دروازے کے پاس لڑکھڑاتا ہوا گرا اور اس نے کروٹ لی تو عمران نے اس کے سینے پر سوار ہو کر دونوں ہاتھ اس کی گردن پر جما دیئے۔ اس نے کیپٹن ریوند کے گلے پر دباؤ ڈالا تو کیپٹن ریوند کا سانس رکنے لگا۔ اس نے عمران کے ہاتھ اپنی گردن سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن عمران کی گرفت سخت تھی۔

”مم۔ میری۔ بات۔ سنو۔ عمران“..... کیپٹن ریوند کے حلق سے بمشکل انک انک کر آواز نکلی۔

”وقت گزر چکا ہے کیپٹن ریوند۔ اب تو میں سننے کی بجائے خود موت کا راگ سنانے لگا ہوں تمہیں“..... عمران نے انتہائی سفاک لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ میں۔ میں اپنی شکست مانتا ہوں“..... کیپٹن ریوند نے دہشت زدہ لہجے میں کہا۔

”نہیں احمق آدمی۔ معاملہ فتح یا شکست کا نہیں ہے ان بے گناہوں کے خون کا ہے جنہیں تم نے پاکیشیا میں خودکش دھماکا کروا کر زندگی سے محروم کیا تھا اور ہمارے میزائل پراجیکٹ کو بھی تباہ کیا تھا“..... عمران نے غصے سے جبرے بھینچتے ہوئے زہریلے لہجے میں کہا۔

”میں۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں عمران۔ واقعی تم بہادر اور ناقابل شکست انسان ہو۔ مجھے معاف کر دو“..... کیپٹن ریوند نے ماتمی انداز میں کہا۔

کرنے کے لئے سانس روک لیا تھا جس سے عمران جیسا عیار ترین شخص بھی دھوکا کھا گیا تھا۔ یقیناً کیپٹن ریوند جس دم میں ماہر تھا۔ ”کک۔ کیا۔ یہ تمہارا دوسرا جنم ہے کیپٹن“..... عمران نے خوف سے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا۔

”میں مر تو نہیں گیا تھا کہ مجھے دوسرا جنم لینا پڑتا البتہ اب تم مرنے والے ہو دوسرا جنم لینے کے لئے“..... کیپٹن ریوند نے طنزیہ لہجے میں غراتے ہوئے کہا۔

”ٹھٹھ۔ ٹھہرو۔ خنجر چلانے سے پہلے میری آخری خواہش تو پوچھ لو پیارے“..... عمران نے دہشت زدہ لہجے میں کہا۔

”اب جہنم کے فرشتے ہی تم سے تمہاری خواہش پوچھیں گے۔“ کیپٹن ریوند نے عمران کی گردن پر خنجر کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”مم۔ مگر ابھی تو تم میری تعریف کر رہے تھے کہ میں ناقابل شکست ہوں پھر اب کیوں موت کے فرشتے بن گئے ہو“..... عمران نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”اس لئے تم جیسے کتوں کو موت کے گھاٹ اتارنے میں مجھے بہت لطف آتا ہے“..... کیپٹن ریوند نے عمران کی بے بسی محسوس کرتے ہوئے ہنس کر کہا۔

”یہ۔ یہ تو زیادتی ہے۔ تم خود گھاٹ کا لطف لیتے ہو اور مجھے موت کا مزا چکھاتے ہو۔ لگتا ہے تم دھوبی کے ساتھ گھاٹ پر جانے والے کتے کی اولاد نرینہ ہو، اس لئے تمہیں گھاٹ کا لطف یاد

”کیوں۔ کیا تم لوگ کبھی کسی پر رحم کھاتے ہو۔ پاکیشیا میں جا کر دہشت گردی اور خودکش دھماکوں کے لئے عسکریت پسندوں کو اکساتے اور انہیں اسلحہ و بارود فراہم کرتے وقت کبھی تمہیں پاکیشیا کے بے گناہوں پر رحم آیا ہے“..... عمران نے درندوں کی طرح غراتے ہوئے کہا اور اس کی گردن پر دباؤ بڑھا دیا تو دوسرے ہی لمحے کیپٹن ریوند کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ اس کی سانس رک گئی اور وہ ساکت ہوتا چلا گیا۔ اس کے لاش میں تبدیلی ہونے پر عمران نے اس کی گردن چھوڑی اور اس کے سینے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن یہ اس کی غلطی تھی کہ اس نے کیپٹن ریوند کی موت کی تصدیق کئے بغیر اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا چنانچہ جوں ہی وہ دروازے کی طرف مڑنے لگا، کیپٹن ریوند نے یکدم اٹھتے ہوئے عمران کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر جھٹکے سے کھینچ لیں۔ عمران بے توازن ہو کر کمر کے بل فرش پر گرا اور کیپٹن ریوند پھرتی سے عمران کے سینے پر سوار ہو گیا۔ پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی حرکت کرتا، اس نے اپنے کوٹ کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک تیر دھار خنجر نکالا اور خنجر کی نوک عمران کی شہ رگ پر رکھ دی۔

”اب آرام سے پڑے رہنا علی عمران ورنہ شہ رگ میں خنجر اتار دوں گا“..... کیپٹن ریوند نے غضبناک لہجے میں دھمکی دیتے ہوئے کہا تو عمران نے کوئی حرکت نہ کی۔ واقعی کیپٹن ریوند نے اپنی جان بچانے کے لئے بڑی عیاری سے کام لیا تھا اور خود کو بے جان ظاہر

”میں۔ میں اب تمہارا غلام بننا چاہتا ہوں عمران۔ مجھے معاف کر دو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ بھگوان کی قسم ہے مجھے۔“ کیپٹن ریوند گھگھایا۔

”خبردار۔ بھگوان کی قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں مسلمان ہوں اور مسلمان کبھی دوسری مرتبہ دھوکا نہیں کھاتا۔“ عمران نے غضبناک ہو کر کہا اور ساتھ ہی اس نے خنجر کیپٹن ریوند کی شہ رگ میں اتار دیا۔ ایک ہی وار میں اس کی گردن کاٹ کر عمران فوراً اس سے دور جا کھڑا ہوا اور کیپٹن ریوند کی موت کا منظر دیکھنے لگا۔

کیپٹن ریوند کے گلے سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا اور ماہی بے آب کی طرح اس کا جسم فرش سے اچھل اچھل کر گر رہا تھا۔ عمران کی بھرپور درندگی سے چلتی آنکھیں کیپٹن ریوند کے جسم پر مرکوز تھیں اور وہ بے حد اطمینان سے اس کے تڑپنے کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد کیپٹن ریوند کے جسم کو آخری جھٹکا لگا اور اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے بے حس و حرکت ہوتا چلا گیا۔ عمران نے گہرا سانس لے کر اپنے لباس پر نظر ڈالی تو اسے اطمینان ہوا کہ کیپٹن ریوند کے خون کے چھینٹوں سے اس کا لباس محفوظ رہا تھا۔ اس نے جیب سے چیونگم کا پیس نکال کر منہ میں رکھا اور اسکرین پر ہوٹل کے ہال کا جائزہ لیا تو وہاں معمول کے مطابق سب کچھ چل رہا تھا چنانچہ عمران نے دروازے کھولا اور بیڑھیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

”ہے۔“ عمران نے احتجاج کرنے کے انداز میں خوف سے گھگھایا ہوئے لہجے میں کہا۔

”بکواس بند کرو خنزیر کے بچے..... کیپٹن ریوند نے غصے کی شدت سے یکدم دھاڑتے ہوئے کہا تو گالی سن کر عمران پر دیوانگی اور وحشت طاری ہو گئی اور اس نے خنجر کی پروا نہ کرتے ہوئے یکدم دھنسنے ہاتھ کا زور دار مکا کیپٹن ریوند کے پہلو میں جما دیا۔ کیپٹن ریوند نے فوراً ہی سنبھل کر عمران پر خنجر سے حملہ کر دیا۔ عمران نے تیزی سے کلائی آگے کر کے اس کا وار اپنی کلائی پر روکا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے منہ پر گھونسا مارا تو کیپٹن ریوند کے دو تین دانت ٹوٹ کر حلق میں جا گرے اور اس کے ہاتھ سے خنجر گر گیا۔ وہ ایک ہاتھ منہ پر رکھے بائیں جانب فرش پر لڑھک گیا تو عمران نے پھرتی سے اس کا خنجر اٹھایا اور ہاتھ بڑھا کر خنجر اس کی گردن پر رکھ دیا۔

”اب بولو۔ کیا اب بھی تم یہ حافی کی درخواست کرو گے۔“ عمران نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”مم۔ مجھے۔ معاف کر دو۔“ عمران..... کیپٹن ریوند نے دہشت زدہ لہجے میں کہا۔

”نہیں۔ تم موت کے فرشتے ہو اور تمہیں لطف چاہئے چنانچہ میں تمہیں معافی کی بجائے لطف ہی دوں گا۔“ عمران نے بے رحمی سے ہنس کر کہا۔

بائیں جانب مڑی ہی تھی کہ صفدر چونک پڑا۔ کچھ فاصلے پر پولیس کی ایک پٹرولنگ کار کھڑی تھی اور چند پولیس والے سڑک کے وسط میں کھڑے تھے۔ یقیناً پولیس نے وہاں چیکنگ کے لئے ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ اس سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ اسی لمحے عقب سے ایک کار انہیں اوور ٹیک کر کے آگے بڑھی لیکن پولیس والوں کے پاس پہنچ کر رک گئی تو صفدر اور جولیا مضطرب ہو گئے کیونکہ ایک پولیس اہلکار نے خصوصی قسم کی کیمرا نما مشین سی اٹھا رکھی تھی اور صفدر کے خیال میں وہ میک اپ چیک کرنے والا لینز ہی ہو سکتا تھا۔

”جلدی روکو ڈرائیور۔ بریک لگاؤ“..... صفدر نے یکدم غرا کر ڈرائیور سے کہا تو ڈرائیور نے بوکھلا کر فوراً ہی بریک لگا دی اور ٹیکسی رک گئی۔ پولیس والے کار کی تلاشی لے رہے تھے ایک آدمی ڈرائیور کے کاغذات چیک کر رہا تھا جبکہ کیمرے والا شخص کار کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”واپس چلو۔ اس طرف وقت ضائع ہو گا“..... صفدر نے ڈرائیور سے کہا ہی تھا کہ عقب سے سائرن کی آواز سنائی دی تو صفدر نے چہرہ موڑ کر پیچھے دیکھا۔ چوراہے کے بائیں طرف سے ایک پولیس موبائل کار سائرن بجاتی ان کی طرف مڑ رہی تھی۔ جولیا اور صفدر پریشان ہو کر رک گئے۔ ظاہر ہے پولیس موبائل کار انہیں پولیس ناکے پر جانے کی بجائے واپس مڑنے پر روکنے کی کوشش

ٹیکسی تیزی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ عقبی نشست پر صفدر کے ساتھ بیٹھی جولیا باہر دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ عمران ان کے ساتھ کیوں نہیں آیا جبکہ ٹیکسی میں چار افراد بآسانی بیٹھ سکتے تھے اور عمران اور باہر بھی ان کے ساتھ آ سکتے تھے۔ خاور اور تنویر کی ٹیکسی انہیں اوور ٹیک کر کے آگے جا چکی تھی۔ یہ عمران کی ہی ہدایت تھی کہ وہ لوگ ناصر کی کوشی پر ایک ساتھ جانے کی بجائے تین چار منٹ کے وقفے سے وہاں پہنچیں تاکہ راستے میں کوئی گڑبڑ ہو تو وہ سب خطرے میں نہ پڑ جائیں۔ اس لئے صفدر نے اپنی ٹیکسی کے ڈرائیور کو زیادہ تیز رفتاری سے منع کر دیا تھا۔ جلد ہی ان کے ساتھیوں کی ٹیکسی ٹریفک کے رش میں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ چند منٹ بعد جولیا اور صفدر کی ٹیکسی چاندنی چوک سے ایک دوسری سڑک پر مڑ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی اگلے چوراہے سے

کرتی مگر صفدر کیس کے اختتام پر کسی مصیبت میں نہیں پھنسنا چاہتا تھا۔ خصوصی کیمرے سے ان کے میک اپ کی نشاندہی ہوتے ہی انہیں گرفتار کر لیا جاتا چنانچہ اس نے ایک لمحہ کے ہزارویں حصے میں ایک خطرناک فیصلہ کرتے ہوئے اپنی پنڈلی سے بندھا راکٹ پٹل نکالا اور کھڑکی سے ہاتھ باہر نکال کر عقب میں آنے والی پولیس کار پر فائر کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک خوفناک دھماکے سے اس کار کے پرچے اڑ گئے اور ڈرائیور نے بوکھلا کر صفدر کی طرف دیکھا تو جولیا نے پھرتی سے اپنا ریوالور نکال کر ڈرائیور کی گردن سے لگا دیا۔ صفدر نے فوراً اپنا ریوالور نکالا اور ڈرائیور کے سر پر ریوالور کے دستہ سے ضرب لگائی تو وہ کراہتا ہوا اپنی سیٹ سے نیچے جھک گیا صفدر نے اٹھ کر ڈرائیور کو کندھوں سے پکڑ کر فرنٹ سیٹ پر ڈالا اور اس کی سیٹ پر بیٹھ کر اسٹیرنگ سنبھال لیا۔

دھماکے کا حسب توقع رد عمل ظاہر ہوا اور ناکے پر کھڑی پولیس کار یوٹرن لے کر ان کی طرف مڑی تو سڑک پر موجود پولیس والے تیزی سے کار میں سوار ہوتے دکھائی دیئے۔ صفدر نے جلدی سے گیر بدلایا اور تیزی سے ٹیکسی آگے بڑھائی تو پولیس کار کا ہوڑ شور مچانے لگا۔ وہ تیزی سے ان کی ٹیکسی کی طرف آ رہی تھی۔ صفدر نے جیب سے راکٹ پٹل نکالا اور کھڑکی سے ہاتھ باہر کر کے اس کار پر راکٹ فائر کر دیا تو اس کار کے بھی پرچے اڑ گئے اور صفدر کے لبوں پر زہریلی سی مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ تباہ ہونے والی

پولیس کار کے پہلو سے ٹیکسی نکال کر تیز رفتاری سے دوڑانے لگا لیکن اسی لمحے پھر پولیس گاڑیوں کے سائرن گونجنے لگے۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے شہر کی ساری پولیس گاڑیاں دھماکوں کی طرف بھاگی چلی آ رہی ہوں۔ صفدر کسی گلی کی تلاش میں دائیں بائیں دیکھتا ٹیکسی دوڑا رہا تھا لیکن دونوں جانب کوئی گلی نظر نہ آئی۔ چند لمحوں بعد وہ اگلے چوک کے قریب پہنچنے والے تھے لیکن اسی لمحے چوک کے دائیں بائیں سے پولیس کی دو گاڑیاں سائرن بجاتی نمودار ہوئیں اور ان کی طرف مڑتے ہی سڑک کے وسط میں پہلو بہ پہلو رکتی چلی گئیں۔ اس طرح سڑک بلاک ہو گئی اور ٹیکسی کے گزرنے کی جگہ باقی نہ رہی۔ دونوں کاروں کے رکتے ہی ان میں سے درجن بھر مسلح سپاہی اترے اور وہ ٹیکسی کی طرف دیکھتے ہوئے اسے رکنے کا اشارہ کرنے لگے۔ ان کے ہاتھوں میں آٹو میٹک رائفلیں اور مشین پٹل نظر آ رہے تھے اور صفدر جانتا تھا کہ اس کے ٹیکسی نہ روکنے کی صورت میں پولیس والے ان پر فائر کھول دیں گے چنانچہ صفدر نے جلدی سے اپنا راکٹ پٹل نکالا لیکن پٹل کا وزن محسوس کر کے بوکھلا گیا۔ راکٹ پٹل خالی تھا۔ گزشتہ رات کی مہم میں راکٹ پٹل کے کئی بار استعمال کے بعد صفدر کو اس میں دوبارہ راکٹ لوڈ کرنا یاد نہ رہا تھا۔ اگرچہ اس کے پاس فاضل راکٹ تھے لیکن پٹل میں انہیں لوڈ کرنے کا وقت نہ رہا تھا کیونکہ اسی لمحے عقب سے بھی پولیس کی ایک کار آتی دکھائی دی تھی۔

صفر نے فوری طور اس پوئیشن سے نمٹنے کے لئے ایک خطرناک فیصلہ کیا اور جولیا کو الارٹ ہونے کا اشارہ کر کے راکٹ پسٹل واپس جیب میں رکھ لیا۔ حقیقت میں وہ دونوں موت کے گھرے میں آچکے تھے۔ سڑک کے اطراف میں کوئی گلی بھی نہیں تھی کہ وہ اس میں مڑ جاتے۔ پولیس کی ایک گاڑی ان کے پیچھے بھاگی چلی آ رہی تھی اور دو گاڑیوں نے راستہ روک رکھا تھا۔ یہ اتنی خطرناک پوئیشن تھی کہ جولیا کو بھی پسینہ آ گیا لیکن صفر اتنا کم ہمت نہیں تھا کہ خود کو بے بس دیکھ کر حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا۔ آج سے پہلے بھی گزشتہ کئی مشنز کے دوران کئی مرتبہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ خطرناک پوئیشنز سے اس کا سابقہ پڑ چکا تھا اور اس نے اپنی ہمت، صلاحیت اور ذہانت سے حالات کو شکست دی تھی اور اس مرتبہ تو اسے جولیا کی حفاظت کی ذمہ داری بھی نبھانا تھی چنانچہ اس نے موت کے منہ سے نکلنے کی ایک خطرناک ترکیب سوچ کر اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اگرچہ اس ترکیب سے جان بچنے کا ایک فیصد بھی چانس نہ تھا لیکن اس جان لیوا ترکیب کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ اس نے جلدی جلدی عقب میں بیٹھی جولیا کو اپنے فیصلے سے مطلع کیا تو صفر کا پلان سن کر جولیا دہشت زدہ ہو گئی اور اسے اپنے کانوں میں موت کی سرگوشیاں سنائی دینے لگیں۔

صفر نے یکدم ٹیکسی کی رفتار میں اضافہ کر دیا اور جولیا جم کر

بیٹھ گئی۔ ٹیکسی کی رفتار سو سے تجاوز کر چکی تھی۔ اس رفتار پر گاڑی چلانا خود کو موت کے منہ میں ڈالنے کے مترادف تھا لیکن جولیا کو اندازہ ہو چکا تھا کہ اگلا مرحلہ اس سے بھی زیادہ ہولناک اور جان لیوا ثابت ہونے والا تھا۔ ٹیکسی کی رفتار کے ساتھ ساتھ جولیا کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں اور وہ سوچ رہی تھی کہ کیا صفر اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائے گا یا ایک اذیت ناک موت ان کا مقدر بن جائے گی۔ ان کے پیچھے آنے والی پولیس کار کی رفتار میں بھی اضافہ ہو چکا تھا اور راستہ روکنے والی پولیس کاروں کے آگے کھڑے پولیس والے بوکھلا کر سڑک سے دائیں بائیں ہٹ گئے تھے۔ شاید وہ سمجھ رہے تھے کہ ٹیکسی ڈرائیور دیوانہ ہو چکا ہے اور وہ مرنے کے لئے ان کی کاروں سے ٹیکسی ٹکرانے کا فیصلہ کر چکا ہے اور شاید اسی لئے ان میں سے کسی نے ٹیکسی کو روکنے کے لئے فائرنگ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی بلکہ وہ ٹیکسی کے انجام کے منتظر تھے جو خطرناک حد تک تیزی سے ان کی طرف دوڑ رہی تھی۔

راستہ روکنے والی پولیس کاروں سے ٹیکسی کا فاصلہ تیزی سے کم ہوتا چلا جا رہا تھا۔ صفر نے جبڑے بھیجنے کے لئے اور اسٹیرنگ پر اس کے ہاتھوں کی گرفت سخت ہوتی چلی گئی اور جلد ہی وہ پولیس کاروں کے قریب پہنچ گیا۔ ٹیکسی اور ان کاروں کا درمیانی فاصلہ تقریباً پندرہ بیس قدم رہ گیا تھا اور یہی وہ لمحہ تھا جو صفر اور جولیا کے لئے زندگی

صفر۔ میں نے آج تک کار جمپنگ کے کئی مظاہرے دیکھے ہیں اور ان کے لئے باقاعدہ بلند اسٹیج بنایا جاتا ہے لیکن تم نے تو اسٹیج کے بغیر ہی اتنا طویل جمپ لے ڈالا۔ مجھے کبھی خیال ہی نہیں آیا کہ تم اس فن میں بھی اتنے زیادہ ماہر ہو سکتے ہو..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا تو صفر ہنس پڑا۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے مس جولیا۔ میں نہ تو ماہر ہوں اور نہ کبھی کار جمپنگ یا رینگ کرتا رہا ہوں۔ اصل میں بعض اوقات حالات یا مجبوری آدمی کو ایسے کام کرنے پر مجبور کر دیتی ہے جس کا اس نے اپنی زندگی میں کبھی تصور تک نہیں کیا ہوتا۔ ہم عمران صاحب کی ہدایت کے مطابق اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچتے اور پولیس کے ہتھے چڑھ جاتے تو عمران صاحب کو ہماری تلاش اور آزادی کے لئے کافی کوشش کرنا پڑتی“..... صفر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”یہ لو۔ دونوں پولیس گاڑیاں ہمارے تعاقب میں آرہی ہیں۔“ جولیا نے اپنا راکٹ ہسٹل صفر کی طرف بڑھاتے ہوئے پیچھے دیکھ کر کہا۔

”بے فکر رہیں۔ انہیں فنا ہونے کا شوق ہمارے پیچھے لا رہا ہے۔“ صفر نے راکٹ ہسٹل لیتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔

”ہسٹل میں دو راکٹ ہیں۔ ہمیں اب اس ٹیکسی کو چھوڑ دینا چاہئے“..... جولیا نے کہا۔

یا موت کا فیصلہ کرنے والا تھا۔ صفر نے یکدم ٹاپ گیر لگاتے ہوئے کلچ پیڈل سے پیر ہٹایا تو ٹیکسی جھٹکے سے اچھلی اور صفر نے یکدم ایکسیلیٹر کو پوری قوت سے پریس کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے دیکھنے والوں کی نگاہیں حیرت و خوف کی شدت سے پھیل گئیں اور ان کی رگوں میں خون کی گردش رکتی چلی گئی کیونکہ ٹیکسی یکدم سڑک سے بلند ہوتی چلی گئی تھی اور کسی ہوائی جہاز کی طرف فضا میں تیرتی ہوئی پولیس کاروں سے تقریباً دو فٹ کی بلندی سے گزرتے ہوئے کاروں کے عقب میں بیس پیچس گز دور سڑک پر گر کر دوڑتی چلی گئی تھی۔

سڑک پر گرنے سے ٹیکسی کو زور دار جھٹکا لگا اور اگر جولیا پہلے سے الرٹ نہ ہوتی تو اچھل کر ٹیکسی کی چھت سے جا ٹکراتی اور زخمی ہو جاتی صفر نے سڑک پر آتے ہی رفتار کچھ کم کر دی اور عقب نما آئینے میں دیکھا تو پولیس اہلکار تیزی سے اپنی کاروں میں بیٹھ رہے تھے۔ اسی لمحے ان کا تعاقب کرنے والی پولیس کار سڑک پر کھڑی کاروں سے بچنے کی کوشش میں یکدم بائیں جانب مڑی اور الٹ گئی۔

”خدا کی پناہ“..... جولیا کے منہ سے بے اختیار آواز نکلی۔

”کیا ہوا مس جولیا“..... صفر نے سامنے لگے آئینے میں جولیا کو دیکھ کر پوچھا۔

”تم نے تو آج کار جمپنگ کا نیا عالمی ریکارڈ قائم کر دیا ہے

”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں لیکن پہلے تعاقب میں آنے والوں سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے“..... صفدر نے بیک ویو مرر میں پیچھے کا منظر دیکھتے ہوئے کہا اور ٹیکسی کی رفتار مزید کم کر دی تو عقب میں آنے والی پولیس کاریں تیری سے قریب آتی چلی گئیں۔ چند لمحوں بعد جیسے ہی وہ کاریں مخصوص فاصلے پر پہنچیں صفدر نے راکٹ پٹل والا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکالا اور عقب میں آنے والی پولیس کاروں کی طرف فائر کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک خوفناک دھماکے سے اگلی کار تباہ ہو گئی اور اس کے پیچھے آنے والی کار تباہ ہونے والی کار سے ٹکرا کر الٹ گئی۔ اسی لمحے صفدر نے بائیں جانب واقع ایک گلی دیکھی اور جلدی سے کار اس طرف موڑ دی۔ گلی میں داخل ہوتے ہی اس نے ٹیکسی روکی اور انجن بند کر دیا۔ اس کے ساتھ جولیا بھی ٹیکسی سے اتری اور دونوں گلی میں تیزی سے بڑھنے لگے۔ گلی سے نکل کر وہ ایک سڑک پر پہنچے اور سڑک عبور کر کے دوسری طرف ایک گلی میں داخل ہو گئے۔ کچھ دور جا کر گلی دائیں جانب مڑ گئی۔ اس گلی سے وہ دوسری گلی میں داخل ہوئے تو گلی کے اختتام پر سڑک تھی لیکن سڑک پر جانے کی بجائے صفدر اور جولیا سڑک کی مخالف سمت میں مڑ گئے۔ اس گلی میں سفر کرتے ہوئے وہ ایک سڑک پر پہنچے تو سڑک کی دوسری طرف وہی کالونی تھی جس میں ناصر کی کوٹھی تھی۔ وہ سڑک پار کر کے کالونی میں داخل ہوئے اور چند لمحوں بعد اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے۔ گیٹ بند

تھا۔ صفدر نے کال نیل کا بٹن پریس کیا تو فوراً ہی ناصر کے ملازم نے گیٹ کھولا اور ان دونوں کو دیکھ کر ایک طرف ہٹ گیا تو صفدر اور جولیا اندر آ گئے۔ یقیناً تنویر، خاور اور چوہان وہاں پہنچ چکے تھے اور انہوں نے ملازم کو ان دونوں کے آنے کے بارے میں بتا دیا۔ ورنہ ان دونوں کی بدلی ہوئی شکلیں دیکھ کر ملازم ضرور چونک پڑتا۔ صفدر اور جولیا ڈرائنگ روم میں پہنچے تو وہاں ان کے ساتھی موجود تھے۔ البتہ عمران غائب تھا۔ وہ دونوں صوفوں پر بیٹھ گئے۔

”کیا عمران صاحب نہیں آئے“..... صفدر نے چوہان سے پوچھا۔

”نہیں۔ مگر تم کہاں رہ گئے تھے۔ ہم تم دونوں کے بارے میں پریشان ہو رہے تھے“..... چوہان نے مسکرا کر کہا تو صفدر انہیں راستے میں پیش آنے والے واقعہ کے بارے میں بتانے لگا۔

ڈرائنگ روم میں پہنچا تو سیکرٹ سروس کے ممبرز چائے پی رہے تھے۔ عمران نے سلام کا نعرہ بلند کیا تو جواب میں جولیا کے سوا سب نے ولیکم اسلام کہا۔

”تم کہاں رہ گئے تھے“..... جولیا نے پوچھا۔

”یہی تو میں تم سے پوچھنے والا تھا کہ کہاں رہ گئی میری شاخ جان جاناں“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا اور صفدر کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔

”عمران صاحب۔ آپ نے مصرع غلط بولا ہے۔ شاخ جان جاناں نہیں، شاخ آشیانہ کہیں“..... خاور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ ہمارا آشیانہ نہیں ہے۔ پھر کیوں کہوں“..... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ کے لباس کو کیا ہوا۔ نیا سوٹ بری طرح ملا ہوا ہے۔ لگتا ہے کسی سے لڑتے رہے ہیں آپ“۔ صفدر نے کہا۔

”تمہارا اندازہ درست ہے پیارے۔ میں اصل میں مشن مکمل کرنے کے چکر میں پڑ گیا تھا“..... عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”اوہ۔ کون سا اصل مشن۔ تم نے تو کہا تھا کہ مشن مکمل ہو چکا ہے“..... جولیا نے چوتکتے ہوئے کہا۔

”نہیں وہ مشن کا پہلا پارٹ تھا اور دوسرا پارٹ کیپٹن ریوند لال ابھی باقی تھا۔ اس سے پاکیشیا کے بے گناہ شہیدوں کا حساب

عمران نے نیکی کالونی سے باہر ہی چھوڑی اور کالونی کی مخالف سمت میں بڑھنے لگا۔ نیکی یوٹرن لے کر واپس جا رہی تھی جیسے ہی نیکی قریبی چوراہے سے بائیں جانب مڑ کر اوجھل ہوئی، عمران بھی مڑا اور کالونی میں داخل ہو گیا۔ دو منٹ بعد وہ ناصر کی کوٹھی پہنچ گیا۔ ناصر کے ملازم نے گیٹ کھول کر اسے غور سے دیکھا۔

”یوں غیروں کی طرح تو نہ دیکھو پیارے بزرگو“..... عمران نے مسکراتے ہوئے مخصوص لہجے میں کہا تو ملازم اسے آواز سے پہچان کر مسکراتا ہوا ایک طرف ہٹ گیا۔

”باقی لوگ کہاں ہیں“..... عمران نے گیٹ سے اندر آ کر

پوچھا۔

”ڈرائنگ روم میں چائے پی رہے ہیں“..... ملازم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران مطمئن ہو کر برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ

کھا لیں گے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو ملازم ہنس کر کمرے سے نکل گیا۔

”تم لوگوں کو یہاں پہنچنے میں کوئی دشواری تو نہیں ہوئی۔ میں نے اس طرف آتے ہوئے راستے میں پولیس گاڑیوں کے سارن سنے تھے“..... عمران نے ملازم کے جانے کے بعد چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا۔

”یقیناً پولیس صفدر کو تلاش کر رہی ہوگی“..... تنویر نے جلدی سے کہا تو عمران چونک پڑا۔

”اوہ۔ کیا تم پولیس والوں کی بکری چوری کر کے بھاگے تھے۔“

عمران نے صفدر کی طرف دیکھ کر کہا۔

”نہیں۔ اس نے پولیس نا کے پر چیکنگ سے بچنے کے لئے پولیس کی ایک گاڑی تباہ کی تھی اور اس کے بعد پولیس نے ہمیں گھیرنے کی کوشش کی تو صفدر نے ان کے گھیرے سے نکلنے کے لئے اپنے ساتھ میری جان بھی خطرے میں ڈالتے ہوئے پولیس کی تین اور گاڑیاں تباہ کر دیں“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور تفصیل سے صفدر کے کار جمپنگ کے بارے میں بتایا تو عمران تعریفی نگاہوں سے صفدر کی طرف دیکھنے لگا۔

”تم نے تو کمال کر دیا صفدر۔ مجھے لگتا ہے کہ یا تم ایکسٹو ہو یا پھر تمہارے بدن میں ایکسٹو کی روح حلول کر گئی ہے“..... عمران نے مسکرا کر کہا۔

کتاب لینے کے لئے میں نے سوچا تھا کہ تمہارے ساتھ رام رام ایجنسی کے ہیڈ کوارٹر جاؤں گا لیکن اتفاق سے راستے میں ہی اس کی کار نظر آ گئی تھی اور میں نے وقت بچانے کے لئے اس سے فوراً ملاقات کر ڈالی“..... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور مختصراً پورا واقعہ سنا دیا تو ممبرز حیران رہ گئے۔

”تو آپ نے اسے خنجر سے ذبح کر ڈالا“..... چوہان نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

”کیا تم مجھے کتے مار سمجھ رہے ہو“..... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”نہیں جناب۔ میں آپ کو ایسا نہیں سمجھتا۔ کیا آپ کے پاس ریوالور نہیں تھا“..... چوہان نے ہنس کر کہا۔

”تھا لیکن گولی سے تو وہ فوراً دم توڑ دیتا جبکہ میں نے اسے تڑپا کر مارنے کا عزم کر رکھا تھا۔ میرے انتقام کی آگ اس کے تڑپتے جسم کو دیکھے بغیر سرد نہیں ہو سکتی تھی“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور اسی لمحے ملازم عمران کے لئے چائے لے آیا۔ اس نے چائے کا کپ عمران کے آگے میز پر رکھا تو عمران نے شکریہ کہا۔

”جناب۔ کھانا تیار ہے۔ آپ لوگ کس وقت کھائیں گے۔“

ملازم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”فی الحال چائے سے تو پیٹ میں بھریوں۔ تھوڑی دیر بعد کھانا

”نہیں جناب۔ میں تو آپ کا شاگرد ہوں اور یہ صرف آپ کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ میں نے ایسی خطرناک کوشش کر ڈالی تھی کیونکہ مجھے خود سے زیادہ مس جولیا کی جان بچانے کی فکر تھی“..... صفدر نے جواب میں کہا۔

”ویری گڈ۔ تم جولیا کا اس قدر خیال رکھتے ہو۔ یقیناً جولیا اس کے بچے تمہیں دعائیں دیں گے اگر وہ پیدا ہو گئے تو“۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا تو تمام ممبرز بے اختیار مسکرانے لگے اور جولیا عمران کو غصے سے گھورنے لگی۔

”عمران صاحب۔ واپسی کا کیا پروگرام ہے“..... خاور نے پوچھا۔

”فی الحال تو کوئی پروگرام نہیں ہے البتہ جولیا مان گئی تو تمہیں اپنا شہ بالا بنانے کا پروگرام بنالوں گا“..... عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو خاور بے اختیار ہنسنے لگا۔

”میں یہاں سے جانے کا پوچھ رہا ہوں“..... خاور نے کہا۔

”چھوڑو پیارے۔ آئے ہو ابھی بیٹھو تو سہی جانے کی باتیں جانے دو۔ میرا مطلب ہے ہمیں یہاں آئے ابھی ایک دن ہی گزرا ہے اور دوسرا گزر رہا ہے جبکہ ہم کافرستان والوں کے مہمان ہیں اور مہمان کو کم از کم تین دن تک میزبانی کا لطف اٹھانا چاہئے۔“ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

”تین دن۔ اور اگر اس دوران کسی مصیبت میں پھنس گئے تو

پھر“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تو چند دن اور مہمان رہیں گے۔ میرا اصول ہے کہ اگر کوئی مجھے اپنے پاس آنے کی دعوت دے تو میں اس سے پورا ٹی اے ڈی اے وصول کئے بغیر واپس نہیں جایا کرتا اور آنے جانے کے اخراجات پورے وصول کرتا ہوں۔ کیا خیال ہے صفدر“..... عمران نے کہا اور صفدر کی طرف رائے طلب انداز میں دیکھا۔

”میرا خیال ہے کہ آپ ڈبل وصول کر چکے ہیں۔ ہمارا صرف ایک پراجیکٹ تباہ کیا گیا تھا اور ہم نے ان کے میزائل پراجیکٹ کے علاوہ آئل ریفائزری بھی تباہ کر دی۔ اس کے علاوہ کافرستان آرمی کے ہیلی کاپٹرز، فوجی گاڑیاں اور پولیس کاریں الگ ہیں۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”الگ نہیں۔ وہ ہمارا منافع تھا۔ آخر سود بھی تو وصول کرنا تھا۔“ عمران نے شوخ لہجے میں کہا تو تمام ممبرز مسکرانے لگے۔

”سود تو حرام ہے ہمارے مذہب میں“..... چوہان نے جلدی سے کہا۔

”پہلے ہم کون سا حلال کھاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں تو بینکوں کے علاوہ حکمران بھی سود کھا رہے ہیں اور تمام دولت مند بھی کرپشن کر کے حرام خوری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ لوگوں کا حق کھاتے ہیں تو وہ بھی حرام اور ذخیرہ اندوزی و ناجائز منافع خوری بھی حرام ہے۔ اقربا پروری اور رشوت بھی حرام ہے“..... عمران نے سنجیدہ

لہجے میں مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

”بس کریں جناب۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے“..... صفدر نے

گھبرا کر کہا۔

”تو حلال کھاؤ۔ حرام کھانے والوں کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔“

عمران نے مسکرا کر کہا۔

”صفدر۔ تم ملازم سے کہو کہ کھانا لگائے۔ اس کی باتوں کا چرخا

تو کبھی نہیں رکے گا“..... جولیا نے منہ بنا کر کہا۔

”کیوں نہیں رکے گا۔ بچے پیدا ہوتے ہی رک جائے گا۔ پھر

ماں جانے اور بچے“..... عمران نے جولیا کی طرف دیکھ کر شوخ لہجے

میں کہا۔

”بے ہودہ باتیں مت کرو۔ ورنہ ابھی سینڈل دے ماروں گی۔“

جولیا نے غضبناک ہو کر کہا۔

”اچھا۔ بے ہودہ کی بجائے اب باہودہ بات سنو۔ ہم دو دن

بعد یہاں سے پاکیشیا جائیں گے نئے پاسپورٹوں پر اور نئی شکلوں

میں پہلے عرب امارات جائیں گے اور وہاں سے اپنے ملک۔ خدا

نے چاہا بلکہ اللہ سے دعا کرو کہ ہمیں اپنے وطن میں ہنی مون منانا

نصیب ہو۔ آمین ثم آمین“..... عمران نے مخصوص لہجے میں کہا اور

دونوں ہاتھ اٹھا کر منہ پر پھیرے تو اس کے ساتھی بے اختیار ہنسنے

لگے۔

ختم شد

مکتبہ اسلامیہ
لاہور

مکتبہ اسلامیہ
لاہور